
عمران سیریز
آپریشن سینڈوچ
مظہر کلیم ایم اے

ناشران ---- محمد اشرف قریشی
-------- محمد یوسف قریشی
تزئین ------ محمد علی قریشی
طابع ------ شہکار پرنٹنگ پریس ملتان



چند باتیں

معزز قارئین!

نیا ناول "آپریشن سینڈوچ" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یقیناً آپ اس نام پر چونکے ہوں گے کیونکہ آپ کے لنچ باکس میں اکثر سینڈوچ موجود رہتے ہوں گے۔ لیکن آپ کو کبھی اس سینڈوچ کے آپریشن کا خیال تک نہ آیا ہوگا۔

لیکن اس آپریشن کا سرجری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس بار پاکیشیا کا ایک حصہ دو بڑی طاقتوں کے درمیان سینڈوچ بن کر رہ گیا۔ اور یہ اس سینڈوچ آپریشن کی کہانی ہے۔

چھوٹے ملکوں کے خلاف بڑے بڑے ممالک کیا کیا سازشیں کرتے رہتے ہیں اور محب الوطن جیالے اپنے ملک کی حفاظت اور سلامتی کے لئے کس کس طرح کے مصائب و تکالیف برداشت کرتے ہوئے ان طاغوتی طاقتوں کے خلاف نبرد آزما ہوتے ہیں۔ یہ ناول اسی کشمکش کی کہانی ہے

عمران کے ملک کے خلاف سازش ہوئی۔ بین الاقوامی اور خوفناک سازش ـــ ایک ایسی سازش کہ جس کی جڑیں انتہائی گہری تھیں ... اتنی گہری کہ عمران اپنی جان پر کھیل کر بھی ان جڑوں کو نہ اکھاڑ سکا۔

یہ ایک ایسی کہانی ہے جس کا ہر لفظ آپ کی تیز دھڑکن کے ساتھ ہم آہنگ رہتا ہے جسے پڑھتے ہوئے آپ کا ذہن مسلسل دھماکوں کی زد میں رہے گا۔

انتہائی خوفناک سازش کے ان تار و پود کی کہانی۔ جسے پڑھنے کے بعد آپ یقیناً یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ محب الوطن جیالے نوجوان قوم کے لیے کیسی کیسی قربانیاں دیتے ہیں۔

قطعی منفرد انداز میں لکھی گئی ایک یادگار کہانی۔ جو یقیناً آپ کے معیار پر ہر لحاظ سے پوری اترے گی۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

خوفناک دھماکے سے ہینڈ گرینڈ اس کے قدموں میں پھٹا اور بجلی کی طرح بھاگتا ہوا انسان ایک دم رک گیا۔ ایک لمحے کے لیے اس کا جسم فضا میں لڑکھڑایا اور پھر وہ زمین پر گر پڑا۔ بے حس و حرکت اس کے چاروں طرف دھواں ہی دھواں تھا۔ چند لمحوں بعد جب دھواں چھٹا تو اس دھوئیں کے پردے سے چند نقاب پوش اس بے حس و حرکت جسم کی طرف بڑھے اور وہ اس کے گرد گھیرا ڈال کر کھڑے ہو گئے۔

"ختم ہو گیا" ــــــ ان میں سے ایک نے نفرت آمیز لہجے میں اس کے شدید زخمی جسم پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"ہونا ہی تھا اور ہم سے بچ کر کہاں جا سکتا تھا" ــــــ دوسرے کے لہجے میں سانپ کی سی پھنکار تھی۔

"لاش اٹھا کر فوراً گاڑی میں ڈالو ــــــ دھماکے کی آواز ارد گرد کے لوگوں کو جلد ہی یہاں کھینچ لائے گی" ــــــ پہلے نقاب پوش نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

اور دوسرے لمحے باقی نقاب پوش مشینی انداز میں حرکت میں آ گئے اور پھر ایک نقاب پوش نے لاش کو ہاتھوں سے اور دوسرے نے پیروں سے پکڑا اور اسے اٹھا کر تیزی سے ایک طرف بڑھنے لگے۔

تھوڑی ہی دور ایک سرخ رنگ کی بڑی سی کار موجود تھی۔ لاشں کو تیزی سے گاڑی کی ڈگی میں دھکیل دیا گیا اور پھر وہ سب کار میں سوار ہو گئے اور کار کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھ گئی۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد کار ایک بہت بڑی کوٹھی کے پھاٹک پر جا کر رک گئی۔ ڈرائیور نے مخصوص انداز میں تین بار ہارن دیا۔ اور گیٹ آٹومیٹک انداز میں کھلتا چلا گیا۔ ڈرائیور کار اندر لیتا چلا گیا۔ کار کے اندر داخل ہوتے ہی گیٹ دوبارہ بند ہو گیا۔

کار وسیع و عریض لان کے اندر درمیان سے گزرتی ہوئی پورچ میں رک گئی۔ وہ سب اچھل کر کار سے باہر نکل گئے۔ ان میں سے ایک نے ڈگی سے لاشں نکال کر کاندھے پر لادی اور پھر برآمدہ پار کر کے ایک دروازے میں داخل ہو گیا۔ باقی نقاب پوش اس کے پیچھے تھے۔

مختلف کمروں سے گزرتے ہوئے وہ سب ایک کافی بڑے ہال میں پہنچ گئے۔ ہال کے درمیان میں رکھی ہوئی ایک بڑی سی میز پر نقاب پوش نے لاش ڈال دی۔ اور خود مؤدبانہ انداز میں پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

باقی نقاب پوش بھی دروازے کے ساتھ قطار باندھے کھڑے ہو گئے۔

چند لمحوں بعد سامنے کی دیوار ایک طرف ہٹی اور ایک پستہ قد مگر انتہائی فربہ جسم کا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر سرخ رنگ کا نقاب چڑھا ہوا تھا۔ اس کی چال دیکھ کر بے اختیار کسی پھدکتے ہوئے مینڈک کا تصور ذہن میں ابھر آتا تھا۔

وہ پھدکتا ہوا میز کی طرف بڑھا۔

کام ہو گیا ——— اس نے لاشں کو غور سے دیکھتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں

پوچھا۔

یس باس۔ لاش آپ کے سامنے ہے ——— ایک نقاب پوش نے بے حد مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

ہونہہ ——— باس نے لاش کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہنکارا بھرا۔

چند لمحوں تک ہال پر خاموشی طاری رہی۔

واقعی یہ تو ختم ہو چکا ہے۔

بے اختیار باس کے منہ سے نکلا۔

آپ کو شک تھا باس ——— ———

ایک نقاب پوش نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا۔

ہاں یہ جس شخص کی لاش ہے موت بھی اس سے گھبراتی تھی۔ مگر اب یہ اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے اور ایک نہ ایک دن ایسا ہونا ہی تھا یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہ کارنامہ ہم نے سرانجام دیا ہے ——— باس نے فخریہ لہجے میں جواب دیا۔

مگر باس یہ تو ایک حقیر چوہے کی طرح مارا گیا ——— اسی نقاب پوش نے فخریہ لہجے میں جواب دیا۔

کیا ——— باس بے اختیار چونک پڑا ——— یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر واقعی ایسا ہوا ہے تو پھر مجھے اس کی موت پر شک ہے ——— اس نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

مم۔ مگر باس لاش آپ کے سامنے ہے ——— نقاب پوش باس کے بدلے ہوئے لہجے پر گھبرا گیا تھا۔

ہوں لاش تو میرے سامنے ہے۔ مگر اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ لاش عمران کی ہے کسی اور کی نہیں ——— باس نے تیز لہجے میں جواب دیا۔

"باس آپ اسے پہچان سکتے ہیں۔ اس شخص کے فوٹو ہمیں ملے تھے ——" نقاب پوش کے لہجے میں دبی دبی سی جھنجھلاہٹ تھی۔

"میک اپ واشر مشین لاؤ۔"

باس نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے ایک اور نقاب پوش کو حکم دیا اور وہ نقاب پوش تیزی سے واپس مڑ گیا۔

"عمران کبھی کسی حقیر چوہے کی طرح نہیں مارا جا سکتا یہ میرا فیصلہ ہے اور تمہاری اس بات نے مجھے شک میں مبتلا کر دیا ہے ——" باس نے لاش کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

میز پر پڑی ہوئی لاش عمران کی تھی۔ اس کے چہرے پر جا بجا زخم موجود تھے مگر مجموعی طور پر چہرے پر کوئی گہرا زخم نہیں تھا۔

"آپ چیک کر لیں باس ہم نے پورا اطمینان کر کے اس کا فوٹو کھینچا تھا، اس کے بعد اس پر ہاتھ ڈالا تھا ——" نقاب پوش نے اطمینان سے پُر لہجے میں جواب دیا۔

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے —— اور اگر تمہاری بات صحیح ہے تو پھر تمہارے مقدر اچھے تھے تمہیں اس مشن پر بھیجتے وقت یہ سوچ لیا گیا تھا کہ تم میں سے مشکل ہی کوئی بچ کر واپس آ سکے گا۔ مگر تم سب صحیح سلامت میرے سامنے موجود ہو اور عمران لاش کی صورت میں پڑا ہے۔ یہ ایک معجزہ ہو سکتا ہے ——" باس نے بڑبڑاتے ہوئے جواب دیا۔

دروازہ ایک بار پھر کھلا اور وہ نقاب پوش ایک ٹرالی نما مشین کو دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔ مشین اس نے میز کے قریب لا کر روکی اور پھر اس مشین کے ایک سرے پر موجود کپڑے کا تھیلا اٹھایا جس کے ساتھ ایک سپرنگ دار پائپ

فٹ تھا۔ اس نے وہ عمران کے منہ پر چڑھا دیا اور اس نے مشین کے عین درمیان فٹ ایک سرخ رنگ کا بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی ساکت مشین میں زندگی کے آثار دوڑ گئے۔ اور ہلکی ہلکی گھرڑ گھرڑ کی آواز آنے لگی۔

تقریباً ایک منٹ بعد اس نے بٹن آف کر دیا اور عمران کے منہ پر چڑھے ہوئے کپڑے کا تھیلا اتارنے لگا۔

قطار میں کھڑے ہوئے نقاب پوش بغور اس عمل کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے ذہن زلزلے کی زد میں آئے ہوئے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ اگر یہ شخص میک اپ میں نکلا تو ان کا کیا حشر ہو گا۔ اس کے تصور سے ہی ان کے جسم لرز جاتے تھے۔

باس بھی تجسس سے بھرپور نظروں سے یہ عمل دیکھ رہا تھا۔ تمام ہال پر ایک گہرا سکوت طاری تھا جیسے تھیلا ہٹتے ہی یہ سکوت پھٹ کر طوفان کا روپ دھار لے گا۔

نقاب پوش نے تھیلا عمران کے منہ سے علیحدہ کیا اور دوسرے لمحے ہال پر طاری گہرا سکوت ایک عجیب سے طوفان میں تبدیل ہو گیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہال کی ساکت دیواریں اچانک زلزلے کی زد میں آ گئی ہوں۔

ٹیلیفون کی گھنٹی کی کرخت آواز اچانک بلند ہوئی اور سر سلطان نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

یس سلطان سپیکنگ ———

سر سلطان نے بادشاہانہ لہجے میں کہا۔

وزیر خارجہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں ہولڈ کریں ——— دوسری طرف سے وزیر خارجہ کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

ہیلو ——— چند لمحوں بعد حضرت صدیقی کی گھمبیر آواز سر سلطان کے کانوں میں پڑی۔

یس سلطان سپیکنگ سر ——— سر سلطان نے بدستور پُروقار لہجے میں جواب دیا۔

سلطان صاحب فوراً میرے دفتر میں تشریف لے آئیے۔ ایک اہم معاملہ درپیش ہے۔

وزیر خارجہ کے لہجے میں ہلکی سی گھبراہٹ کی آمیزش تھی۔

بہتر جناب میں بھی پہنچ جاتا ہوں ——— سر سلطان نے کہا۔ اور پھر رسیور رکھ دیا۔

رسیور رکھ کر وہ چند لمحے تک سوچتے رہے کہ کون سا ایسا معاملہ ہو گیا ہے کہ وزیر خارجہ یوں گھبرائے ہوئے ہیں۔ معاملہ یقیناً انتہائی اہم ہو گا کیونکہ وزیر خارجہ انتہائی مضبوط شخصیت کے مالک تھے۔ اور بڑے سے بڑا خطرہ بھی ان کے لہجے میں لرزش پیدا نہیں کر سکا تھا۔ مگر آج ان کے لہجے میں سر سلطان نے ہلکی سی لرزش محسوس کی تھی۔

وہ اسی بات پر غور کر رہے تھے۔ آج کل ملک کے حالات بے حد خراب تھے ہمسایہ ملک کسی بھی لمحے ان پر جنگ مسلط کر سکتا تھا۔ اور بین الاقوامی سیاسی پوزیشن بے حد کمزور تھی۔ کوئی بھی ملک کھل کر ان کی حمایت میں نہیں آ رہا تھا۔ غرضیکہ حکومت کی پوری مشینری میں ایک عجیب افراتفری اور بے یقینی کا عالم تھا۔

سر سلطان سوچتے ہوئے اٹھے اور پھر وہ اپنے کمرے سے باہر نکل آئے دروازے کے باہر موجود مسلح باوردی چپراسی نے انہیں سلام کیا اور وہ سر ہلاتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ مختلف کاریڈوروں سے گزر کر وہ ایک دروازے کے سامنے رک گئے جس کے باہر مسلح فوجی پہرہ دے رہے تھے۔

سر سلطان کو دیکھ کر انہوں نے باقاعدہ سلیوٹ کیا اور وہ سر ہلاتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ سامنے چھوٹے کمرے میں وزیر خارجہ کا پی اے موجود تھا۔ پی اے بھی سر سلطان کے استقبال میں اٹھ کھڑا ہوا اور پھر اس نے انٹرکام کا بٹن دبا کر وزیر خارجہ کو جو پچھلے کمرے میں موجود تھے سر سلطان کی آمد کی اطلاع دی۔

سر سلطان خاموشی سے پچھلے کمرے کے دروازے میں داخل ہو گئے۔

تشریف لائیے جناب۔

وسیع و عریض مگر انتہائی دیدہ زیب انداز میں سجے ہوئے کمرے کے درمیان میں موجود ایک بڑی سی آفس ٹیبل کے پیچھے بیٹھے ہوئے ——— نصرت صدیقی نے انہیں خوش آمدید کہا۔

سر سلطان ان سے ہاتھ ملا کر ٹیبل کے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئے۔

وزیر خارجہ نے انٹرکام کا بٹن دبا کر سخت لہجے میں پی۔ اے سے کہا۔

ہمیں ڈسٹرب نہ کیا جائے۔

اور پھر وہ سر سلطان سے مخاطب ہو گئے۔

سلطان ایک اہم معاملہ ابھی ابھی میرے نوٹس میں آیا ہے۔ آپ آج کل کے ملکی حالات کو تو اچھی طرح جانتے ہیں۔ آپ سوچئے اگر ان حالات میں صدر مملکت ایک انتہائی دوست ملک کی اقتصادی آفر کو حقارت سے ٹھکرا دیں تو اس کا کیا نتیجہ ہو گا۔

وزیر خارجہ نے مبہم الفاظ میں اپنی بات شروع کی۔

کیا مطلب میں سمجھا نہیں جناب آپ کھل کر بات کریں۔ ——— سر سلطان نے قدرے ناگواری سے کہا۔ شاید وزیر خارجہ کا مبہم لہجہ انہیں ناگوار گزرا تھا۔

آپ کو علم ہے کہ حکومت شوگران نے ہمیں ہر قسم کی اسلحے کی فوری سپلائی اور دیگر عملی امداد کی پیشکش کی تھی۔ تاکہ ہمارے دشمن اور ہمسایہ ملک کافرستان کے درمیان طاقت کا جو توازن بگڑ چکا ہے اسے اعتدال پر لایا جائے۔ ———
وزیر خارجہ نے کہا۔

ہاں اور یہ پیشکش انتہائی دوستانہ اور اہم ہے۔ سر سلطان نے جواب دیا۔

آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ ہمارے صدر مملکت نے بڑے سخت الفاظ میں اس پیشکش کو ٹھکرا دیا ہے اور یہ جواب دیا ہے کہ ہمیں کسی قسم کی امداد کی ضرورت نہیں ہے ——— وزیر خارجہ نے جواب دیا۔

کیا مطلب یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ——— سر سلطان حیرت کی شدت سے اچھل پڑے۔

یہی تو میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ صدر مملکت نے یہ فیصلہ کیوں کیا یہ انتہائی غلط فیصلہ ہے جس کے نتائج انتہائی بھیانک نکلیں گے۔ ———
وزیر خارجہ نے ہاتھ ملتے ہوئے جواب دیا۔

ان حالات میں تو یہ پیشکش ڈوبتے کو تنکے کا سہارا تھی اور اس پیشکش کو قبول کر کے ہم موجودہ نازک ترین حالات سے بخوبی عہدہ برآ ہو سکتے تھے۔

پھر ایسا فیصلہ کیوں کیا گیا۔ ——— سر سلطان کے لہجے میں تلخی تھی۔

اسی لئے تو میں نے آپ کو بلایا ہے تاکہ حکومت شوگران کو جواب بھیجنے سے پہلے اس پر تفصیلی گفتگو کر لی جائے ——— وزیر خارجہ نے جواب دیا۔

مگر صدر مملکت نے ایسا فیصلہ کن وجوہات کی بنا پر کیا ہے۔ ———
سر سلطان نے سوال کیا۔

ان کے کہنے کے مطابق ہماری پوزیشن بے حد مستحکم ہے ہمیں کسی امداد کی ضرورت نہیں اور پھر وہ حکومت شوگران کی یہ پیشکش قبول کر کے حکومت ایکریمیا کی ناراضگی مول نہیں لینا چاہتے۔ ان کے خیال میں کسی بھی نازک وقت میں حکومت شوگران سے حکومت ایکریمیا زیادہ بہتر انداز میں ہم سے تعاون کر سکتی ہے ——— وزیر خارجہ نے تفصیل بتلائی۔

جو نہہ ——— سر سلطان نے ناگوار لہجے میں ہنکارا بھرا اور خاموش ہو گئے۔

ان کا ذہن بڑی تیزی سے اس مسئلے کے نتائج اور عواقب پر غور کر رہا تھا کیونکہ یہ فیصلہ اتنا اہم تھا کہ اس فیصلے پر ملک کے مستقبل کا انحصار تھا۔

مگر ہماری پالیسی کے لحاظ سے یہ فیصلہ بے حد غلط اور بے جا ہے اور اب جبکہ ہماری کوششوں سے شوگران اور حکومت ایکریمیا کے درمیان مصالحت بھی ہو چکی ہے۔ صدر مملکت کی یہ دلیل کیا معنی رکھتی ہے ——— سر سلطان نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

سلطان صاحب ہماری خارجہ پالیسی تو صرف ایک آدمی کے ہاتھ میں ہے وہ جب چاہیں اور جیسا چاہیں اس کا رخ موڑ دیتے ہیں۔ ——— وزیر خارجہ کے لہجے میں ناگواری تھی۔

یہ صحیح ہے صدر تغلق صاحب اس وقت ہمارا ملک اپنی تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہا ہے ایک بھی غلطی اسے مکمل طور پر تباہ کر سکتی ہے۔ اور ہم بے بس ہیں۔

سر سلطان ہونٹ چبا رہے تھے۔ ان سے در حقیقت رہا نہ جا سکا تھا۔ مگر اس غلط فیصلے نے ان کے ذہن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس فیصلے میں انہیں ملک کی تباہی صاف نظر آ رہی تھی۔

لیکن ہم مجبور ہیں۔

وزیر خارجہ نے جواب دیا۔

تو پھر ٹھیک ہے آپ صدر مملکت کا جواب حکومت شوگران کو بھجوا دیجئے جب فیصلہ ایک آدمی کے ہاتھ میں ہے تو اس مسئلے پر بحث کرنے کا فائدہ؟

——— سر سلطان نے جھلاتے ہوئے جواب دیا۔

ہاں یہ ٹھیک ہے مجبوراً ایسا ہی کرنا پڑے گا۔

وزیر خارجہ نے جواب دیا۔

کمرے میں چند لمحے سکوت طاری رہا۔ پھر وزیر خارجہ نے ہی اس سکوت کو توڑا۔

سلطان صاحب آج کل حالات بے حد خراب ہیں۔ ہماری پالیسی قطعی طور پر ناکام ہو چکی ہے دنیا کا کوئی بھی ملک کھلم کھلا ہمارا ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ عزرستان کی فوجیں ہماری سرحدوں پر بیٹھی ہوئی ہیں۔ ایسٹ ونگ میں خانہ جنگی ہو گیا ہے۔ مطیع الرحمٰن اب کھلم کھلا بغاوت پر اتر آیا ہے آخر یہ مسائل کیسے حل ہوں گے۔ ——— مجھے اس بات کا بے حد احساس ہے۔

آپ کو ہی نہیں ملک کے ایک ایک فرد کو یہی احساس کھائے جا رہا ہے کہ ہمارے ملک کا انجام کیا ہو گا۔ لیکن سب مجبور ہیں۔ کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ ——— سر سلطان نے جواب دیا۔

میری ایک رائے ہے اگر آپ اسے مناسب سمجھیں تو اس پر عمل کرائیں۔ ——— وزیر خارجہ نے جھجکتے ہوئے کہا۔

فرمایئے ——— ۔

سر سلطان نے سوال کیا۔

کیوں نہ ایکسٹو اس سلسلے میں تحقیق کرے کہ کیا ہمارے ملک کے خلاف تمام ملکوں نے واقعی سازش کر رکھی ہے اور اگر ایسا ہے تو ان کے منصوبے کیا ہیں تاکہ اگر ہمیں بر وقت اس سازش کا علم ہو جائے تو ہم اس کا تدارک بھی

کر سکیں۔ ——

وزیر خارجہ نے کہا۔

آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ایکسٹو ان حالات میں خاموش بیٹھا ہوگا۔ وہ اس سازش کی بو پہلے ہی سونگھ چکا ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے وہ اس سلسلے میں کافی آگے بھی بڑھ چکا ہے۔

سر سلطان نے فخریہ لہجے میں کہا۔

اوہ اگر ایسا ہے تو پھر مجھے یقین ہے کہ وہ اس سازش کا تار و پود بکھیر دے گا اور ہم اس نازک صورت حال سے بخوبی عہدہ برا ہو جائیں گے۔

وزیر خارجہ نے مسرت سے پُر لہجے میں جواب دیا۔

اچانک سر سلطان چونک پڑے۔

ان کو چونکتا دیکھ کر وزیر خارجہ کچھ کہنے لگے تھے کہ سر سلطان نے اپنے منہ پر انگلی رکھ کر ان کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور دوسرے لمحے انہوں نے جیب سے ریوالور نکالا اور اٹھ کر دبے قدموں ساتھ والے دروازے کی طرف بڑھے۔ ان کا طرز عمل ایسا تھا جیسے کوئی شکاری کسی شکار پر جھپٹنے کو تیار ہو۔ وہ پھر ایک جھٹکے سے انہوں نے دروازہ اندر کی طرف کھینچ لیا۔ اور وزیر خارجہ کا پی۔ اے لڑکھڑاتا ہوا اندر آ گرا۔

سر سلطان نے پوری قوت سے اس کی پشت پر لات رسید کی۔ اور منحنی سے جسم کے مالک پی۔ اے کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ وزیر خارجہ بھی یہ سب کچھ دیکھ کر جھٹکے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

سر سلطان نے پی۔ اے کو گردن سے پکڑ کر اٹھایا اور وزیر خارجہ کی طرف دھکیل دیا۔

یہ ہماری باتیں سن رہا تھا۔

انہوں نے تلخ لہجے میں کہا۔

ہونہہ تو تم دشمن کے لئے جاسوسی کرتے ہو۔

وزیر خارجہ نے انتہائی غصے میں پی۔ اے سے مخاطب ہو کر کہا۔

پی۔ اے سر جھکائے خاموش کھڑا تھا۔ سر سلطان کے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا۔

اسے پولیس کے حوالے کر دینا چاہیئے۔

وزیر خارجہ نے سر سلطان سے کہا۔

نہیں ایسے لوگوں کو پولیس تک ان کے ساتھی مشکل ہی سے زندہ پہنچنے دیتے ہیں۔ اس لئے میں اس سے سب کچھ یہیں اگلوا لوں گا ——

سر سلطان نے پی۔ اے کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔ ان کی آنکھیں غصے کی شدت سے سرخ ہو رہی تھیں۔ اور چہرے پر جلال ٹپک رہا تھا۔

ہاہ۔ ہا تم لوگ جلد ہی ختم ہو جاؤ گے۔ تم مجھ سے کچھ بھی نہیں اگلوا سکتے میں اپنی جان کی قربانی دے رہا ہوں۔

اچانک پی۔ اے کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

سر سلطان اس پر جھپٹے۔

مگر وہ ان کے پہنچنے سے پہلے ہی لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا۔ اس کے منہ سے نیلے رنگ کی جھاگ نکلنے لگی تھی۔ اور اس کا جسم لمحہ بہ لمحہ اکڑتا چلا جا رہا تھا۔

زہریلا کیپسول ——

سر سلطان نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔

ہی۔ لیکن اب وہ ختم ہو چکا تھا۔ وزیر خارجہ یوں آنکھیں پھاڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے جیسے ان کے سامنے انتہائی سنسنی خیز ڈرامہ ہو رہا ہو۔

"یہ کیا ہو گیا۔ یہ کیسے مر گیا" ——— انہوں نے سر سلطان سے سوال کیا۔

"اس نے منہ میں زہریلا کیپسول رکھا ہوا تھا۔"

سر سلطان نے جواب دیا۔ ان کے چہرے پر تفکر کی گہری لکیریں پھیلی ہوئی تھیں۔

"اس کا مطلب ہے انتہائی مضبوط ترین تنظیم ہمارے خلاف کام کر رہی ہے ورنہ عام تنظیم کے ممبر اتنی جلدی اپنی جان کی قربانی نہیں دیتے۔"

سر سلطان نے بڑبڑاتے ہوئے جواب دیا۔

وزیر خارجہ سر ہلا کر دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئے۔

"آپ تشریف لے جائیے میں ایکسٹو کو فون کر کے اطلاع دیتا ہوں وہ خود ہی اس کے ساتھیوں کا کھوج لگائے گا۔ بہر حال اب ہمیں چاہئے کہ اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہیں۔"

سر سلطان نے جواب دیا۔ ان کا لہجہ ایسا تھا جیسے اب ان کی نظروں میں وزیر خارجہ کی شخصیت بھی مشکوک ہو گئی ہو۔

لاش سچ مچ عمران کی ہی تھی۔ جدید ترین میک اپ واشر مشین نے چیخ کر اعلان کر دیا تھا۔ ہال میں موجود نقاب پوشوں کے منہ سے لاشعوری طور پر بے اختیار خوشی کا ایک زوردار نعرہ نکلا اور خوشی سے اس نعرے نے ان میں زلزلے کی سی کیفیت طاری کر دی تھی۔ اور خوشی کا نعرہ ان کے منہ سے کیوں نہ نکلتا کیونکہ میک اپ واشر مشین کے نتیجے پر ہی ان کی زندگیوں کا دارومدار تھا اگر یہ لاش میک اپ میں ہوتی تو سب اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ خوشی کا نعرہ مارنے کی بجائے بے جان لاشوں کی صورت میں اس وقت ہال میں پڑے ہوتے۔ باس کی فطرت اور درندگی کو وہ اچھی طرح جانتے تھے۔ معافی کا لفظ تو باس کی لغت میں موجود ہی نہ تھا۔

باس کا چہرہ بھی نقاب میں بھیڑیوں کی طرح کھل اٹھا۔ اس کے انگ انگ میں مسرت کی لہریں دوڑنے لگیں اب اسے اچھی طرح یقین ہو گیا تھا کہ اس کے ساتھیوں نے اس صدی کا سب سے بڑا کارنامہ انجام دے دیا ہے۔ ایک ناممکن بات کو ممکن کر دکھایا ہے۔

عمران کا قتل ان کے عظیم مشن کی تکمیل کی پہلی کڑی تھی۔ اور جس آسانی سے یہ عظیم کامیابی انہیں حاصل ہو گئی تھی اس سے ظاہر تھا کہ وہ اپنے عظیم مشن میں بھی ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔

ویری گڈ۔ یہ کارنامہ انجام دے کر تم لوگوں نے اپنے آپ کو ایک بہت

بڑے انعام کا مستحق ثابت کر دیا ہے۔ میں آج ہی چیف باس کو آپ کی شاندار کارکردگی کی رپورٹ بھیجوں گا۔ وہ ضرور آپ کو انعام اور ترقی سے نوازے گا۔"
منگے باس کا لہجہ مسرت سے پر تھا۔

"ہمیں صرف آپ کی خوشنودی چاہئے باس۔"
ایک نقاب پوش نے سر جھکا کر انکساری سے کہا۔

"نمبر تھرٹی عمران کی لاش کو بھٹی میں ڈال دو۔ مجھے خطرہ ہے کہ اس کی مکار روح کہیں دوبارہ اس کے جسم میں داخل نہ ہو جائے۔"

باس نے ایک نقاب پوش کو حکم دیا اور وہ نقاب پوش تیزی سے ہال کے کونے کی طرف بڑھا۔ اس دیوار پر لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور دیوار میں ایک بڑی سی چوکور خلا نمودار ہو گئی۔ یہ ایک بہت بڑی برقی بھٹی کا دہانہ تھا۔

نقاب پوش نے اس بٹن کے ساتھ موجود ایک سرخ رنگ کا بٹن دبا دیا اور بھٹی میں برقی رو دوڑ گئی۔

چند ہی لمحوں بعد بھٹی کی فولادی دیواریں حدت کی شدت سے سرخ ہو گئیں۔ وہ نقاب پوش واپس مڑا اور اس نے عمران کی لاش کو کندھے پر ڈالا اور پھر وہ تیزی سے چلتا ہوا بھٹی کے قریب پہنچا۔ ایک لمحے کے لئے وہ رکا اور دوسرے لمحے اس نے ایک جھٹکے سے عمران کی لاش بھٹی میں اچھال دی۔

ایک جھماکا سا ہوا اور پھر عمران کی لاش راکھ میں تبدیل ہوتی چلی گئی۔ چند لمحوں بعد بھٹی کے فرش پر ایک مٹھی بھر راکھ پڑی تھی۔ ایک عظیم شخصیت کی راکھ جو ناقابل تسخیر تھا۔

نقاب پوش نے بٹن دبا کر بھٹی میں دوڑنے والی برقی رو کا سلسلہ منقطع کیا اور پھر دوسرا بٹن دبا کر بھٹی کا دروازہ بند کر دیا۔ اب وہ سپاٹ دیوار میں

ہو رہی تھی۔

"چلو چھٹی ہوئی۔ خس کم جہاں پاک۔ ویسے مجھے اب بھی یقین نہیں آ رہا کہ عمران مر چکا ہے۔ بہرحال اب شک کی کوئی گنجائش بھی باقی نہیں رہی۔ تم لوگ جا سکتے ہو ———"

باس نے کہا اور پھر وہ دوبارہ مینڈک کی طرح اچھلتا ہوا خفیہ دروازے کی طرف بڑھا جس سے وہ ہال میں داخل ہوا تھا۔

دروازے سے باہر نکل کر وہ ایک گیلری میں آیا اور پھر پھدکتا ہوا وہ ایک دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا۔

اس نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کیا اور پھر تیزی سے ایک الماری کی طرف بڑھا۔ الماری کھول کر اس نے ایک کافی بڑا ٹرانسمیٹر نکال کر کمرے کے درمیان موجود میز پر رکھا اور کرسی گھسیٹ کر اس کے قریب بیٹھ گیا۔ اس کا چہرہ مسرت اور کامرانی کی زیادتی سے ابھی تک سرخ تھا اور وہ جلد از جلد اپنے اس عظیم ترین کارنامے کی رپورٹ چیف باس تک پہنچانا چاہتا تھا۔

ٹرانسمیٹر کی سائیڈ سے لٹکے ہوئے ہیڈ فون کو اس نے کانوں پر چڑھایا اور پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن دبا دیا۔ ایک لیور کو گھما کر اس نے فریکوئنسی سیٹ کی اور پھر ایک اور بٹن دبا دیا۔ ڈائل پر روشنی کی لکیریں جلنے بجھنے لگیں۔

"ہیلو ہیلو نمبر سکسٹی الیون کالنگ چیف باس ایف۔ ایم آرگنائزیشن ——— اوور" ——— ———

وہ بار بار یہ فقرے دہراتا رہا۔ چند لمحوں بعد ڈائل پر چمکنے والی لکیروں میں تیزی آ گئی اور دوسری طرف سے ایک ابھرتی ہوئی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"یس چیف باس۔ ٹف۔ ہم سینڈنگ رپورٹ۔ اوور" ——

"باس ایک عظیم خوشخبری آپ کو سنا رہا ہوں اوور" ——

سنگسٹی الیون کو مسرت کی زیادتی کے باعث گفتگو کے لئے مناسب الفاظ نہیں مل رہے تھے۔

"سنگسٹی الیون مختصر بات کرو۔ اوور" —— دوسری طرف سے یوں آواز آئی جیسے کوئی زخمی شیر دھاڑ رہا ہو۔

"باس عمران کو ہم نے قتل کر دیا۔ وہ اس کی لاش جھیل میں پڑی ہے اوور" —— سنگسٹی الیون کی تمام مسرت چیف باس کی ایک ہی دھاڑ نے کافور کر دی تھی۔ اس نے سردہ لہجے میں جواب دیا۔

"کب کی بات ہے۔ اوور" ——

چیف باس نے غراتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"ابھی چند منٹ پہلے کی جناب اوور" ——

سنگسٹی الیون نے جواب دیا۔

"کیا ثبوت ہے کہ جسے تم نے قتل کیا وہ عمران ہی تھا۔ اوور" ——

باس کا لہجہ مشکوک تھا۔

"میک اپ واشر مشین سے اسے چیک کیا گیا تھا جناب اوور" ——

سنگسٹی الیون نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"سنگسٹی الیون تم انتہائی احمق اور جھوٹے ہو۔ اگر تم میک اپ واشر مشین استعمال کرتے تو تمہیں یقیناً علم ہو جاتا کہ وہ لاش عمران کی نہیں تھی بلکہ عمران کے میک اپ میں کوئی اور تھا۔ اوور" —— باس کا لہجہ دھاڑ کھانے والا تھا۔

"نہیں جناب میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ میں نے میک اپ واشر مشین

استعمال کی تھی۔ آپ مجھ پر یقین کریں جناب میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اوور" —— سنگسٹی الیون نے کانپتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"یہ ٹھیک ہے تم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ مگر اس بار تم جھوٹ بول رہے ہو اور لاش کو فوری طور پر جھیل میں پھینک دینے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تمہاری اطلاع کے لئے میں تمہیں بتا دوں کہ نمبر تھرٹی اس وقت بھی عمران کا تعاقب کر رہا ہے اور میں سکرین پر اسے دیکھ رہا ہوں اوور"

چیف باس نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"مم۔ مگر باس میں سچ کہہ رہا ہوں وہ عمران جس کا تعاقب نمبر تھرٹی کر رہا ہے ضرور نقلی عمران ہوگا۔ اوور" ——

سنگسٹی الیون نے بے حال لہجے میں جواب دیا۔

"نمبر تھرٹی ایٹ نمبر تھرٹی سے کئی درجے اونچا کارکن ہے اور جس عمران کا وہ تعاقب کر رہا ہے وہ اصلی عمران ہے اوور" ——

باس نے دھاڑتے ہوئے جواب دیا۔

"مم۔ مگر باس وہ میک اپ واشر مشین جھوٹ نہیں بول سکتی میں نے خود چیک کیا ہے۔ اوور" ——

سنگسٹی الیون کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم سے روح لمحہ بہ لمحہ سرکتی چلی جا رہی ہو۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو سنگسٹی الیون اور تم جانتے ہو اس کی کیا سزا ہے۔ تمہارے لئے میں نے ریڈ وارننگ جاری کر دی ہے اوور اینڈ آل" ——

باس نے جواب دیا اور آواز آنی بند ہو گئی۔

سنگسٹی الیون کرسی پر پشت کے بل ڈھیر ہو گیا۔ اس کا چہرہ زرد ہو گیا تھا۔

آنکھیں شدتِ خوف سے پھٹی پڑ رہی تھیں۔

اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا اچانک ٹرانسمیٹر سے ایک گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے ٹرانسمیٹر کا ایک خانہ کھل گیا۔ خانہ کھلتے ہی ایک سُرخ رنگ کی شعاع اس کے جسم پر پڑی اور سکسٹی الیون کے منہ سے نکلنے والی چیخ بڑی بھیانک اور دردناک تھی۔

اس کے سینے پر عین دل کے مقام پر ایک نشان پڑ گیا تھا جہاں سے دھواں نکل رہا تھا۔ اور سکسٹی الیون زندگی کی حدود پھلانگ کر موت کی وادیوں میں قدم رکھ چکا تھا۔

عمران نے ایک دم ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھا دیا اور کار کی رفتار یکدم تیز ہو گئی۔ اس وقت وہ ایک ویران سی سڑک پر سرگرمِ سفر تھا۔

پچھلے چند دنوں سے وہ عجیب سے حالات سے دوچار ہو گیا تھا۔ چند دن پہلے ایک دن فلیٹ سے نیچے اترتے ہی اس پر مشین گن سے اچانک فائرنگ کی گئی تھی مگر اپنی حاضر دماغی سے وہ ایک ستون کی آڑ لے کر بچ گیا تھا اور پھر اس کا مسلسل تعاقب کیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ میک اپ میں بھی اسے پہچان لیا جاتا رہا۔

اس نے ایک تعاقب کرنے والے کو پکڑ کر اس سے معلومات لینی چاہیں مگر وہ

شخص دانتوں میں موجود زہریلے کیپسول کے ذریعے خودکشی کر گیا۔

جب اس پر حملوں کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی تو اس نے کیپٹن فیاض سے ایک لشکر اُدھار مانگا۔ اس نے اس پر اپنا اسپیشل میک اپ ریڈیم میک اپ کیا تاکہ مجرموں کی توجہ اس کی طرف مبذول ہو جائے اور وہ اطمینان سے مجرموں کا کھوج لگا سکے۔ اس سلسلے میں چونکہ اس کے ہمشکل کی جان ضائع ہو جانے کا بھی خطرہ تھا اس لئے اس نے سی آئی ڈی کا آدمی لینا مناسب سمجھا۔ وہ سیکرٹ سروس کے کسی ممبر کی جان ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کے خیال کے مطابق سیکرٹ سروس کا ایک ممبر سی آئی ڈی کے ایک ہزار آدمیوں سے زیادہ ملک کے لئے قیمتی تھا۔ اور پھر اسے اس کی جان ضائع ہونے کا خیال اس لئے بھی نہیں آیا تھا کہ وہ ہر وقت اس کا تعاقب کر کے مجرموں کا کھوج لگانا چاہتا تھا اور ظاہر ہے جب عمران بذاتِ خود اس ممبر کے ساتھ ہو تو وہ بخوبی اس کی حفاظت کر سکتا تھا۔ بہرحال اَن دیکھی موت کے سامنے تو وہ بھی بے بس تھا۔

آج ایسا ہی ہوا۔ عمران کا ہمشکل عمران کی کار میں موجود تھا اور عمران ایک اور کار میں کافی فاصلے پر اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ وہ شہر کا گشت لگا رہے تھے۔

اچانک لارنس روڈ کے آخری موڑ پر ایک نیوی ٹرک نے عمران کی کار کا راستہ روک لیا اور دوسرے لمحے عمران کی کار پر بائیں سائیڈ سے مشین گنوں کی فائرنگ شروع ہو گئی۔ عمران کے ہمشکل کی کار آگے بڑھ گئی تھی۔

عمران نے فائرنگ ہوتے ہی اسٹیئرنگ تیزی سے دائیں طرف کاٹا اور پھر چوک کی دائیں سائیڈ میں موجود ایک تنگ سی گلی میں کار دوڑاتا چلا گیا۔ یہ گلی شیطان کی آنت کی طرح طویل ہوتی چلی گئی اور پھر جب اسے اس گلی سے چھٹکارا ملا تو اس نے اپنے آپ کو سمر گارڈن روڈ پر پایا۔ گلی میں گھسنے کے بعد اس کا تعاقب نہیں

کیا گیا تھا۔ عمران سارا کھیل سمجھ گیا تھا۔ اس پر یہ صرف حملہ اس لئے کیا گیا تھا کہ
اسے نقلی عمران کے تعاقب سے باز رکھا جائے چنانچہ اب وہ تیزی سے دوبارہ
پہلے والی جگہ پر پہنچنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے ایکسیلیٹر پر پیر کا دباؤ یکدم بڑھا
دیا اور اب کار کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح سڑک کاٹ کر وہ دوبارہ لادنش
روڈ کے آخری چوراہے پر پہنچ گئی۔ چوراہے سے سیدھا اس سڑک پر پہنچا
جدھر اس کا جسم شکل گیا تھا۔ یہ کافی سنسان سڑک تھی۔ اور اس سڑک پر اس
پر حملے کا خطرہ کہیں زیادہ تھا۔ تقریباً دو میل آگے جانے کے بعد اچانک اس
نے پوری قوت سے بریک دبا دی۔ ٹائروں نے ایک خوفناک چیخ مار کر سڑک
مضبوطی سے پکڑی اور گاڑی ایک دھچکا کھا کر رک گئی۔ سامنے ایک موڑ پر
اسے وہ گاڑی کھڑی نظر آگئی جس پر انسپکٹر سوار تھا۔ گاڑی پر بے دریغ گولیاں
برسائی گئی تھیں۔ عمران تیزی سے کار سے اترا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا
کار کی طرف بڑھا۔ کار کا سٹیئرنگ سیٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور
کار خالی تھی۔

عمران نے جھک کر زمین پر نظر ڈالی۔ پھر جلد ہی اسے معلوم ہو گیا کہ
ڈرائیور کار سے اتر کر بائیں طرف موجود جنگل میں گھستا چلا گیا ہے۔ عمران تیزی سے
اس کے پاؤں کے مدہم نقوش کے ذریعے جنگل میں گھسا۔ کافی دور آگے
جا کر ایک جگہ اسے جگہ جلی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہاں خون کے نشانات بھی موجود
تھے۔ اس جگہ پر ایک نظر ڈالتے ہی وہ سمجھ گیا کہ یہاں ہینڈ گرنیڈ مارا گیا ہے
زمین پر جلنے کے نشانات اور ادھر ادھر بکھرے ہوئے بم کے ٹکڑے اس کے
خیال کی تصدیق کر رہے تھے۔ زمین پر موجود خون اور دوسرے نشانات دیکھ کر وہ
سمجھ گیا کہ انسپکٹر کو بھاگتے ہوئے بم مارا گیا ہے۔ اور اسے شدید زخمی یا مردہ

حالت میں یہاں سے اٹھا کر لے جایا گیا ہے۔ انسپکٹر کی جان کے ضیاع پر
اسے افسوس تو بے حد ہوا۔ لیکن یہ وقت افسوس کا نہیں تھا۔ وہ مجرموں کا جلد
از جلد سراغ لگانا چاہتا تھا۔ انسپکٹر کے اغوا سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ اب مجرم
عمران کا پیچھا چھوڑ دیں گے کیونکہ عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کا سپیشل
میڈیم میک اپ مجرموں کو انسپکٹر کے اصلی عمران ہونے کی تصدیق کر دے گا
اور اس طرح وہ آسانی سے مجرموں سے نمٹ سکے گا۔
اب اس کے سامنے سوال یہ تھا کہ آیا انسپکٹر صرف زخمی ہوا یا وہ
مر چکا ہے وہ جلد از جلد انسپکٹر کی بازیابی کا خواہاں تھا۔
چنانچہ وہ واپس مڑا اور پھر مختلف نشانات چیک کرتا ہوا دوبارہ سڑک
پر آگیا یہاں اسے ایک اور کار کے ٹائروں کے نشانات ملے۔ مگر سڑک پر نشانات معدوم
ہو چکے تھے۔ صرف اتنا اندازہ اسے ہو گیا کہ یہ کار کس طرف گئی ہے۔
وہ تیزی سے واپس اپنی کار کی طرف بڑھا اور پھر دوسرے لمحے اس کی کار
بجلی کی تیزی سے ادھر ہی دوڑ رہی تھی۔
چند لمحوں بعد اسے اچانک اپنے تعاقب کا احساس ہوا۔ ایک نیلے رنگ
کی کار ایک موڑ سے برابر اس کے پیچھے لگی ہوئی تھی اس نے رفتار بڑھا گھٹا کر
تعاقب کے نظریے کو چیک کیا اور جب اسے اچھی طرح یقین ہو گیا کہ نیلے رنگ
کی کار اس کا تعاقب کر رہی ہے تو اس کی زرخیز ہیڈ کھوپڑی نے ایک نئے
پلان پر غور کرنا شروع کر دیا اسے حیرت تو اس بات کی ہوئی تھی کہ مجرم
اب اس کے پیچھے کیوں لگ گئے تھے جبکہ وہ ایک عمران کو لے جا چکے ہیں۔ تو
کیا مجرموں کو انسپکٹر کی اصلیت کا علم ہو چکا ہے۔ بہرحال کچھ بھی ہو وہ اب اپنے
تعاقب کرنے والے پر ہاتھ ڈالنا چاہتا تھا تاکہ مجرموں کے اڈے کے متعلق معلومات

حاصل کر سکے۔

مختلف سڑکوں پر دوڑنے کے بعد اچانک عمران نے ایک موڑ پر اپنی کار روک دی اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے نیچے اترا۔ اور کار کے نیچے رینگ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا۔ اس کی توقع کے عین مطابق چند لمحوں میں نیلے رنگ کی کار اس کی کار کے قریب رک گئی تھوڑے سے توقف کے بعد کار کا دروازہ کھلا اور دو آدمی کار سے نیچے اترے۔ عمران کار کے نیچے پڑا انہیں بآسانی چیک کر رہا تھا ان دونوں کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں اور وہ تیزی مگر محتاط انداز میں عمران کی کار کی طرف بڑھ رہے تھے۔ عمران چاہتا تو انہیں بآسانی نشانہ بنا سکتا تھا۔ مگر وہ انہیں زندہ گرفتار کرنا چاہتا تھا اس لئے خاموش پڑا رہا۔

وہ دونوں کار کے قریب پہنچ کر رک گئے پھر ان میں سے ایک مڑ کر کار کی دوسری طرف جانے لگا۔ جیسے ہی وہ ڈگی کی طرف مڑا عمران نے اچانک وہاں کھڑے ہوئے آدمی کی ٹانگ پکڑ کر پھرتی سے گھسیٹ لی۔ ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا۔ اور وہ شخص سڑک پر گر پڑا۔ عمران نے برق رفتاری سے اسے کار کے نیچے گھسیٹ لیا۔

وہ شخص شاید اس اچانک افتاد کے لئے تیار نہیں تھا اس لئے وہ چیخ بھی نہ سکا اور کار کے نیچے پہنچ گیا۔ عمران نے پوری قوت سے اس کی کنپٹی پر ریوالور کا دستہ مارا اور وہ کوئی آواز نکالے بغیر ڈھیر ہو گیا۔

دوسری طرف جانے والا آدمی دھماکہ سنتے ہی تیزی سے اس سائیڈ پر پلٹا عمران شاید ویسے تو خاموش رہتا مگر غضب یہ ہوا تھا کہ جس شخص کی ٹانگ عمران نے گھسیٹی تھی۔ اس کی مشین گن سڑک پر گرتے ہوئے اس کے ہاتھ سے

چھوٹ کر ایک طرف جا گری تھی اور مشین گن دیکھ کر دوسرا آدمی یقیناً تمام پوزیشن فوری طور پر سمجھ لیتا اس لئے اس کے اس طرف مڑتے ہی عمران نے ریوالور کا ٹریگر دبا دیا ایک دھماکہ ہوا اور وہ شخص چیخ مار کر سڑک پر ڈھیر ہو گیا۔ گولی ٹھیک دل پر لگی تھی کیونکہ عمران نے ریوالور والا ہاتھ کار سے باہر نکال کر فائر کیا تھا اس میں بھی اس کے اندازے کو دخل تھا کیونکہ کار کے نیچے ہونے کی وجہ سے اس شخص کا سینہ عمران کی نظروں کے سامنے نہیں تھا۔ بہرحال اس کا اندازہ ضرورت سے زیادہ صحیح رہا۔ اور وہ شخص بغیر کوئی آواز نکالے ڈھیر ہو گیا۔

عمران تیزی سے باہر آ گیا۔ اس نے کار کے نیچے موجود بے ہوش شخص کو بھی باہر گھسیٹ لیا اور پھر اسے اٹھا کر اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ اور پھر وہ سٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔

سڑک پر پڑے ہوئے مردہ آدمی کو اس نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا کیونکہ مردوں سے اسے کبھی بھی دلچسپی نہیں رہی تھی۔

دوسرے لمحے اس کی کار تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔ وہ جلد از جلد رانا پیلس پہنچنا چاہتا تھا۔

آخر دسویں آدمی کے اندر جاتے ہی آٹومیٹک دروازہ بند ہو گیا اور دروازے پر لگا ہوا سُرخ بلب جل اُٹھا۔ دروازے کے باہر موجود حفاظتی گارڈ یکدم چوکنے ہو گئے کیونکہ سرخ بلب جلنے کا مطلب تھا کہ خفیہ میٹنگ کا آغاز ہو چکا ہے اور اب انسان تو انسان ایک مکھی کو بھی ہال میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے ———

یہ ایک خاصا وسیع ہال تھا۔ جس کی دیواروں پر مخصوص قسم کے کیمیکل سے روغن کیا گیا تھا۔ یہ کیمیکل ٹرانسمیٹر وغیرہ کے لئے سخت رکاوٹ تھے۔ چنانچہ ہال میں ہونے والی کارروائی کو باہر سے کسی طرح بھی نہیں دیکھا جا سکتا تھا اور نہ ہی کوئی شخص اس کی خفیہ فلم تیار کر سکتا تھا۔ چونکہ یہ میٹنگ انتہائی خفیہ اور بے حد اہم تھی۔ اس لئے حفاظتی انتظامات کا خصوصی خیال رکھا گیا تھا ———

ہال میں راؤنڈ ٹیبل کی میز کے گرد تقریباً ۱۰ آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک گنجے سر اور رعب دار شخصیت کا مالک غیر ملکی صدارت کی کرسی پر بیٹھا تھا ———

"ہماری آج کی میٹنگ ایک تاریخ ساز میٹنگ کی حیثیت رکھتی ہے جب سے ہماری تنظیم وجود میں آئی ہے اس سے زیادہ اہم میٹنگ منعقد نہیں ہوئی اس لئے آپ حضرات نے کافی سوچ بچار اور انتہائی ذمہ داری کے ساتھ تمام فیصلے کرنے ہیں" ———

صدر نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں یہ مختصر سے کہہ کر کارروائی کا آغاز کیا ———

صدر کے خاموش ہوتے ہی انتہائی بائیں کونے میں موجود ایک منحنی سا شخص اٹھ کھڑا ہوا اس کے سامنے ایک فائل کھلی پڑی تھی ———

"معزز دوستو ہماری مقدس تنظیم فری مین کو ایک ایشیائی ملک پاکیشیا کی وجہ سے تاریخ میں پہلی بار خاصا دھچکا پہنچا اور تمام دنیا میں ہماری تنظیم کی رسوائی ہوئی۔ اس ملک میں ہماری خفیہ تنظیم کے نقیب بار جیسی بے حد خطرے اخبارات میں آگئے اور ان پر بری طرح تنقید و تحقیر کے تیر چلائے گئے وہ ہم سب کے لئے ناقابل برداشت تھے چنانچہ تنظیم کی اعلیٰ کمان نے اس رسوائی کا بدلہ لینے کا فیصلہ کر دیا اور اسی سلسلے میں آج ہم سب یہاں اکٹھے ہوئے ہیں ———

ہمارا یہ سربراہ منعقدہ کمیشن بنا رہا ہے ملک کی تاریخ کا بہت اہم رخ ہے اور آپ کو علم ہے کہ ہماری تنظیم کا دنیا کے بڑے بڑے ممالک کی سیاست اور فوج کا معاملات اور پریس پر مکمل کنٹرول ہے۔ آپ کو اچھی طرح علم ہے کہ اس وقت تمام دنیا کی دولت اور ذرائع آمدنی پر ہم یہودیوں کا تسلط ہے اب ہم نے یہاں جو فیصلے کریں گے وہ تقریباً دنیا کے تمام بڑے ممالک کو تسلیم کرنے پڑیں گے چنانچہ میں آپ سب کو اس بات کی پوری اجازت دیتا ہوں کہ آپ پاکیشیا سے بدلہ لینے کا کوئی خطرناک ترین منصوبہ پیش کریں تاکہ اس پر عمل کر کے ہم اپنے انتقام کے جذبے کی تسکین کر سکیں۔ اور ہماری مقدس تنظیم کا بھی دیگر ممالک کو اچھی طرح اندازہ ہو جائے" ——— سیکرٹری نے کہا اور پھر وہ بیٹھ گیا ———

چند لمحوں تک پورے ہال پر سکوت طاری رہا۔ پھر ایک جسیم شخص اٹھ کھڑا ہوا ———

"میرے پاس ایک تجویز ہے وہ یہ کہ پاکیشیا کے ہمسایہ ملک

کافرستان کو جو اس کا دشمن ہے اس بات پر مجبور کیا جائے کہ وہ پاکیشیا پر حملہ کر دے اور کافرستان کو بھرپور امداد دی جائے تاکہ وہ پاکیشیا کی اینٹ سے اینٹ بجا دے۔" ——

"لیکن ایک بات اس میں دوسری بھی ہے وہ یہ کہ پاکیشیا کافرستان سے طاقت میں پانچ گنا کم ہے مگر اس ملک کے عوام اور فوجی اس بے جگری اور دلیری سے لڑتے ہیں کہ کافرستان کو الٹا لینے کے دینے پڑ جائیں گے جیسا کہ پانچ سال پہلے کی جنگ کا نتیجہ ہوا تھا۔" ——

ایک اور ممبر نے رائے پیش کی ——

کمرے میں ایک بار پھر سکوت طاری ہو گیا کیونکہ ممبر کی یہ رائے اصل حقیقت تھی۔ اور اس کا احساس سب کو اچھی طرح تھا۔ ——

"ایک منصوبہ میرے پاس ہے وہ یہ کہ پاکیشیا کے دو ونگ ہیں۔ ایسٹ ونگ اور ویسٹ ونگ۔ حالیہ الیکشن میں سیاسی طور پر جو صورت حال سامنے آئی ہے اس کے مطابق مسٹر مطیع الرحمٰن کو اس بات پر اکسایا جائے کہ وہ پاکیشیا سے قطعی علیحدگی کا اعلان کر دے پاکیشیا کی فوج یا حکومت اس سلسلے میں مداخلت کریں تو کافرستان کی فوج حریت پسندوں کی امداد کے بہانے اپنی فوج ایسٹ ونگ میں داخل کر دے اور جنگ کی صورت میں تمام ممالک کھلم کھلا کافرستان کی امداد کریں۔ ظاہر ہے پاکیشیا اتنی بڑی طاقت تو ہے نہیں کہ وہ تمام ممالک کی امداد کے باوجود کافرستان کو شکست دے دے گی۔ اس طرح پاکیشیا کا ایسٹ ونگ جس کی آبادی پورے پاکیشیا کی نصف سے بھی زیادہ آبادی ہے اس سے علیحدہ ہو جائے گا۔ اور پاکیشیا کی کمر ٹوٹ جائے گی۔ اب دیکھنا ویسٹ ونگ تو ایسٹ ونگ کے علیحدہ ہو جانے پر ویسٹ

ونگ اپنے آپ کو بے سہارا سمجھنا شروع کر دے گا۔ اس کے عوام کا مورال ختم ہو جائے گا۔ وہاں ہر طرف مایوسی پھیل جائے گی۔ اس مایوسی سے فائدہ اٹھا کر ویسٹ ونگ کے چاروں صوبوں کو ایک دوسرے سے لڑا دیا جائے۔ اور نتیجہ یہ کہ پاکیشیا کا وجود ہی صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔ اس طرح وہ لوگ ہماری مقدس تنظیم کی توہین کا عبرت ناک انجام بھگتیں گے۔" —— ممبر نے تفصیل سے اپنا منصوبہ پیش کر دیا ——

"ویری گڈ ویری گڈ تھنکنگ۔" ——

اس منصوبے کو سنتے ہی سب ممبروں کے منہ سے بے اختیار داد و تحسین کے الفاظ نکلنے لگے کیونکہ منصوبہ اتنا جامع تھا کہ اس میں کوئی جھول نہیں تھا۔ اور پھر اس منصوبے پر عمل کر کے وہ صحیح معنوں میں پاکیشیا سے انتقام لے سکتے تھے۔" ——

"آپ لوگوں کو یہ بنیادی منصوبہ قبول ہے یا نہیں۔" ——

صدر مجلس نے تمام ممبران سے مخاطب ہو کر سوال کیا۔ ——

"بالکل قبول ہے مگر اس پر تفصیل سے بحث کی گنجائش موجود ہے۔" ——

ایک ممبر نے جواب دیا اور سب نے اس کی تائید میں ہاتھ اٹھا دیئے۔ ——

"ٹھیک ہے یہ منصوبہ فائنل ہو گیا ہے اب آپ اس میں مزید ترمیم کیلئے بحث کر سکتے ہیں۔" ——

صدر مجلس نے پُرمسرت لہجے میں کہا۔ سے بھی شاید ذاتی طور پر یہ خطرناک منصوبہ بے حد پسند آیا تھا ——

"اس منصوبے سے واضح ہے کہ ایسٹ ونگ اور ویسٹ ونگ میں بیک وقت کام کیا جائے تاکہ ویسٹ ونگ کے علیحدہ ہوتے ہی ایسٹ ونگ

میں بھی انتشار کی فضا قائم ہو جائے ؛ ——

ایک ممبر نے تجویز پیش کی ۔ ——

"ہاں یہ ضروری ہے مگر اس سلسلے میں ایک اور سوال در پیش ہے کہ ویسٹ ونگ میں جو پارٹی اکثریت میں آئی ہے اس کا لیڈر سیف علی انتہائی ذہین ہے۔ محب وطن دوسرے لفظوں میں ایک خطرناک شخصیت ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے منصوبے کو سبوتاژ کرنے میں کامیاب ہو جائے یا وہ مطیع الرحمٰن سے مل کر کسی متفقہ فارمولے پر پہنچنے میں کامیاب ہو جائے۔ اس لئے ہمارا مشن قطعی ناکام ہو جائے گا۔" ——

ایک اور ممبر نے اپنی رائے پیش کی ——

"اوّل تو ہماری یہ کوشش یہ ہونی چاہئے کہ مطیع الرحمٰن کی طرف سے ایسی شرائط پیش کر دی جائیں جو کسی بھی حالت میں قابل قبول نہ ہوں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ مسٹر سیف علی کو خریدنے کی کوشش کی جائے۔" ——

ایک ممبر نے تجویز پیش کی۔ ——

"جہاں تک مسٹر سیف علی کے خریدنے کا تعلق ہے مجھے یقین ہے کہ وہ شخص کبھی اور کسی قیمت پر نہیں بکے گا۔ البتہ فاضل ممبر کی پہلی تجویز بے حد مناسب ہے۔" ——

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم پاکیشیا کے موجودہ صدر کو خرید لیں۔ اس طرح ہمارا کام بے حد آسان ہو جائے گا۔" ——

انتہائی بائیں جانب بیٹھے ہوئے ایک ممبر نے تجویز پیش کی ——

"ہاں یہ زیادہ مناسب ہے صدر انتہائی کمزور شخصیت کا مالک ہے۔ اور اس کی تمام ہمدردیاں پوری دنیا پہ ظاہر من الشمس ہیں۔ ہم اسے بآسانی خرید سکتے

ہیں۔ اس طرح وہ خود ہی سیف علی کا بندوبست بھی کرے گا اور معاملات بخوبی انجام پذیر ہو جائیں گے۔" ——

دوسرے ممبر نے بھی تجویز کی تائید کر دی۔ ——

"اس فیصلے سے ہمیں ایک آسانی اور بھی ہو جائے گی وہ یہ کہ پاکیشیا کی سیکرٹ سروس انتہائی طاقت ور اور خطرناک گردانی جاتی ہے۔ جب ہم صدر مملکت کو خرید لیں گے تو وہ خود ہی سیکرٹ سروس کا انتظام بھی کرے گا۔ اور ہمیں مفت کی دردسری سے نجات مل جائے گی۔" ——

ایک اور ممبر نے تجویز کے حق میں رائے دیتے ہوئے کہا۔

"بہر حال سیکرٹ سروس سے نپٹنا تو ہمارے حمایتی ممالک کی سیکرٹ سروس کا کام ہے کہ وہ کس طرح اس پلان کو صحیح طریقے عمل پذیر لا سکتے ہیں ہمیں اس معاملے میں مزید بحث نہیں کرنا چاہئے۔" ——

صدر مجلس نے کہا ——

"ٹھیک ہے تو پلان کی تفصیلات مکمل ہو گئیں۔ اس پلان کی بنیادی باتیں حمایتی ممالک کو بھیج دی جاتی ہیں، وہ خود ہی اس کی جزئیات طے کر لیں گے۔" ——

ایک ممبر نے بحث مکمل کرتے ہوئے کہا۔ ——

"میرے خیال میں اس پلان کا کوڈ نام ہم آپریشن پاکیشیا رکھیں یا پھر کوئی اور اچھا مناسب نام تجویز کیا جائے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ پلان کے نام بے حد اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔" ——

صدر نے کہا ——

"میرے خیال میں اس پلان کا نام آپریشن سینڈوچ رکھا جائے۔ کیونکہ یہ انتہائی مناسب ترین نام ہے۔ سینڈوچ میں موجود آلو کے بھرتے کی طرح پاکیشیا بھی

بجھو ممالک کے درمیان پیس کر رہ جائے گا۔" ——

اسی ممبر نے جس نے یہ تجویز پیش کی تھی نام بھی پیش کر دیا — —

"یہ بہت اچھا نام ہے اور اس نام میں جامعیت موجود ہے۔" ——

صدرِ مجلس نے بے اختیار کہا ——

اور سب ممبروں نے بھی اس تجویز کی حمایت کر دی۔ ——

"آپریشن سینڈوچ کی فائل تیار کی جائے۔ اور سب ممبروں کے دستخطوں کے بعد اسے آپریشن ٹیم کو بھیج دیا جائے۔ تاکہ وہ جلد از جلد عملی کارروائیوں کا آغاز کر سکے۔" ——

صدرِ مجلس نے سیکرٹری سے مخاطب ہو کر کہا اور سیکرٹری نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ——

"یہ تاریخی میٹنگ برخواست کی جاتی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اس پلان سے ہم پاکیشیا کو ایک اچھا سبق دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ایک ایسا سبق کہ اس کی آئندہ نسلیں بھی کبھی ہماری مقدس تنظیم کے خلاف سوچنے کی جرأت نہیں کر سکیں گی۔" — ——

صدر نے کہا اور پھر میٹنگ برخواست کر دی ——

ایک لحاظ سے انہوں نے پاکیشیا کی قسمت پر مہر ثبت کر دی تھی۔ ——

ملکی حالات بے حد عجیب ہو رہے تھے۔ پاکیشیا اور کافرستان کے درمیان اعصابی جنگ شروع ہو چکی تھی۔ دونوں ممالک کے عوام کی ایک دوسرے کے ساتھ نفرت اس انتہا تک پہنچ چکی تھی کہ اب دنیا کی کوئی طاقت ان دونوں کو انتہائی قدم اٹھانے سے نہیں روک سکتی تھی۔ اور کسی بھی وقت ایک بھرپور اور فیصلہ کن جنگ کا آغاز ہو سکتا تھا۔ ——

ادھر بلیک زیرو دانش منزل میں بیٹھا اپنے خیالات میں غلطاں تھا۔ وہ پاکیشیا کی پوزیشن کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ اور پچھلے چند دنوں سے جس طرح عمران پر حملے شروع ہو گئے تھے اس سے صاف ظاہر تھا کہ معاملات کا آغاز ہو چکا ہے دشمن ممالک کے جاسوس اپنا کام شروع کر چکے تھے۔ عمران دو دن سے غائب تھا اور بلیک زیرو بے حد فکر مند ہو رہا تھا۔ ——

اچانک دروازہ کھلا اور عمران ایک آدمی کو کاندھے پر اٹھائے اندر داخل ہوا۔ اس نے بے ہوش آدمی کو صوفے پر پٹخا اور ایک کرسی گھسیٹ کر

بیٹھ گیا۔

"بلیک زیرو پوری طرح ہوشیار ہو جاؤ۔ معاملات بے حد خطرناک ہو گئے ہیں سیکرٹ سروس کے تمام ممبران کو خبردار کر دو کہ وہ اپنے فلیٹس چھوڑ کر دیگر ٹھکانوں پر تبدیل ہو جائیں اور ہر لمحہ الرٹ رہیں"۔

عمران نے بے انتہا سنجیدگی سے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب"۔

بلیک زیرو نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اسے ڈارک روم میں لے چلو اور اس کی اچھی طرح تلاشی لے لینا کہ کہیں اس نے سائنائیڈ کی سوئی یا کوئی زہریلا کیپسول اپنے جسم میں نہ چھپا رکھا ہو"۔

عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔ اور پھر ٹیلی فون کا سیٹ اپنی طرف گھسیٹ لیا۔

جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"ٹائیگر سپیکنگ"۔

دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر فوری طور پر رجسٹریشن آفس سے کار نمبر اے بی سی ۹۹۰ کے مالک کا پتہ کرو اور پھر اس کے متعلق تحقیقات کر کے مجھے رپورٹ دو"۔

عمران نے انتہائی سخت لہجے میں ٹائیگر کو احکام دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب میں جلد ہی آپ کو رپورٹ دوں گا"۔

ٹائیگر نے جواب دیا۔

اور عمران نے ریسیور رکھ دیا اور خود اٹھ کر ڈارک روم کی طرف چل دیا۔ بلیک زیرو اس بے ہوش شخص کو پہلے ہی ڈارک روم میں لے جا چکا تھا۔

"میں نے اس کی مکمل تلاشی لے لی ہے اس کے دانت میں زہریلا کیپسول موجود تھا جو میں نے نکال لیا ہے"۔

بلیک زیرو نے عمران کے ڈارک روم میں داخل ہوتے ہی کہا۔

"ٹھیک ہے اسے شکنجے میں کس دو۔ اور پھر اسے ہوش میں لے آؤ۔ آج اس سے تمام تفصیلات کا پتہ چلا کر ہی دم لوں گا"۔

عمران کے لہجے میں بے پناہ سنجیدگی تھی۔

ایک لمحے کے لئے تو بلیک زیرو کے جسم میں بھی سردی کی تیز لہر دوڑ گئی وہ اس شخص کے انجام کا تصور کرتے ہی گھبرا گیا تھا کیونکہ عمران کا لہجہ ہی بتلا رہا تھا کہ وہ تشدد میں آخری حد تک جانے کا فیصلہ کر چکا ہے"۔

بلیک زیرو نے اس شخص کے ہاتھ اور پاؤں دیوار سے لٹکے ہوئے مضبوط تسموں میں کس دیئے اور پھر ایک الماری کھول کر اس میں سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال لی۔ اس نے شیشی کا ڈھکن کھولا اور شیشی بے ہوش آدمی کی ناک سے لگا دی۔

چند لمحوں بعد وہ بے ہوش آدمی کسمسانے لگا۔ اور پھر جلد ہی اس نے آنکھیں کھول دیں۔ بلیک زیرو اور عمران دونوں خاموشی سے اس کے سامنے کھڑے اسے دیکھ رہے تھے۔

چند لمحوں تک اس کی آنکھوں میں خالی الذہنی کی کیفیت قائم رہی پھر رفتہ رفتہ شعور کی چمک ابھرنے لگی۔

اب وہ پوری طرح سے ہوش میں آ چکا تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے"۔

عمران نے ٹھوس لہجے میں پہلا سوال کیا۔

"تمہاری موت"۔۔۔

اس شخص نے عمران کو بغور دیکھتے ہوئے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔ شاید وہ کچھ نہ بتلانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔۔۔

"تمہارے دانت سے زہریلا کیپسول نکالا جا چکا ہے۔ اس لئے تم خودکشی نہیں کر سکتے چنانچہ تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم سے جو کچھ پوچھا جائے۔ اس کا صحیح صحیح جواب دے دو"۔۔۔

عمران کا لہجہ کسی چٹان کی طرح سخت تھا۔۔۔

ایک لمحے کے لئے اس شخص کے چہرے پر زردی کی لہر دوڑ گئی۔ مگر جلد ہی وہ سنبھل گیا۔۔۔

"تم بہرحال مجھ سے کچھ نہیں پوچھ سکتے"۔۔۔

اس شخص نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔۔۔

"فریقہ نمبر چار اس پر آزماؤ"۔۔۔

عمران نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا اور بلیک زیرو اثبات میں سر ہلا کر کمرے کے ایک کونے کی طرف بڑھ گیا۔ کونے میں ایک چھوٹی سی تپائی پر چند شیشیاں اور ایک سرنج پڑی تھی۔ بلیک زیرو نے سرنج اٹھا کر اس میں ایک شیشی میں موجود سبز رنگ کا محلول بھرا اور پھر سرنج لے کر اس آدمی کی طرف بڑھا۔۔۔

"اب بھی وقت ہے کہ تم میرے پہلے سوال کا جواب دے دو"۔۔۔

عمران نے اس سے مخاطب ہو کر نرم لہجے میں کہا۔۔۔

"میں تمہارے منہ پر تھوکنا بھی نہیں، جواب تو ایک طرف رہا"۔۔۔

اس نے بپھرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔۔۔

"میں نے صرف سوال کا جواب مانگا تھا۔ اپنے منہ پر تھوکنے کے لئے تو نہیں کہا تھا۔ بہرحال شکریہ"۔۔۔

عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اس کی مسکراہٹ بے حد زہریلی تھی۔۔۔

بلیک زیرو نے اس کی ران میں سوئی گھونپ دی اور پھر ایک جھٹکے سے سرنج میں موجود محلول اس کے جسم میں منتقل ہو گیا۔ سرنج کے خالی ہوتے ہی بلیک زیرو نے سوئی واپس کھینچ لی اور چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔۔۔

چند لمحوں تک وہ شخص خاموش بیٹھا رہا پھر اچانک اس کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ آنکھوں میں تکلیف کے آثار ابھر آئے۔۔۔

"یہ تم نے کیا کر دیا میرا جسم پھول رہا ہے"۔۔۔

اس نے بے اختیار چیختے ہوئے کہا اور واقعی اس کا جسم یوں پھولتا جا رہا تھا۔ جیسے کوئی غبارے میں ہوا بھر رہا ہو۔۔۔

"تو کیا ہوا تمہارے اس جسم کو پھول ہی بنا رہے ہیں۔ مگر گلاب کا پھول نہیں گوبھی کا پھول"۔۔۔

عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔۔۔

اور دوسرے لمحے ڈارک روم اس شخص کی بھیانک چیخوں سے گونجنے لگا اس کا تمام جسم لمحہ بہ لمحہ برابر پھولتا جا رہا تھا۔ اور تکلیف کی شدت سے اس کی آنکھیں ابل کر پھٹنے کے قریب ہو گئی تھیں۔ چہرہ پھول کر مسخ ہو گیا تھا اور وہ شکنجے میں کسا ہوا مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا۔۔۔

اور عمران بڑے اطمینان سے کرسی پر بیٹھا ہوا اسے یوں دیکھ رہا تھا۔ جیسے بچے کسی سرکس میں مسخرے کے کرتب دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔۔۔

"بتاؤ تمہارا نام کیا ہے ورنہ چند لمحوں بعد تمہارا جسم پھٹ جائے گا، ایک غبارے کی طرح" ——

بلیک زیرو نے اس بار سخت لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بتاتا ہوں بتاتا ہوں خدا کے لئے مجھے اس مصیبت سے نجات دلاؤ" ——

نووارد نے اٹک اٹک کر جواب دیا ——

بلیک زیرو نے عمران کی طرف دیکھا —— اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا!

بلیک زیرو آگے بڑھا اور اس نے اسی سرنج میں اب سرخ رنگ کا محلول بھرا اور نووارد کے غبارے کی طرح پھولے ہوئے جسم میں انجیکٹ کر دیا ——

چند لمحوں بعد ہی اس انجیکشن کا ردعمل شروع ہو گیا اور اس کا جسم آہستہ آہستہ گھٹنے لگا ——

تقریباً دس منٹ بعد وہ اپنی سابقہ پوزیشن میں آ گیا ——

"مجھے پانی پلاؤ" ——

اس نے ہانپتے ہوئے بلیک زیرو سے کہا اور بلیک زیرو نے پانی کا گلاس اس کے منہ سے لگا دیا ——

"بتاؤ تمہارا نام کیا ہے" ——

عمران نے ٹھوس لہجے میں سوال کیا ——

"کارمن" اس نے بڑی شرافت سے اپنا نام بتلا دیا ——

"کس ملک سے تعلق رکھتے ہو" ——

عمران نے سوال کیا ——

"ایکریمیا سے" کارمن نے جواب دیا ——

"پاسپورٹ پر آئے ہو" ——

"جی ہاں سیاحت کا پاسپورٹ ہے میرے پاس" ——

کارمن نے جواب دیا ——

"کس تنظیم سے تعلق رکھتے ہو" ——

عمران نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا ——

کارمن کی آنکھوں میں چند لمحوں تک کشمکش کے آثار واضح ہوئے اور پھر اس نے جواب دیا۔

"فری مین تنظیم"

"اوہ" —— تنظیم کا نام سن کر عمران اور بلیک زیرو دونوں بری طرح چونک پڑے مگر اس سے پہلے کہ وہ کوئی اور سوال کرتے اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا اور دوسرے لمحے کمرے کی چھت نیچے آ گری ——

عمران اور بلیک زیرو دونوں نے دھماکہ ہوتے ہی دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ مگر چھت کا ملبہ ان پر آ پڑا ——

اور پھر کمرہ تیز چیخوں اور چھت کے گرنے کے دھماکے سے گونج اٹھا چیخیں آہستہ آہستہ دم توڑتی چلی گئیں اور چاروں طرف گرد کے بادل چھا گئے ——

صفدر ایکسٹو کے حکم کے مطابق امپائر ہوٹل میں منتقل ہو چکا تھا اور بدلتے ہوئے حالات کی نزاکت کے پیش نظر اب وہ مستقل طور پر میک اپ میں رہنے لگا تھا اس وقت بھی وہ کمرے میں بیٹھا آج کل کے ملکی حالات پر غور کر رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور کیپٹن شکیل اندر داخل ہوا۔ کیپٹن شکیل نے اسی ہوٹل میں صفدر کے ساتھ والا کمرہ ریزرو کرایا تھا اور دونوں غیر ملکی سیاحوں کے میک اپ میں تھے۔۔۔۔

"کیا ہو رہا ہے صفدر صاحب" ——

کیپٹن شکیل نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ——

"سوچ رہا ہوں کہ ایکسٹو نجانے ابھی تک ہمیں استعمال کیوں نہیں کر رہا"

صفدر نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔ ——

"شاید کثرت استعمال سے ہم اتنے گھس چکے ہیں کہ اب آئندہ استعمال کے قابل نہیں رہے" ——

کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور صفدر بھی مسکرا دیا ——

"عمران صاحب کے ساتھ رہ کر آپ کی حس مزاح کو جلا ملتی جا رہی ہے"

—— صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ——

"ہاں کچھ نہ کچھ تو اثر ہونا چاہئے مگر آپ تو مجھ سے بھی زیادہ عرصے سے عمران

کے ساتھ ہیں۔ مگر آپ تو نہیں بدلے" ——

کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔ ——

"شکیل صاحب اپنی اپنی فطرت ہوتی ہے۔ میں ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا تھا بچپن سے ہی میرے افراد خانہ ریل کے حادثے میں ختم ہو گئے تھے —— جب سے شعور کی آنکھ کھولی ہے میں نے اس بھری دنیا میں اپنے آپ کو اکیلا ہی پایا ہے۔ چونکہ تلخ حقیقتوں کو میں نے بہت قریب سے دیکھا ہے اس لئے شروع سے میری فطرت سنجیدگی کے ڈھب پر ڈھل گئی ہے"۔۔

صفدر نے پرانی یادوں کو کریدتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔ ——

"ہر شخص دنیا میں اکیلا ہوتا ہے۔ یہ رشتے ناطے تو صرف نام کے ہوتے ہیں ورنہ وقت آنے پر کوئی کسی کا ساتھ نہیں دیتا" ——

کیپٹن شکیل پر بھی فلسفے کا دورہ سوار ہو گیا۔۔

اس سے پہلے کہ صفدر کوئی جواب دیتا ٹیلی فون کی گھنٹی اچانک بج اٹھی ——

صفدر نے رسیور اٹھا لیا۔۔۔ ——

"یس ہنری سپیکنگ" —— صفدر نے غیر ملکی لہجے میں کہا میک اپ میں اس نے اپنے لئے یہی نام تجویز کیا تھا۔ وہ ہوٹل میں بھی اس کا کمرہ اسی نام سے بک تھا۔ ——

"کیا کر رہے ہو اس وقت" ——

دوسری طرف سے آواز سنائی دی اور صفدر چونک پڑا کیونکہ وہ جولیا کا لہجہ بخوبی سمجھتا تھا جولیا شاید ہوٹل کی وجہ سے اپنا نام لینے سے گریز کر رہی تھی ——

"مارٹن کے ساتھ بیٹھا گپ شپ کر رہا ہوں" ——

صفدر نے کیپٹن شکیل کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا —— اور

کیپٹن شکیل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تیرنے لگی۔ ——

"ایسا کرو فوری طور پر تم اور مارٹن فری مین تنظیم کے مقامی ہیڈ البرٹ رابرٹ سے ملو۔ اسے کہنا کہ ہمیں ایمان نے بھیجا ہے کوئی کام دو۔ پھر مجھے اس کام کی رپورٹ دیتے رہنا۔ اور بے حد ہوشیاری سے کام لینا کیونکہ وہ لوگ بیحد چالاک اور ہوشیار ہیں" ——

جولیا نے انہیں احکام دیتے ہوئے کہا۔ ——

"رپورٹ نئے نمبر پر دینا۔۔۔۔۔۔" صفدر نے فقرہ جان بوجھ کر نامکمل چھوڑ دیا۔ ——

"نئے نمبر پر" —— جولیا نے مختصر سا جواب دیا۔

اور رابطہ ختم ہو گیا۔ ——

صفدر نے خاموشی سے رسیور رکھا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ ——

"چلو ہم ابھی استعمال کے قابل ہیں" —— صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل بے اختیار مسکرا دیا۔ ——

صفدر نے کمرے سے باہر نکل کر کمرہ لاک کیا اور پھر چابی کاؤنٹر پر دے کر وہ دونوں ہوٹل کے گیٹ سے باہر نکل گئے ——

"فری مین کا مقامی ہیڈ کوارٹر چرچ روڈ پر ہے" —— صفدر نے کیپٹن شکیل سے تصدیق چاہی۔ ——

"ہاں" —— کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"ہمیں وہاں اس کے ہیڈ رابرٹ البرٹ سے ملنا ہے اور ایمان کا حوالہ دے کر کام چاہئے" ——

صفدر نے کیپٹن شکیل کو بتایا اور کیپٹن شکیل نے اثبات میں سر ہلا دیا ——

"میرا خیال ہے اس بار فری مین ہمارے مقابلے میں آ رہی ہے" ——

صفدر نے اپنی رائے پیش کی۔ ——

"اس حرکت سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے" —— کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔ ——

جلد ہی انہیں ایک خالی ٹیکسی مل گئی ——

"چرچ روڈ چلو" —— صفدر نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا اور ٹیکسی تیزی سے سڑک پر دوڑنے لگی ——

دونوں خاموش بیٹھے اپنی اپنی جگہ سوچ رہے تھے۔ ——

جلد ہی ٹیکسی چرچ روڈ پر پہنچ گئی۔ چرچ کے سامنے صفدر نے ٹیکسی رکوائی اور پھر وہ دونوں نیچے اتر آئے۔ صفدر نے ایک نوٹ ٹیکسی ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھا اور آگے بڑھ گیا۔ ——

چرچ کی عمارت کے احاطے میں ایک اور عمارت موجود تھی۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھے۔ ——

گیٹ کے باہر موجود دربان انہیں اپنی طرف آتے دیکھ کر تعظیماً اٹھ کھڑا ہوا۔

"مسٹر البرٹ رابرٹ سے ملنا ہے ایمرجنسی" —— صفدر نے دربان سے کہا۔ ——

اور دربان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ انہیں لے کر ایک کمرے میں آیا جو اپنی ہیئت سے ڈرائنگ روم معلوم ہو رہا تھا ——

"تشریف رکھئے میں انہیں اطلاع کرتا ہوں" —— ——

دربان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر کمرے سے باہر نکل آیا ——

چند لمحوں بعد دربان واپس آیا۔ ——

"وہ بھی تشریف لا رہے ہیں۔ چند منٹ انتظار فرمائیے"۔ ——

اور صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

تقریباً پانچ منٹ بعد ایک گنجے سر کا ادھیڑ عمر غیر ملکی ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ صفدر اور کیپٹن شکیل اس کے احترام میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ ——

"تشریف رکھئے صاحبان۔ مجھے رابرٹ البرٹ کہتے ہیں اور میں اس چرچ کا انچارج ہوں"۔ —— رابرٹ البرٹ نے مسکراتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔

"مجھے صفدر کہتے ہیں۔ اور یہ میرے ساتھی مارٹن ہیں۔ ہمیں ایبان نے بھیجا ہے"۔ ——

صفدر نے بھی جواباً اپنا تعارف کرایا۔ ——

ایبان کا نام سنتے ہی البرٹ بری طرح چونک اٹھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار صاف جھلکنے لگے۔ ——

"آپ اس ملک میں کب تشریف لائے ہیں"۔ ——

البرٹ نے جیسے آپے پر قابو پاتے ہوئے سوال کیا۔ ——

"آج صبح کی فلائٹ سے ہوٹل پہنچا تو ہمیں ہم نے کمرے بک کرائے ہیں اور تھوڑا سا ریسٹ لینے کے بعد سیدھے آپ کے پاس پہنچے ہیں کیونکہ ہمیں یہی ہدایت کی گئی تھی"۔ ——

صفدر نے جواب دیا۔ ——

"ایبان نے آپ کو کس لئے بھیجا ہے"۔ ——

البرٹ نے غور سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔ ——

"یہ تو آپ بہتر جان سکتے ہیں ہمیں تو یہی بتایا گیا ہے کہ آپ سے ملیں اور ہمیں کام دیا جائے گا"۔ —— صفدر نے جواب دیا۔

"اچھا ایک منٹ توقف کیجئے میں ابھی حاضر ہوتا ہوں"۔ ——

البرٹ اچانک اٹھ کھڑا ہوا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ ——

صفدر نے معنی خیز نظروں سے کیپٹن شکیل کو دیکھا اور پھر اٹھ کر بیرونی دروازہ کی طرف بڑھا۔ شاید وہ البرٹ کے پیچھے جانا چاہتا تھا۔ مگر دروازے سے واپس لوٹ آیا۔ ——

"نمبر وہاں موجود ہے"۔ ——

اس نے سرگوشی کے انداز میں کیپٹن شکیل سے کہا۔ ——

"البرٹ شاید ہوٹل سے تصدیق کرنے گیا ہے یا پھر ایبان سے"۔ ——

کیپٹن شکیل نے پہلی دفعہ زبان کھولی۔ ——

"ہمیں تو یہ بھی علم نہیں کہ ایبان کون ذات شریف ہیں اور نہ ہی یہ معلوم ہے کہ وہ کس ملک میں ہے۔ میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ اگر البرٹ نے یہ پوچھ لیا کہ کس ملک سے آئے ہو تو کیا کہوں گا"۔ ——

صفدر نے جواب دیا۔ ——

"بہرحال یہ طے ہے کہ ایبان کسی غیر ملک میں ہے اور ظاہر ہے اتنی جلدی البرٹ غیر ملک سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا۔ وہ ضرور ہوٹل سے تصدیق کرنے گیا ہوگا"۔ ——

کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔ ——

اس سے پہلے کہ صفدر کوئی جواب دیتا البرٹ دوبارہ کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے پیچھے دربان ٹرالی دھکیلتا اندر آ رہا تھا۔ ——

"آپ چائے پیجئے اور پھر ہوٹل چلے جائیے جلد ہی میں آپ کو بھی کام دوں گا"۔

—— اس بار البرٹ کا لہجہ سپاٹ تھا۔ ——

"آپ نے جو آرڈر دیئے ہیں۔ ہمیں بٹھا دیا ہے یہاں تک کہ ہم کام شروع کر سکیں۔ فارغ بیٹھنا ہماری فطرت کے خلاف ہے۔" ——

اس بار کیپٹن شکیل نے البرٹ کو جواب دیا ——

"ہاں میں جانتا ہوں کہ ایمان کسی کاہل آدمی کو یہاں نہیں بھیج سکتا۔ مگر ......"

البرٹ شاید اسی لئے خاموش ہو گیا تھا کہ دربان نے چائے تیار کر کے ان کے سامنے رکھنی شروع کر دی تھی۔ ——

"تم باہر بیٹھو ہمیں کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں" —— البرٹ نے دربان سے کہا جو چائے دے کر ایک طرف مؤدبانہ انداز میں کھڑا ہو گیا تھا۔ شاید کسی نئے حکم کے انتظار میں۔ ——

"یس سر" —— دربان نے کہا اور پھر تیزی سے باہر نکل گیا۔ ——

"مسٹر ہنری اور مارٹن یہاں آپ کے ذمے انتہائی اہم کام سونپ رہا ہوں۔ اس کام کی اہمیت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ میں نے خصوصی طور پر ایمان سے قابل بھروسہ اور انتہائی ہوشیار افراد بھیجنے کی درخواست کی تھی۔" ——

البرٹ نے تمہید باندھی۔ ——

صفدر اور کیپٹن شکیل بڑی توجہ سے اس کی بات کو سن رہے تھے۔ کیونکہ البرٹ اب اپنے اصل موضوع پر آ رہا تھا اور یہی بات ان کے لئے اہم تھی۔ اس سے پہلے کہ البرٹ مزید کچھ کہتا دربان اندر داخل ہوا۔ اس نے ایک کارڈ البرٹ کے ہاتھ میں تھما دیا ——

البرٹ کارڈ دیکھ کر اس بری طرح چونکا جیسے اسے اچانک کسی بچھو نے کاٹ لیا ہو۔ اس نے صفدر اور کیپٹن شکیل پر نظر ڈالی اور پھر دربان سے کہا۔

"انہیں اندر لے آؤ۔" ——

دربان واپس چلا گیا۔ صفدر اور کیپٹن شکیل کو البرٹ کے یوں چونکنے اور بے اختیار اپنی عرث دیکھنے سے کسی فوری خطرے کا احساس ہو گیا۔ اس لئے وہ بھی سنبھل کر بیٹھ گئے۔ ——

دوسرے لمحے دو غیر ملکی اندر داخل ہوئے۔ البرٹ ان کے استقبال کیلئے اٹھ کھڑا ہوا۔ چنانچہ مجبوراً صفدر اور کیپٹن شکیل کو بھی اٹھنا پڑا۔ ——

"مسٹر البرٹ رابرٹ" ——

ایک لمبے تڑنگے غیر ملکی نے ان تینوں کو باری باری دیکھتے ہوئے کہا ——

"تشریف رکھیئے مجھے البرٹ رابرٹ کہتے ہیں" —— البرٹ نے معنی خیز نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا اور دونوں صوفے پر بیٹھ گئے۔ —— ایک لمحے کے لئے انہوں نے صفدر اور کیپٹن شکیل کی طرف دیکھا اور پھر سوالیہ نظروں سے البرٹ کی طرف دیکھنے لگے۔ جیسے اس سے پوچھ رہے ہوں کہ ان کی موجودگی میں بات کریں یا نہ کریں۔ ——

"ہمیں ایمان نے بھیجا ہے" ان میں سے ایک نے کہا۔ ——

اور البرٹ کے ساتھ ساتھ صفدر اور کیپٹن شکیل بھی اچھل پڑے۔ دوسرے لمحے اچانک صفدر اور کیپٹن شکیل نے ریوالور نکال لئے —— ——

"یہ غلط آدمی ہیں۔ ایمان نے تو ہمیں بھیجا ہے۔" ——

صفدر نے سخت لہجے میں جواب دیا۔ اور وہ دونوں نو وارد جو صفدر اور شکیل کی اس حرکت کو حیرت سے دیکھ رہے تھے یہ بات سن کر چونک پڑے۔

"کیا مطلب!" ——

ان دونوں نے بیک وقت البرٹ سے پوچھا۔ ——

"ہبرٹ جو کرسی پر بیٹھا بغور چاروں کو دیکھ رہا تھا چہرے سے مسکرا دیا ۔۔ اور پھر بولا ۔۔۔

"ان دونوں حضرات کو بھی ایمان نے بھیجا ہے اور آپ کو بھی۔ جب کہ اس نے صرف دو آدمیوں کو بھیجا تھا آپ میں سے دو حضرات نقلی ہیں کون نقلی ہیں اور کون اصلی۔ اس بات کا فیصلہ آپ نے خود کرنا ہے" ۔۔۔

البرٹ نے انتہائی سخت لہجے میں کہا ۔۔۔

وہ دونوں یہ بات سن کر صفدر اور کیپٹن شکیل کو سخت نظروں سے گھورنے لگے ۔۔۔

"جلدی بتاؤ۔ تمہیں کس نے بھیجا ہے۔ ورنہ میں گولی چلانے سے بھی دریغ نہیں کروں گا" ۔۔۔

صفدر نے سخت لہجے میں ان دونوں سے کہا۔

"ایمان نے" ۔۔۔ ان میں سے ایک نے سنجیدہ لہجے میں کہا ۔۔۔

"غلط ایمان نے ہمیں بھیجا ہے تم ضرور دشمنوں کی طرف سے آئے ہو"

۔۔۔ صفدر نے غراتے ہوئے کہا ۔۔۔

عجیب مضحکہ خیز سچویشن پیدا ہو گئی تھی۔ صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں یہ بات تو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ وہ دونوں ہی نقلی ہیں۔ مگر ظاہر ہے انہیں اپنی اصلیت ثابت کرنے کے لئے مزید ثبوت دینے پڑتے۔ اور ایمان کے نام کے علاوہ وہ کچھ جانتے نہیں تھے ۔۔۔

"ٹھہریئے ابھی فیصلہ ہو جائے گا" ۔۔۔

البرٹ نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روکتے ہوئے کہا ۔۔۔

"آپ ایمان کے متعلق کیا جانتے ہیں" ۔۔۔

اس نے صفدر سے سوال کیا ۔۔۔

"میں یہاں ان کے سامنے کچھ بتلانا نہیں چاہتا۔ یہ ایک اہم راز ہے اور ان دشمن افراد کے سامنے میں اس راز کو عیاں کرنا خطرناک سمجھتا ہوں" ۔۔۔

صفدر نے گول مول انداز میں جواب دیا ۔۔۔

اب تو البرٹ بھی الجھن میں پڑ گیا۔ وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اس بات کا فیصلہ کیسے کرے کہ ان چاروں میں سے دو اصلی کون سے ہیں ۔۔۔

اچانک وہ دونوں غیر ملکی اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں بھی ریوالور چمک رہے تھے۔ اور ان کی آنکھیں اس بات کی غمازی کر رہی تھیں کہ وہ دوسرے لمحے صفدر اور کیپٹن شکیل پر گولی چلانے والے ہیں کیونکہ ظاہر ہے انہیں اس بات کا یقین تھا کہ وہ اصلی ہیں۔ کیپٹن شکیل ان کی نگاہوں سے ان کا مطلب سمجھ گیا اور دوسرے لمحے اس نے ٹریگر دبا دیا اور ٹرچ ٹرچ کی آوازیں آئیں اور ان دونوں کے ہاتھوں سے ریوالور نکل گئے ۔۔۔ ریوالور ہاتھوں سے نکلتے ہی ان دونوں نے تیزی سے صفدر اور کیپٹن شکیل پر چھلانگیں لگا دیں۔ صفدر پھرتی سے ایک طرف ہو گیا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ کیپٹن شکیل ان دونوں کو سنبھال لے گا۔ اس لئے اس نے البرٹ کے پہلو سے ریوالور کی نال لگا دی۔ وہ البرٹ کو کسی بھی قیمت پر کمرے سے باہر جانے سے روکنا چاہتا تھا ۔۔۔

وہ دونوں بیک وقت کیپٹن شکیل پر آ پڑے۔ کیپٹن شکیل پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا اور وہ دونوں جیسے ہی آگے بڑھے کیپٹن شکیل کی لات پوری قوت سے ایک آدمی کی کمر پر پڑی اور وہ اچھل کر سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس کے سر پر خاصی ضرب آئی تھی کہ وہ دیوار کے ساتھ ہی

فرش پر گر گیا تھا۔ ——

دوسرے نے جست کر کیپٹن شکیل کے اس ہاتھ پر لات ماری جس میں اس نے ابھی تک ریوالور پکڑا ہوا تھا۔ اور کیپٹن شکیل کے ہاتھ سے ریوالور نکل گیا۔ مگر دوسرے لمحے کیپٹن شکیل نے دونوں ہاتھ اس کے بازوؤں پر رکھے اور پھر ایک زوردار جھٹکے سے اس آدمی کے پیر زمین سے اکھڑتے چلے گئے اور وہ ایک دھماکے سے کیپٹن شکیل کے سر سے ہوتا ہوا اچھل کر دیوار سے جا ٹکرایا —— دیوار سے ٹکرا کر وہ جیسے ہی زمین پر گرا کیپٹن شکیل نے آگے بڑھ کر پوری قوت سے اس کی کنپٹی پر بوٹ کی ٹھوکر مار دی اور اس کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے ——

پہلا آدمی تو پہلے ہی بے ہوش ہو چکا تھا اور دوسرا ایک مزید ضرب کے ذریعے بے ہوشی کی قلمرو میں داخل ہو گیا ——

کیپٹن شکیل نے اطمینان سے ہاتھ جھاڑے اور پھر آگے بڑھ کر اپنا ریوالور اٹھا لیا۔ ——

صفدر ابھی تک البرٹ کو کور کیے کھڑا تھا۔ البرٹ بڑی خاموشی اور بے پناہ سنجیدگی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ ——

"بیٹھ جائیے مسٹر البرٹ اب تو آپ کو یقین آگیا ہو گا کہ یہ دونوں افراد اصلی نہیں تھے" ——

صفدر نے البرٹ کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ——

"وہ کیسے" —— البرٹ نے جواب دیا۔ ——

"وہ اس طرح کہ آپ نے دیکھا کہ تارزن نے اکیلا ہونے کے باوجود دو منٹ میں ان دونوں کو زمین بوس کر دیا۔ اب تم خود سوچ سکتے ہو کہ

لیکن ان بزدل رپ کے آدمی اتنی اہم مہم پر بھیجنے سے تو رہا ——

صفدر سے جب اور بات نہ بن سکی تو یہ دلیل دی۔ گو وہ یہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ اس سے بوگس دلیل اس نے اس سے پہلے کبھی نہیں دی تھی۔ ——

"ہونہہ بہر حال تم دونوں اپنے ہوٹل واپس جاؤ میں تمہیں بعد میں کال کروں گا —— اس وقت میں ذہنی طور پر بے حد الجھ چکا ہوں۔ اور ابھی مجھے ان دونوں کا بندوبست بھی کرنا ہے" ——

البرٹ نے کھرے لہجے میں جواب دیا۔ ——

صفدر نے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھا اور کیپٹن شکیل نے آنکھ سے چلنے کا اشارہ کر دیا۔ ——

"بہتر مسٹر البرٹ ہم دونوں چلتے ہیں۔ ہم آپ کے آئندہ احکام کا انتظار کریں گے" ——

صفدر نے کہا۔ ——

اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئے۔ دربان غائب تھا۔ ——

چند ہی لمحوں میں وہ چرچ سے باہر آ گئے ——

"کیپٹن تم جولیا کو رپورٹ دو۔ میں یہیں رک کر ان کی نگرانی کرتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ اب ہمارا یہ حربہ تو ختم ہو چکا ہے" ——

صفدر نے کیپٹن شکیل سے کہا۔ ——

اور کیپٹن شکیل سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ——

تمام ممبران کے اپنی اپنی جگہ بیٹھنے کے بعد صدر مملکت تشریف لائے اور ان کے بیٹھتے ہی اعلیٰ سول اور فوجی حکام کی خصوصی میٹنگ کی کارروائی شروع ہو گئی ——

یہ میٹنگ صدر مملکت نے ملکی حالات کی نزاکت کے پیش نظر طلب کی تھی۔ اس میٹنگ میں اسٹینو موجود نہیں تھا کیونکہ اس میٹنگ کا تعلق آئندہ کے لئے انتظامی اور فوجی اقدامات کے متعلق فیصلہ کرنا تھا۔ اور ظاہر ہے اسٹینو کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا ——

صدر مملکت نے کارروائی کا آغاز اپنی تقریر سے کیا جس کا لب لباب یہ تھا کہ ملک کے حالات انتہائی خطرناک ہو چکے ہیں۔ ایسٹ ونگ اکثریتی پارٹی کے لیڈر مطیع الرحمٰن نے دبے لفظوں میں علیحدگی کا اعلان کر دیا ہے اور ویسٹ ونگ کے مسٹر سیف علی کی حتی الامکان کوششوں کے باوجود مسٹر مطیع الرحمٰن کسی سمجھوتے پر راضی نہیں ہوئے۔ ادھر کافرستان نے اپنی فوجیں حریت پسندوں کے بھیس میں ایسٹ ونگ میں بھیج دی ہیں۔ اور وہاں انتہائی زوردار پیمانے پر مسلح جدوجہد کا آغاز ہو چکا ہے جس میں مسٹر مطیع الرحمٰن نے ایسٹ ونگ میں مکمل نافرمانی کی تحریک کا آغاز کر دیا ہے۔ اور کافرستان کی فوجیں ایسٹ اور ویسٹ دونوں ونگز میں گھسنے کے لئے تیار بیٹھی ہوئی ہیں۔

ان حالات میں ہمیں کیا فیصلے کرنے چاہئیں۔ اس کے لئے یہ میٹنگ طلب کی گئی ہے ——

"کیا میں یہ پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں جناب کہ اس اہم ترین اور خصوصی میٹنگ میں ایکریمیا کے سفیر کو کیوں بلایا گیا ہے"۔ ——

سیکرٹری وزارت خارجہ مسٹر سلطان نے کھڑے ہو کر پہلا سوال کیا۔ ——

"مسٹر سلطان آپ تشریف رکھئے یہ ٹھیک ہے کہ آپ وزارت خارجہ کے سیکرٹری ہیں مگر آپ کو علم ہونا چاہئے کہ مسٹر میگا ج میری خصوصی دعوت پر اس میٹنگ میں شریک ہوئے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کی شرکت بے انتہا ضروری ہے وہ ہمیں آئندہ فیصلوں کے بارے میں مفید مشورے دے سکتے ہیں"۔ ——

صدر مملکت نے تلخ لہجے میں مسٹر سلطان کو جواب دیا۔ ——

اور مسٹر سلطان کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا مگر حکم حاکم مرگ مفاجات کے مصداق وہ خون کا گھونٹ پی کر بیٹھ گئے۔ ——

"ہمیں خود کافرستان پر حملہ کر دینا چاہئے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہم چند ہی دنوں میں کافرستان کے دارالحکومت دہلی کو فتح کر لیں گے"۔ ——

کمانڈر انچیف نے کھڑے ہو کر کہا۔ ——

ان کی اس بات پر پورے ہال میں گھمبیر سی خاموشی چھا گئی۔ چند لوگ حیرت سے ایک دوسرے کے منہ کو دیکھ رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ کمانڈر انچیف جیسے ذمہ دار آدمی کے منہ سے اس قسم کی احمقانہ بات کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ——

ان حالات میں جبکہ بین الاقوامی طور پر پاکیشیا کی پوزیشن صفر کے برابر تھی

کافرستان پر حملہ کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا ——

"آپ حضرات کا کیا خیال ہے؟" ——

صدرِ مملکت نے کمانڈر انچیف کی بات پر رائے طلب کرتے ہوئے کہا ——

"مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے جناب کہ کمانڈر انچیف صاحب نے بغیر کچھ سوچے سمجھے یہ بات کہہ دی ہے ہمیں کسی حال میں بھی کافرستان پر حملہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ ہمیں تو ان حالات میں کسی نہ کسی طرح جنگ کے خطرے کو ٹالنا چاہیے تاکہ ہم اطمینان سے ایسٹ ونگ میں اپنی پوزیشن کو مضبوط بنا سکیں" ——

سیکرٹری وزارتِ دفاع نے اٹھ کر اعتراض کیا ——

"آپ کی کیا رائے ہے؟" ——

صدرِ مملکت نے ایکریمی سفیر مسٹر بیگان سے مخاطب ہو کر کہا ——

"میرے خیال میں جنگ ناگزیر ہے۔ جنگ تو بہرحال ہونی ہے۔ مگر فی الحال آپ کو خود جنگ نہیں چھیڑنی چاہیے۔ اگر آپ نے خود حملہ کیا تو میری حکومت آپ کی امداد نہیں کر سکے گی۔ دوسری صورت میں اگر کافرستان حملہ کرے گا تو ہم پورے طور پر آپ کی امداد کریں گے" ——

مسٹر بیگان نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا ——

"ٹھیک ہے ہم حملے میں پہل نہیں کریں گے" ——

صدرِ مملکت نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے صدرِ مملکت کی حیثیت سر ماسٹر دالٹن کی سی ہو چکی ہے — کہ جیسا مالک نے کہہ دیا ویسا ہی صدرِ مملکت نے دہرا دیا ——

"ایسٹ ونگ کے بارے میں میرا خیال ہے کہ ہمیں یہ تحریک پوری قوت

سے کچل دینی چاہیے۔ حتیٰ کہ اگر اس اقدام سے ایسٹ ونگ کی آدھی آبادی بھی کیوں نہ قتل ہو جائے۔ تب بھی کوئی پرواہ نہیں" ——

وزیرِ دفاع نے ایسٹ ونگ کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر سے ممبران کو آگاہ کیا ——

"سر اس سے حالات مزید بگڑ جائیں گے۔ کبھی بھی کوئی تحریک قوت کے ذریعے نہیں کچلی جا سکتی۔ طاقت استعمال کرنے سے تحریکیں ہمیشہ مزید ابھرتی ہیں ہمیں ان نازک حالات میں کوئی جذباتی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ ہر قدم انتہائی غور و فکر اور ہر فیصلہ انتہائی ٹھنڈے دماغ سے کرنا چاہیے۔ ہمیں مسٹر مطیع الرحمٰن سے بات چیت کے ذریعے کسی فیصلے پر پہنچنا چاہیے تاکہ ان کی یہ تحریک علیحدگی پر منتج نہ ہو" ——

مسٹر سلطان سے نہ رہا گیا تو وہ ایک بار پھر بول پڑے ——

"اب بات چیت کا وقت گزر چکا ہے۔ اگر ہم نے مزید ذرا سی بھی ڈھیل دی تو مسٹر مطیع الرحمٰن ایسٹ ونگ کی قطعی علیحدگی کا اعلان کر دیں گے اور کافرستان پہلا ملک ہوگا جو اسے تسلیم کر لے گا۔ اور پھر کئی اور ملک بھی اسے تسلیم کر لیں گے۔ اس وقت یہ بین الاقوامی مسئلہ بن جائے گا۔ اور ہم قطعی بے بس اور بے یار و مددگار رہ جائیں گے" ——

وزیرِ داخلہ نے رائے پیش کی ——

"میرا خیال ہے کہ ویسٹ ونگ کے لیڈر مسٹر معیف علی کو مسٹر مطیع الرحمٰن سے ملنے کا ایک موقع اور دینا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں کسی سمجھوتے پر راضی ہو جائیں۔ اور ہم اس خطرناک صورت حال سے بچ نکلیں" ——

ایک فوجی کمانڈر نے رائے پیش کی ——

" مسٹر سیف علی کون ہے اور اس کی کیا حیثیت ہے۔ فیصلہ میں نے کرنا ہے اس لئے نہیں اور میں وزیر داخلہ کی رائے سے متفق ہوں۔ اب ہمیں مزید وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ میں آج مسٹر سلیم الرحمٰن کی فوری گرفتاری اور بیسٹ ڈگنگ میں فوری ایکشن کا حکم جاری کر دیتا ہوں "۔ ــــــ صدر مملکت نے فیصلہ کن لہجے میں کہا ــــــ

اور صدر کے اس فیصلے کے ساتھ ہی ہال میں گھمبیر خاموشی طاری ہو گئی۔ ہر شخص اس ایکشن کے نتائج پر اپنے اپنے نقطۂ نظر سے غور کر رہا تھا ــــــ

"اب مزید کوئی بات ایسی نہیں ہے جس پر ہم غور کریں اس لئے یہ میٹنگ برخواست کی جاتی ہے "ــــــ صدر مملکت نے کہا اور جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ــــــ

تمام ممبران خاموشی سے چلتے ہوئے ہال سے نکلنے لگے۔ سر سلطان صدر کے ان فیصلوں پر شدید متفکر تھے۔ انہیں پاکستان کا مستقبل تباہ ہوتا صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ اس سوچ میں گم تھے کہ اس کا کیا تدارک کیا جائے ــــــ

چند لمحوں بعد وہ کار میں بیٹھے اپنی کوٹھی کی طرف جا رہے تھے۔ کافی سوچ بچار کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ عمران کو بلا کر تمام حالات سے اسے آگاہ کیا جائے۔ شاید وہ کوئی ایسا راستہ نکال لے جس سے ملک تباہی سے بچ سکے۔ گو یہ بات عجیب سی تھی کہ سیاسی پیچیدگیوں کے متعلق وہ عمران پر بھروسہ کر رہے تھے۔ مگر ان کی رائے کے مطابق عمران ایک عظیم دماغ کا مالک تھا۔ اور انہیں ہر لحاظ سے اس کی ذہانت پر پورا بھروسہ تھا چنانچہ انہوں نے کوٹھی پہنچتے ہی عمران کو فون کرنے کا فیصلہ کر لیا ــــــ

چھوٹے سے کمرے میں لگی ہوئی کافی بڑی سکرین کے سامنے ایک نقاب پوش بیٹھا بغور سکرین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے سامنے جو میز رکھی ہوئی تھی اس پر بے شمار مختلف رنگوں کے بٹن موجود تھے ــــــ سکرین پر دو کاریں آگے پیچھے دوڑ رہی تھیں۔ ایک کار میں ایک آدمی تھا اور دوسری میں دو ــــــ

نقاب پوش نے ایک بٹن دبایا اور سکرین پر اگلی کار میں موجود آدمی کا چہرہ بڑا ہونے لگا۔ چند لمحوں بعد اس کا چہرہ سکرین پر پھیل چکا تھا۔ نقاب پوش نے ایک اور بٹن دبایا۔ اور دوسرے لمحے چہرے کے نقوش بدل گئے۔ نقاب پوش چند لمحے بغور چہرے کو دیکھتا رہا پھر اس کی آنکھوں میں ایک پراسرار سی چمک لہرا گئی۔ اس نے بٹن دبایا اور چہرہ ایک بار پھر پہلی حالت میں آ گیا ــــــ

سی لمحے کمرہ زوں زوں کی آواز سے گونجنے لگا۔ نقاب پوش نے پھرتی سے ایک بٹن دبا دیا۔ کمرے میں ایک آواز ابھری وہ چند لمحے بات کرتا رہا پھر اس نے غصے میں بٹن آف کر دیا۔ ــــــ

اس کا آخری فقرہ یہی تھا کہ "تم نے جھوٹ بولا ہے اگر تم چیک اپ یعنی واٹر مشین سے اسے چیک کرتے تو یقیناً انہیں معلوم ہو جاتا کہ وہ عمران نہیں ہے۔ عمران کا تعاقب تو تمہارا نقلی کر رہا ہے۔ اور میں سکرین پر اسے چیک

کر رہا ہوں"۔۔۔۔

ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کرتے ہی اس نے ساتھ ہی لگا ہوا ایک بڑا بٹن آن کیا اور پھر دوبارہ آف کر دیا۔۔۔۔

"تم تو بچتے ہی کہو ؟"۔۔۔۔

وہ بٹن آف کرتے ہوئے بڑبڑایا۔۔۔۔

اور ایک بار پھر سکرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ٹرانسمیٹر پر بات کرنے کے دوران اس کی نظریں چند لمحوں کے لئے سکرین سے ہٹ گئی تھیں۔ اور اب وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ پہلی کار رک چکی تھی۔ اور اس میں موجود آدمی غائب تھا جب کہ دوسری کار کے افراد آہستہ آہستہ بندوقیں اٹھائے پہلی کار کی طرف بڑھ رہے تھے۔۔۔۔

"یہ کہاں غائب ہو گیا"۔۔۔۔ نقاب پوش کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔ اور پھر دوسرے لمحے وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ان دو آدمیوں میں سے ایک کار کی دوسری طرف مڑا۔ اچانک پہلا آدمی حرکت میں آ گیا اور پھر وہ تیزی سے کار کے نیچے گھستا چلا گیا۔۔۔۔

"اوہ یہ باسٹرڈ کار کے نیچے چھپ گیا تھا"۔۔۔۔

نقاب پوش چیخ پڑا۔۔۔۔

دوسرا آدمی اب تیزی سے کار کی اس سائیڈ پر آ رہا تھا۔ دوسرے لمحے نقاب پوش نے اس آدمی کو گرتے دیکھا۔ اس کے سینے سے خون نکل رہا تھا اور پھر کار کے نیچے سے پہلی کار والا آدمی نکل آیا۔ اس نے دوسری کار کے اس آدمی کو بھی نیچے سے گھسیٹ لیا۔ نقاب پوش نے دیکھا کہ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ نقاب پوش اس کی پھرتی اور چالاکی پر عش

عش کر اٹھا۔۔۔۔

"مگر تم بچ نہیں سکتے عمران"۔۔۔۔

نقاب پوش بڑبڑایا۔ یقیناً پہلی کار میں عمران تھا۔ اور دوسری کار میں نقاب پوش کے آدمی۔ دوسرے لمحے عمران اس بے ہوش آدمی کو اپنی کار میں ڈال کر اور پھر نقاب پوش نے عمران کی کار کو تیزی سے شہر کی طرف بھاگتے دیکھا۔ نمبر تھرٹی بے ہوشی کے عالم میں اس کی کار میں موجود تھا۔۔۔۔

ایک لمحے کے لئے تو نقاب پوش کی طبیعت جھنجھلائی کہ وہ عمران کی کار کو یہیں تباہ کر دے مگر پھر وہ کچھ سوچ کر رک گیا۔ دراصل فوری طور پر اس کے ذہن میں ایک منصوبہ آ گیا تھا۔ وہ اس بہانے عمران کی قیام گاہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اب جہاں تک عمران کی تباہی کا تعلق تھا جب تک عمران اس کی مشینوں کی زد میں تھا۔ وہ کسی بھی لمحے اس پر قیامت توڑ سکتا تھا۔ اس لئے اس سلسلے میں وہ فکرمند نہ تھا۔ اس کے سامنے جدید ترین مشینیں موجود تھیں جو لاسلکی لہر کے فارمولے پر کام کرتی تھی۔۔۔

عمران کی کار مختلف سڑکوں پر دوڑتی ہوئی رانا ہاؤس کے سامنے جا کر رک گئی اور پھر نقاب پوش نے وہاں ایک اور آدمی کو بھی دیکھا لیکن اس نے کوئی توجہ نہ دی۔ اس کی زیادہ تر توجہ عمران پر ہی مبذول رہی۔ عمران نمبر تھرٹی کو اٹھا کر ایک کمرے میں لے گیا اور پھر وہاں اسے رسیوں سے کس کر دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا۔ عمران کے ساتھی نے اسے کوئی چیز سونگھا کر ہوش دلایا اور پھر اس سے پوچھ گچھ شروع ہو گئی۔۔۔۔

رینج بہت زیادہ ہو جانے کی وجہ سے وہ اس مشین پر ان کی گفتگو نہیں سن سکتا تھا۔ اس لئے وہ سکرین پر بغور عمران اور نمبر تھرٹی کے چہرے کے

تاثرات دکھتا رہا۔ پھر اس نے عمران کے ساتھی کو نمبر تھرٹی کے ایک انجکشن لگاتے دیکھا اور چند لمحوں بعد وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ نمبر تھرٹی کے چہرے پر بے پناہ تکلیف کے آثار پیدا ہوتے گئے ہیں اور پھر وہ چونک پڑا۔ اور اس نے سکرین کو گھورنا شروع کر دیا کیونکہ نمبر تھرٹی کا جسم پھولنا شروع ہو گیا تھا۔ اس کا جسم اتنی تیزی سے پھولتا چلا جا رہا تھا جیسے اس کے جسم میں باقاعدہ ہوا پمپ کی جا رہی ہو۔ اذیت رسانی کا یہ طریقہ اس کے لئے قطعی نیا تھا پھر نمبر تھرٹی اس حد تک پھول گیا کہ اسے خطرہ ہوا کہ کہیں اس کا جسم پھٹ نہ جائے۔ پھر اس نے عمران کے ساتھی کو ایک اور انجکشن دیتے دیکھا اور پھر نمبر تھرٹی کی حالت آہستہ آہستہ نارمل ہوتی جا رہی تھی۔ نقاب پوش اب اپنے عمل کے لئے تیار ہو گیا کیونکہ اسے یقین ہو گیا تھا کہ نمبر تھرٹی نے انہیں کچھ بتانے کا وعدہ کر لیا ہے اس لئے انہوں نے دوسرا انجکشن اسے لگایا ہے وہ اس بار عمران کو ایک عبرت ناک سزا دینا چاہتا تھا چنانچہ اس نے ایک بٹن دبایا اور سامنے مشین میں لگی ہوئی ناب گھمانی شروع کر دی ناب کے ساتھ ساتھ ہی ایک بڑے ڈائل پر موجود سرخ رنگ کی سوئی تیزی سے دائیں طرف بڑھنے لگی۔ ایک مخصوص نمبر پر جیسے ہی سوئی پہنچی اس نے ناب سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اور پھر کمرے میں ایک تیز آواز گونجنے لگی۔ ——

" یس باس۔ اے یا سیر فور سپیکنگ "۔ ——

" اسٹ ٹونٹی فور ولیسٹ سا ؤ تھ تھرٹی ون۔ لیسٹ ساؤتھ الیون فوری سیٹ کرو۔ آپریشن پوائنٹ سکس ہونا ہے "۔ ——

نقاب پوش نے کرخت لہجے میں اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔ ——

" یس باس "۔ —— دوسری طرف سے آپریٹر نے جواب دیا۔ ——

اور پھر چند لمحوں کے لئے خاموشی چھا گئی۔ —— ——

نقاب پوش کینہ توز نظروں سے سکرین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ——

" یس باس آپریشن پوائنٹ سکس ریڈی فار وِرک "۔ ——

آپریٹر کی آواز ایک بار پھر گونجی۔ ——

" فریکوئنسی دوبارہ بتاؤ "۔ ——

نقاب پوش نے تیز لہجے میں پوچھا۔ —

" اسٹ ٹونٹی فور۔ ولیسٹ ساؤتھ تھرٹی ون۔ الیسٹ ساؤتھ الیون "۔ ——

آپریٹر نے جواب دیا۔ ——

" ٹھیک ہے جنرل سوئچ سے کنکٹ کر دو "۔ ——

نقاب پوش نے جواب دیا۔ ——

" ہو گیا جناب "۔ ——

آپریٹر نے جواب دیا۔ ——

" او۔ کے "۔ ——

نقاب پوش نے جواب دیا اور پھر اس نے ایک نظر سکرین پر ڈالی جہاں عمران اس کا ساتھی اور نمبر تھرٹی موجود تھا۔ یہ فریکوئنسی اس کمرے کی تھی۔ اب یہ کمرہ براہ راست تباہی کی زد میں تھا۔ ——

نقاب پوش نے ایک لمحے کے لئے استہزائیہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھا اور پھر مشین پر لگا ہوا ایک سرخ رنگ کا بٹن دبا دیا۔ —— دوسرے لمحے سکرین پر گرد و غبار کا بادل چھا گیا۔ عمران کے کمرے میں پوائنٹ سکس کا راکٹ ہٹ کر دیا گیا تھا۔ یقیناً وہ کمرہ تباہ ہو گیا تھا۔ ——

نقاب پوش بغور سکرین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد جب گرد

پہنچی تو تباہ شدہ کمرے کا منظر سامنے تھا۔ دروازے کے قریب ہی عمران اور اس کے ساتھی کے جسم پڑے تھے اور ان کے اوپر چھت اور دیوار کا ملبہ تھا۔ ان کے جسموں سے تیزی سے خون بہہ رہا تھا۔ نمبر تھرٹی ٹو کے جسم کے ٹکڑے اڑ گئے تھے۔ ———

"خس کم جہاں پاک" ——— نقاب پوش بڑبڑایا۔ ———

ایک موذی تو ختم ہوا۔ اب ہم آسانی سے اپنا مشن مکمل کریں گے" ——

وہ چند لمحوں تک بغور عمران کے جسم کو دیکھتا رہا۔ مگر جب کافی دیر جسم نے کوئی حرکت نہ کی تو اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور مشین کا مین سوئچ آف کر دیا۔ اسے مکمل یقین ہو چکا تھا کہ عمران ختم ہو چکا ہے۔ ———

جولیا ایک بہت بڑے کمرے میں ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے چاروں طرف مشینیں ہی مشینیں پھیلی ہوئی تھیں۔ اس نے سر پر ہیڈ فون لگایا ہوا تھا۔ اور وہ بار بار اپنے سامنے پڑی ہوئی مشین کے بٹن آف آن کر رہی تھی۔ ———

یہ شہر سے کافی دور ایک کافی بڑی بلڈنگ کا کمرہ تھا۔ عمارت زیرو بلڈنگ کہلاتی تھی۔ اور یہ سیکرٹ سروس کی ملکیت تھی۔ اس کے تہہ خانے

میں ایک جدید قسم کا آل راؤنڈ ٹرانسمیٹر کالنگ چیکنگ ڈیپارٹمنٹ بنایا گیا تھا۔ اس عمارت کا ابھی تک ممبران میں سے کسی کو علم نہیں تھا۔ یہ شعبہ براہ راست ایکسٹو کی نگرانی میں کام کرتا تھا۔ اس ڈیپارٹمنٹ میں ایک آپریٹر لڑکی کام کرتی تھی جسے صرف یہی معلوم تھا کہ یہ گورنمنٹ کا خفیہ ڈیپارٹمنٹ ہے۔ موجودہ حالات میں چونکہ کسی پر بھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا تھا اس لئے ایکسٹو نے اس لڑکی کو ہٹا کر اس جگہ جولیا کی ڈیوٹی لگا دی تھی۔ اس طرح جولیا کو بھی پہلی بار اس نظام کو دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ ———

یہاں جدید ترین مشینوں کے ذریعے دنیا بھر میں ٹرانسمیٹر پر ہونے والی کالز چیک کی جاتی تھیں اور پھر انہیں خود کار ٹیپ ریکارڈرز کے ذریعے ٹیپ کر لیا جاتا تھا۔ پھر ان ٹیپ کی باقاعدہ رپورٹ بنا کر ایکسٹو کو بھیجی جاتی تھی جو کال حکومت یا سیکرٹ سروس کے کام کی ہوتی تھی اس پر ایکسٹو ایکشن لیتا تھا اور باقی ریکارڈ روم میں جمع کر لی جاتی تھیں۔ ———

یہ ایک انتہائی مفید نظام تھا اور عمران کو بے شمار کیسز میں اسی نظام سے مدد ملتی تھی۔ ———

ہنگامی حالات کی بنا پر جولیا کے فرائض میں اس کا بھی اضافہ کر دیا گیا تھا کہ وہ ساتھ ساتھ ان کالز کو سنے اور اگر کوئی فوری اہمیت کی کال اسے محسوس ہو تو وہ براہ راست سیکرٹ سروس کے ممبران کو ان کے متعلق ایکشن کا حکم دے۔ چنانچہ اسی حکم کے تحت جب جولیا نے فری مین تنظیم کی ایک کال سنی تو اس نے صفدر اور کیپٹن شکیل کو کوڈ بتلا کر وہاں جانے کی ہدایت کی تھی۔ ———

اس وقت بھی جولیا ہیڈ فون چڑھائے مختلف کالز سننے میں مصروف تھی کہ پاس پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جولیا چونکی اور پھر اس نے

ہیڈ فون اتار کر میز پر رکھا اور ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر کانوں سے لگا لیا ۔۔۔

"یس" ۔۔۔

جولیا نے سخت لہجے میں پوچھا ۔۔۔

"کیپٹن شکیل سپیکنگ" ۔۔۔

دوسری طرف سے کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی ۔۔۔

"جولیا سپیکنگ ۔ کیپٹن کیا رپورٹ ہے" ۔۔۔

جولیا نے کیپٹن شکیل کی آواز سن کر نرم لہجے میں جواب دیا ۔۔۔

اور کیپٹن شکیل نے مختصر طور پر پوری رپورٹ دی ۔۔۔

"تو پھر اس کا مطلب ہے کہ آپ لوگ ناکام ہو گئے" ۔۔۔

جولیا نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا ۔۔۔

"جی ہاں مس ۔ بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے" ۔۔۔

کیپٹن شکیل نے ناخوشگوار لہجے میں جواب دیا ۔ اسے شاید جولیا کا یہ ریمارک برا لگا تھا ۔۔۔

"کیپٹن شکیل تم کسی اور ہوٹل میں رہائش رکھو اور مقصد کا انتظار کرو کہ وہ کیا کرتا ہے پھر اس سلسلے میں مزید کسی کارروائی کے متعلق سوچیں گے" ۔۔۔

جولیا نے اس کے فقرے کو نظر انداز کرتے ہوئے جواب دیا ۔۔۔

"بہتر مس" ۔۔۔

کیپٹن شکیل نے جواب دیا ۔۔۔

چونکہ ایکسٹو کے بعد گویا عمران کو ڈیل کرتی تھی اس لئے سب کو اس کا حکم ماننا پڑتا تھا ۔۔۔

جولیا نے رسیور رکھ دیا ۔ اور کسی گہری سوچ میں گم ہو گئی چند لمحوں تک

سوچنے کے بعد اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور پھر ایکسٹو کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے ۔ لیکن کافی کوشش کے باوجود وہ ایکسٹو سے رابطہ قائم نہ کر سکی ۔۔۔ چنانچہ اس نے رسیور رکھ دیا اور دوبارہ ہیڈ فون کانوں پر چڑھا لیا ۔ اور پھر اس نے ایک بٹن دبایا اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑی کیونکہ ایک اہم بات اس کے کانوں میں پڑی تھی ۔۔۔

وہ خاموشی سے سنتی رہی ۔۔۔

"عمران کو آپریشن پوائنٹ سکس کے ذریعے ختم کر دیا گیا ہے ۔ آپریشن خود میری نگرانی میں ہوا ہے باس ۔ اوور" ۔۔۔

ایک کرخت آواز اسے سنائی دی اور یہی فقرہ سن کر وہ چونک پڑی تھی ۔۔۔

"کیا تمہیں قطعی یقین ہے کہ عمران ختم ہو چکا ہے اوور" ۔۔۔

دوسری طرف سے ایک بھرائی ہوئی آواز سنائی دی ۔۔۔

"یس باس مجھے قطعی یقین ہے اوور" ۔۔۔

کرخت لہجے والے نے جواب دیا ۔۔۔

"حادثے کا محل وقوع بتاؤ اوور" ۔۔۔

بھرائے ہوئے لہجے والے نے پوچھا ۔۔۔

"ایسے روڈ پر ایک بہت بڑی عمارت ہے اس کے باہر نیم پلیٹ پر رانا ہاؤس لکھا ہوا ہے ۔ اوور" ۔۔۔

کرخت آواز نے جواب دیا ۔۔۔

اور جولیا رانا ہاؤس کا نام سن کر ایک بار پھر چونک پڑی ۔۔۔

"کیا پوری عمارت تباہ ہو گئی ہے اوور" ۔۔۔

سوال کیا گیا ۔۔۔

"نہیں باس۔ پوائنٹ سکس نے صرف وہی کمرہ تباہ کیا جس میں وہ تنویر جولی پر تشدد کر کے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اوور" ——

جواب دیا گیا۔ ——

"کیا تم نے کوئی آدمی بھیج کر پتہ کرایا کہ آیا عمران ختم ہو چکا ہے یا نہیں۔ اوور"

سوال کیا گیا۔ ——

"نہیں باس۔ سب سے پہلے میں نے آپ کو آگاہ کرنا ضروری سمجھا۔ اوور"

کرخت لہجے میں جواب دیا گیا۔ ——

"ہونہہ۔ اب یونان سنیں ——— تمہیں اس ملک میں اتنے بڑے آپریشن کا چیف بنا کر بھیجا گیا ہے اور اگر تم حماقتیں کرنے لگے تو پھر یہ آپریشن کیسے کامیاب ہوگا۔ تمہیں سب سے پہلے کوئی ممبر وہاں بھیج کر کنفرم نتائج حاصل کرنے تھے پھر مجھے رپورٹ کرنی تھی۔ اوور" ——

بگڑے ہوئے لہجے نے بڑی سختی سے ڈانٹ دیا۔ ——

"یس باس۔ میں ابھی وہاں آدمی بھیجتا ہوں۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ عمران ختم ہو چکا ہے کیونکہ میں نے سکرین پر اسے چیک کیا تھا۔ اوور" ——

کرخت لہجے والے کے انداز گفتگو سے کرختگی ختم ہو چکی تھی۔ ——

"جلدی آدمی بھیجو اور پتہ کراؤ اور پھر مجھے رپورٹ دو۔ اوور اینڈ آل" ——

دوسری طرف سے کہا گیا۔ ——

اور گفتگو ختم ہو گئی۔ ——

جولیا نے تیزی سے ہیڈ فون اتارا اور پھر ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ فوری رابطہ مل گیا۔ ——

"تنویر۔ میں جولیا بول رہی ہوں۔" ——

جولیا نے تیز لہجے میں کہا۔ ——

اس وقت چونکہ رانا ہاؤس سے نزدیک تنویر ہی دانش منزل پر تھا۔ اس لئے اس نے تنویر کو کال کرنا مناسب سمجھا۔ ——

"میری خوش قسمتی ہے مس جولیا کہ آپ نے مجھے یاد کیا۔" ——

تنویر کی مسرت بھری آواز سنائی دی۔ ——

"سنو تنویر۔ فوری ایکشن کی ضرورت ہے۔ رانا ہاؤس تمہارے ہوٹل سے قریب ہے۔ فوراً رانا ہاؤس پہنچو۔ وہاں عمران پر حملہ کیا گیا ہے اور عمران کی زندگی سخت خطرے میں ہے۔ تم نے عمران کو وہاں سے بچا کر دانش منزل پہنچانا ہے۔ فوری ورنہ مجرموں کے آدمی بھی وہاں پہنچ رہے ہیں۔ اس لئے فوری ایکشن کی ضرورت ہے۔ ایمرجنسی" ——

جولیا کے لہجے میں تحکم کے ساتھ ساتھ تشویش بھی تھی۔ ——

"جان عمران کی خطرے میں ہے اور گھبراہٹ تمہیں ہو رہی ہے۔ مرنے دو اسے۔ راستے کی دیوار تو ختم ہو جائے گی۔" ——

تنویر نے حسب عادت جھلاتے ہوئے جواب دیا۔ ——

"تنویر۔ کیا تمہیں ملکی سالمیت اور وطن کی عزت کا کوئی خیال نہیں۔ کیا تم اتنے گندے ذہن کے مالک ہو کر تم اجتماعی مفاد کو اپنے ذاتی مفاد پر قربان کر دو گے۔" ——

جولیا نے کچھ سوچ کر نفسیاتی وار کیا۔ ——

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ ملک کے لئے میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے کے لئے تیار ہوں۔" ——

تنویر کے لہجے میں یک لخت بے پناہ جوش عود کر آیا۔ ——

"تو پھر سوچو عمران اس وقت ملکی سالمیت کی خاطر اپنی جان دے رہا ہے اور تم یہاں آرام سے بیٹھے عشق بگھار رہے ہو" —

جولیا کا لہجہ تلخ ہو گیا۔ —

"وہ معاف کرنا مس جولیا۔ آپ نے میری آنکھیں کھول دیں۔ میں بھی جانتا ہوں اور پھر میں دیکھتا ہوں کہ عمران کا دنیا کی کونسی طاقت بال بیکا کر سکتی ہے [illegible]" —

تنویر کا لہجہ جوش کی شدت سے تھرتھرا رہا تھا۔ جولیا نے جان بوجھ کر اس کی کمزوری رگ چھیڑ دی تھی کہ اس کے لہجے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ عمران پر کٹ مرنے کے لئے بھی تیار ہے۔ —

جولیا نے رسیور رکھ کر ایک طویل سانس لی۔ اس نے ایک بہت بڑے جن کو بوتل میں بند کیا تھا اور اب تو وہ اچھی طرح سمجھتی تھی کہ تنویر بے حد تند اور انتہائی دلیر آدمی ہے۔ جس کام کے پیچھے پڑ جاتا ہے پھر اس سے پیچھے ہٹنا اس کی سرشت میں نہیں ہے۔ اس لئے وہ تنویر سے مطمئن ہو گئی تھی۔ —

بہرحال اس کی اطلاع ایکسٹو کو دینی ضروری تھی۔ —

چنانچہ وہ ایکسٹو کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ مگر کئی بار سر توڑ کوشش کے باوجود وہ ایکسٹو سے رابطہ قائم نہ کر سکی۔ —

اس نے اپنا پیغام وہاں نوٹ کرا دیا اور خود دوبارہ اپنا فرض انجام دینے میں مصروف ہو گئی۔ —

صدر مملکت نے باقاعدہ اٹھ کر آنے والے کا استقبال کیا اور پھر وہ آپس میں مصافحہ کر کے آمنے سامنے صوفوں پر بیٹھ گئے۔ —

"آپ نے کیسے تکلیف کی" —

صدر مملکت نے بڑے دھیمے لہجے میں نووارد سے پوچھا۔ —

"میں آج ایک خاص کام کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں" —

نووارد نے جو ایک یورپی ملک کا سفیر تھا جواب دیا۔ —

"فرمائیے" —

صدر مملکت نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔ —

"اس ملک کی سیکرٹ سروس کس کے انڈر کام کر رہی ہے" —

سفیر نے سوال کیا۔ —

اور صدر مملکت چونک پڑے۔ —

"کیا مطلب میں آپ کے سوال کا مقصد نہیں سمجھ سکا" —

صدر مملکت نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔ —

"محترم صدر۔ اس ملک کی سیکرٹ سروس باقاعدہ طور پر ہمارے خلاف کام کر رہی ہے اور ہماری ایٹمی کمان کو خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ سیکرٹ سروس کی وجہ سے کہیں ہمارا یہ عظیم مشن ناکام نہ ہو جائے" —

سفیر نے بظاہر بے حد مؤدبانہ مگر دبیر وہ تلخ لہجے میں جواب دیا ۔ ——

" آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ سیکرٹ سروس آپ کے خلاف کام کر رہی ہے جب کہ سیکرٹ سروس کو یہ کیس دیا ہی نہیں گیا اور جب تک سیکرٹ سروس کو باقاعدہ کیس نہ سونپا جائے وہ کیسے کام کر سکتی ہے " —— ۔ ۔ ۔

صدر مملکت نے سوال کیا ۔ ——

آپ کو اپنے ملک کی سیکرٹ سروس کے متعلق قطعاً کوئی اندازہ نہیں ہے " ۔

سفیر نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا ۔ ۔ ۔ —

" سیکرٹ سروس ایک سرکاری ادارہ ہے وہ حکومت کی پالیسی کے خلاف کیسے چل سکتی ہے " ——

صدر مملکت نے سفیر کے اصل نظریے کو نظر انداز کرتے ہوئے جواب دیا ۔ —

" بہرحال ہمیں اطلاع ملی ہے کہ سیکرٹ سروس نے ہمارے خلاف کام شروع کر دیا ہے اور وہ درپردہ مسٹر سیف علی کی حمایت کر رہی ہے " ——

سفیر نے جواب دیا ۔ ——

" یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔ بہرحال آپ کو چونکہ اطلاع ملی ہے ۔ اس لئے میں آج ہی سیکرٹ سروس کو خاموش رہنے کے احکامات بھیج دیتا ہوں " —— —

صدر مملکت نے ہتھیار ڈالتے ہوئے جواب دیا ۔ ——

" جی ہاں میرا آپ کے پاس آنے کا مقصد یہی تھا کہ آپ سیکرٹ سروس کو قطعی خاموش رہنے کا حکم دیں تاکہ وہ ہمارے ۶۰ انقلاب کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکے ۔ اگر اس کے باوجود بھی سیکرٹ سروس باز نہ آئی تو غیر ملکی کمان کی خواہش

ہے کہ آپ سیکرٹ سروس کو فوری طور پر معطل کر کے اس کے سربراہ اور ممبران کی گرفتاری کا حکم دیں " —— ۔

سفیر نے اصل مطلب بیان کر دیا ۔ ——

" آپ بے فکر رہیں میں ابھی سیکرٹ سروس کو احکامات بھیج دیتا ہوں ۔ مجھے یقین ہے کہ آئندہ وہ ایسی حرکات نہیں کرے گی اور نہ ہی ہمیں یہ انتہائی قدم اٹھانا پڑے گا " —— ۔

صدر مملکت نے سفیر کو یقین دلاتے ہوئے کہا ۔ ——

" ٹھیک ہے بہرحال اگر ایسا نہ ہوا تو پھر آپ کو یہ انتہائی قدم اٹھانا پڑے گا " ——

سفیر کے لہجے میں ہلکا سا تحکم موجود تھا ۔ ——

" آپ بے فکر رہیں " ——

صدر نے جواب دیا ۔ ——

اور سفیر نے جانے کی اجازت طلب کی ۔ اور پھر صدر مملکت سے مصافحہ کر کے وہ آفس سے باہر چلا گیا ۔ اس کے جانے کے بعد صدر مملکت چند لمحوں تک کچھ سوچتے رہے پھر انہوں نے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور پی اے کو حکم دیتے گئے ۔ ——

" مسٹر سلطان سے بات کراؤ " ۔۔۔ —

" بہتر جناب " ——

پی اے نے بڑی مستعدی سے جواب دیا ۔ اور صدر مملکت نے رسیور رکھ دیا ۔ —

چند لمحوں بعد انٹرکام سے بڑی دلکش سی موسیقی ابھرنے لگی ۔ ——

صدرِ مملکت نے ریسیور اٹھا لیا۔ ——

"سر سلطان سے بات کریں جناب" ——

پی۔ اے۔ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ ——

اور پھر ایک ہلکی سی کلک کی آواز آئی اور دوسری طرف سے سر سلطان بولنے لگے۔ ——

"یس سر۔ میں سلطان بول رہا ہوں" ——

"سر سلطان سیکرٹ سروس آپ کے انڈر کام کرتی ہے؟" ——

"جی ہاں جناب" ——

سر سلطان نے مختصر سا جواب دیا۔ ——

"پھر کیا آپ اس بات کا جواب دیں گے کہ جو کیس سیکرٹ سروس کے سپرد نہ کیا جائے وہ اس میں دخل اندازی کیوں کرتی ہے؟" ——

صدرِ مملکت نے انتہائی تلخ لہجے میں پوچھا۔ ——

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھ سکا جناب" ——

سر سلطان نے الجھن آمیز لہجے میں جواب دیا ——

"آپ اتنے ذمہ دار عہدے پر ہونے کے باوجود سیدھی سی بات نہیں سمجھ سکتے اس سے میں کیا سمجھوں کہ آپ اب اس عہدے کے لائق نہیں" ——

—— صدرِ مملکت کا لہجہ بے حد تلخ ہو گیا۔ ——

"محترم جناب آپ خواہ مخواہ ناراض ہو گئے۔ میں حقیقتاً آپ کا مطلب نہیں سمجھ سکا کیونکہ آپ نے بات ہی ایسی کی ہے۔ سیکرٹ سروس انتہائی محب الوطن تنظیم ہے اور اب تک اس تنظیم نے بے شمار ایسے کارنامے سرانجام دیئے ہیں کہ ہمارا ملک کبھی بھی ان کا احسان نہیں اتار سکتا" ...

سر سلطان نے سنجیدگی سے سیکرٹ سروس کی وکالت کرتے ہوئے کہا۔ ——

"میں نے سیکرٹ سروس کے قصیدے سننے کے لئے آپ کو فون نہیں کیا" ——

صدرِ مملکت جھنجھلا کر بولے۔ ——

"بہتر جناب" ——

سر سلطان نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔ اور اس کے سوا اور وہ کر بھی کیا سکتے تھے۔ بہرحال ان کے مقابل ملک کے صدر تھے۔ ——

"آج کل ملکی حالات بے حد پیچیدہ ہیں اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ سیکرٹ سروس ملکی معاملات میں دخل اندازی کر رہی ہے۔ آپ انہیں فوری طور پر اپنی غیر قانونی سرگرمیاں ترک کرنے کا حکم دیں ورنہ میں انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور ہو جاؤں گا" ——

صدرِ مملکت نے دھمکی آمیز لہجے میں جواب دیا۔ ——

"لیکن سر کیا میں یہ پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ سیکرٹ سروس کس قسم کی مداخلت کر رہی ہے اور کس کام میں مداخلت کر رہی ہے؟" ——

سر سلطان نے قدرے سرد لہجے میں سوال کیا۔ ——

"آپ کا فرض صرف یہ ہے کہ میرے احکامات کی تعمیل کریں مجھے سوالات کے جوابات دینے کی عادت نہیں۔ سمجھے مسٹر سلطان" ——

صدرِ مملکت نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور پھر ریسیور رکھ دیا۔ ——

ان کو سر سلطان پر بے حد غصہ آ رہا تھا۔ وہ انتہائی زود رنج آدمی واقع ہوئے تھے۔ میٹنگ کے دوران بھی سر سلطان کی مداخلت نے انہیں غصہ دلا دیا تھا۔ اب ان کی جارحانہ گفتگو نے انہیں مزید ناراض کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ سنجیدگی

سے سلطان کو اس عہدے سے الگ کرنے کے بارے میں سوچنے لگے ۔ ابھی وہ غور و فکر میں غرق تھے کہ انٹرکام سے ایک بار پھر موسیقی کے ابھرنے لگی ـــــ

انہوں نے ریسیور اٹھا لیا ـــــ

" سر ایسٹ ونگ سے کال ہے آپ فارن سیٹ پر بات کریں " ـــــ

پی ۔ اے نے مودبانہ لہجے میں کہا ـــــ

اور صدر مملکت نے ریسیور رکھ کر میز پر پڑے ہوئے ایسٹ ونگ کے ٹیلی فون سیٹ کا ریسیور اٹھا لیا ـــــ

" سر جنرل ناصری بول رہا ہوں " ـــــ

دوسری طرف سے ایک دبنگ آواز سنائی دی ـــــ

" ہیلو جنرل ناصری کیا پوزیشن ہے " ـــــ

صدر مملکت نے سوال کیا ـــــ

" سر حالات بے حد خراب ہو چکے ہیں ۔ ایسٹ ونگ میں ہم سے قطعاً تعاون نہیں کیا جا رہا ہے ۔ ہماری سپلائی بند کر دی گئی ہے ۔ ہمارے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں اور ہمارے آفیسرز اور سپاہیوں کو موقع ملتے ہی ہلاک کر دیا جاتا ہے " ـــــ

جنرل ناصری نے جواب دیا ـــــ

" جنرل ناصری تم وہاں پکنک منانے تو نہیں گئے ۔ سختی کرو ۔ فنا کر چاہے ایسٹ ونگ کا ایک آدمی بھی زندہ نہ بچے ۔ مگر میں وہاں امن چاہتا ہوں " ـــــ

صدر مملکت نے چیخ کر کہا ـــــ

" سر اس سے حالات مزید خراب ہو جائیں گے ۔ پھر وہ لوگ جو ہمارے ساتھ تعاون کر رہے ہیں ، قتل و غارت کو دیکھ کر ہمارے خلاف ہو جائیں گے اور پھر ایسٹ ونگ بھی ہمارا علاقہ ہے اور وہاں کے شہری بھی ہمارے ملک کے شہری ہیں ۔ انہیں اس طرح بے دریغ قتل کرنا کہاں کا انصاف ہے ۔ آپ فوراً یہاں تشریف لائیں اور مطیع الرحمن سے گفتگو کر کے اس کا کوئی حل نکالیں " ......

جنرل ناصری نے جرأت آمیز لہجے میں جواب دیا ـــــ

" جنرل ناصری آپ کی باتوں سے بغاوت کی بو آ رہی ہے ۔ یہ سیاسی معاملات ہیں انہیں میں زیادہ اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں ۔ آپ وہ کام کریں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے ۔ مشورے دینے کا آپ کو کوئی حق نہیں " ـــــ

صدر مملکت نے غصے سے چیختے ہوئے کہا ـــــ

" اگر آپ اس بات پر مصر ہیں جناب تو پھر میں معذرت چاہتا ہوں ۔ آپ میری جگہ کسی اور کو یہاں کا کمانڈر بنا دیں " ـــــ

جنرل ناصری نے بھی دھمکی آمیز لہجے میں جواب دیا ـــــ

" نہیں جنرل ان حالات میں تم ایسا نہیں کر سکتے ۔ بہرحال میں تمہاری تجویز پر غور کروں گا ۔ تم بے فکر رہو میں جلد ہی مطیع الرحمن سے مل کر اس مسئلے کا حل نکال لوں گا " ـــــ

صدر مملکت قطعی نرم پڑ گئے کیونکہ وہ جنرل ناصری کے اثر و رسوخ کو اچھی طرح سمجھتے تھے ۔ وہ اسے فوری طور پر اپنا دشمن نہیں بنانا چاہتے تھے ۔ اس لئے انہوں نے طرح دے دی ـــــ

مگر دل ہی دل میں وہ وہاں کے لئے کسی اور وفادار جنرل کا انتخاب کر

رہے تھے ۔

کیپٹن شکیل کے جاتے ہی صفدر واپس پلٹ پڑا۔ اس نے سب سے پہلے عمارت کے ایک ویران کونے کا رخ کیا۔ اور پھر اس نے کوٹ کی خفیہ جیب سے ایک چپٹا سا پلاسٹک کا ڈبہ نکالا۔ یہ ایمرجنسی میک اپ باکس تھا۔ تقریباً چند منٹ بعد وہ اپنا حلیہ کافی حد تک تبدیل کر چکا تھا۔ اتنے کم وقت میں وہ بنیادی میک اپ کو صاف کر کے دوسرا نہیں کر سکتا تھا اس لئے اس نے صرف چند خارجی چیزوں میں تبدیلی کی۔ مثلاً ہلکی ہلکی مونچھیں لگا لیں۔ اور ناک میں سپرنگ دے کر نتھنے چوڑے کر دیئے۔ جس سے چہرے کی ساخت ہی بدل گئی۔ ٹھوڑی کے قریب ایک بڑا سا مسّہ اور دائیں گال پر زخم کا نشان۔ بہرحال اب اسے پہلے حلیئے کی نسبت سے پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ ——

باکس اس نے دوبارہ جیب میں ڈالا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ صورت حال جس طرح اچانک پلٹ گئی تھی اس سے اس کے ذہن میں کافی سے زیادہ خدشات ابھر آئے تھے۔ یہ تو وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ ان کی سکیم ختم ہو گئی ہے کیونکہ اصل آدمیوں کے آ جانے کے بعد بہرحال ان کا کوئی سکوپ نہیں رہا تھا مگر اسے اس بات کی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ پادری نے انہیں آسانی سے

واپس کیسے جانے دیا۔ جب کہ وہ قطعی طور پر مشکوک ہو چکا تھا۔ اور اس بات کی ٹوہ لگانے کے لئے وہ رک بھی گیا تھا۔ ——

جلد ہی وہ اصل عمارت کے قریب پہنچ گیا۔ گیسٹ روم جس کے سامنے وہ دربان اب تک بیٹھا تھا ادھر کا اس نے رخ نہیں کیا تھا۔ اور پھر دربان کی نظروں سے بچ کر وہ اصل عمارت تک پہنچ گیا تھا۔ یہ ایک کافی بڑی گرجا نما عمارت تھی۔ اس سے پہلے چونکہ وہ کبھی ادھر نہیں آیا تھا اس لئے وہ اس کے صحیح محل وقوع سے واقف نہیں تھا۔ عمارت چاروں طرف سے بند تھی۔ اس کے دروازے لکڑی کی بجائے مضبوط فولاد سے بنائے گئے تھے اور ان دروازوں کی ساخت سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ تمام عمارت ساؤنڈ پروف بنائی گئی ہے۔

سامنے کے رخ سے مایوس ہو کر وہ اس عمارت کی پشت پر پہنچا۔ وہاں اسے کافی بلندی پر ایک روشندان نظر آ گیا جس پر سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ صفدر ہر قیمت پر اندر داخل ہونا چاہتا تھا اس لئے اس نے ایک دلیرانہ مگر عجیب فیصلہ کیا اس نے اس روشندان کے ذریعے اندر داخل ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ اب اس فیصلے پر عمل کرنا باقی تھا۔ چنانچہ وہ روشندان تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ تلاش کرنا چاہتا تھا۔ پھر ایک تجویز اس کے ذہن میں آ گئی۔ ——

وہ اس جھاڑی جس کے پیچھے وہ چھپا ہوا تمام جائزہ لے رہا تھا رینگتا ہوا نکلا اور پھر جلد ہی وہ عمارت کے کونے میں پہنچ گیا۔ ——

یہ کونا مینار کی صورت میں بنا ہوا تھا اور کافی بلندی تک چلا گیا تھا۔ صفدر نے جھک کر اپنے جوتے اتار دیے اور انہیں کوٹ کی جیبوں میں ٹھونس دیا۔ اور پھر ایک نظر ماحول کا جائزہ لینے کے بعد اس نے بندر کی طرح ہاتھوں پیروں پر زور دیتے ہوئے اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔ ——

تقریباً دس منٹ تک وہ کوشش سے چڑھتا چلا گیا مگر پندرہ فٹ کے بعد اس کے ہاتھوں اور پیروں میں پسینہ آگیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی رفتار آہستہ ہوگئی اور پھر ایک لمحہ ایسا آیا کہ وہ پوری قوت لگانے کے باوجود نیچے کھسکنا شروع ہوگیا اور پھر ایک لمحہ ایسا آیا کہ اس نے اپنے آپ کو روکنے کی کافی کوشش کی مگر تیزی سے پھسلتا ہوا دوبارہ زمین پر آپہنچا۔ ———

زمین پر پہنچتے ہی اس نے پیر اور ہاتھوں کو زمین پر زور زور سے رگڑنا شروع کیا تاکہ پسینہ ختم ہو جائے اور ستون پر چڑھنے کی دوبارہ کوشش شروع کر دی۔ اس بار وہ تقریباً ۲۰ فٹ تک بلندی پر باآسانی پہنچ گیا۔ اب روشندان کافی حد تک قریب آچکا تھا۔ ———

صحیح معنوں میں جدوجہد کا لمحہ تو اب آیا تھا۔ پھر وہ اپنے آپ کو کھسکاتا ہوا مزید اوپر جانے لگا۔ تقریباً ۲۵ فٹ کی بلندی کے بعد اسے ایک پتلی سی کارنس نظر آئی اور اس نے پیر اس پر جما دیئے۔ اب وہ کسی چھپکلی کی طرح اس ستون سے چمٹا ہوا تھا۔ روشندان اس کے دائیں ہاتھ پر تقریباً پانچ فٹ کے فاصلے پر موجود تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے اس ستون کو تھاما اور دوسرا ہاتھ روشندان کی طرف بڑھایا لیکن روشندان کی سلاخوں تک اس کا ہاتھ نہ پہنچ سکا۔ البتہ خود اس کا توازن بگڑ گیا۔ مگر کافی جدوجہد کے بعد اس نے اپنا توازن بحال کیا اور ایک بار پھر ہاتھ روشندان کی طرف بڑھایا۔ اس دفعہ اس نے کافی حد تک اپنا جسم بھی دائیں طرف جھکا دیا تھا۔ ———

اور پھر اس کا ہاتھ روشندان کی سلاخوں تک پہنچ گیا۔ مگر دوسرے لمحے اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے اعصاب کھینچ گئے ہوں۔ اسے زبردست جھٹکا لگا تھا۔ اور پھر کافی کوشش کے باوجود وہ اپنا توازن بحال نہ رکھ سکا اور

کسی مردہ چھپکلی کی طرح وہ ۲۵ فٹ کی بلندی سے نیچے زمین کی طرف گرنے لگا ——— روشندان کی سلاخوں میں بجلی کی رو دوڑ رہی تھی اس لئے جیسے ہی صفدر کا ہاتھ اس سے مس ہوا صفدر کو شدید ترین دھکے سے دوچار ہونا پڑا۔ ———

دوسرے لمحے وہ بلندی سے تیزی سے گرتا ہوا زمین کی طرف آنے لگا۔ اور پھر ایک ہلکی سی دھمک کے ساتھ وہ زمین پر گر پڑا۔ پیرا ٹروپنگ کی باقاعدہ تربیت لینے کی وجہ سے اتنی بلندی سے گر کر بچنے کا فن جانتا تھا دوسرے لمحے وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ سوچتا اس کی کمر سے مشین گن کی نال لگ گئی ———

"صفدر صاحب خبردار اگر حرکت کی"۔ ———

ایک کرخت آواز اس کے کانوں میں زہر گھولتی چلی گئی۔ ———

اور صفدر نے خاموشی سے ہاتھ اٹھا دیئے۔ اور پھر کسی نے آگے بڑھ کر اس کی جیب سے ریوالور نکالا۔ ———

"چلو"۔ ———

مشین گن کی نال سے دھکا دیتے ہوئے آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا۔ اور صفدر خاموشی سے آگے بڑھنے لگا۔ ———

گو صورت حال کافی مخدوش ہو گئی تھی مگر صفدر اس لئے خاموش تھا کہ اس طرح اس کا مقصد حل ہو رہا تھا۔ کہ وہ عمارت کے اندر پہنچ سکتا تھا ورنہ جیسے ہی اس کی کمر سے نال لگی تھی۔ وہ بڑے آرام سے پلٹ کر مشین گن بردار سے نپٹ سکتا تھا۔ کیونکہ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اسے لے جانے والا اکیلا ہی ہے۔ ———

وہ چلتے ہوئے عمارت کے سامنے کے رخ پر آئے اور پھر جیسے ہی وہ کار

مڑے سامنے وہی پادری کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں بھی ریوالور چمک رہا تھا۔

"کیا یہ اکیلا تھا راجن؟"

پادری نے اسے لے آنے والے سے سوال کیا۔

"یس باس۔"

مشین گن بردار نے جواب دیا۔

"خوب، اسے اندر لے چلو۔"

پادری ایک طرف ہٹ گیا۔

"چلو اندر۔ خبردار اگر کوئی غلط حرکت کی۔"

راجن نے صفدر کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

مگر صفدر کو غلط حرکت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ اللہ میاں کی گائے بنا خاموشی سے برآمدے کی سیڑھیاں چڑھ گیا۔ سامنے فولادی دروازہ کھلا ہوا تھا اور پھر وہ دروازہ کراس کر کے اندر پہنچ گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ راجن کی ہدایات پر وہ مختلف کمروں سے گزرتا ہوا ایک بڑے ہال میں پہنچ گیا۔ اس ہال میں داخل ہوتے ہی وہ چونک پڑا کیونکہ وہ دو آدمی جن کا روپ دھار کر وہ پادری سے ملنے تھے اس کمرے میں موجود تھے۔ اسے اندر آتے دیکھ کر وہ چونک کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"اب تم جاؤ راجن۔"

پادری جو پیچھے آ رہا تھا نے راجن کو حکم دیا اور راجن خاموشی سے واپس چلا گیا۔

اس کے باہر جاتے ہی دروازہ بند کر دیا گیا۔

صفدر خاموشی سے کھڑا ہال کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ روشندان اسی ہال کے اوپر بنا ہوا تھا۔ کیونکہ وہ سامنے لگا ہوا صاف نظر آ رہا تھا اور سلاخوں کے ساتھ لگی ہوئی بجلی کی تاریں بھی صاف نظر آ رہی تھیں۔

پادری اور وہ دونوں آدمی بڑی گہری نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"کرسی پر بیٹھ جاؤ۔"

پادری نے ایک خالی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صفدر کو حکم دیا۔ اور صفدر نے چونک کر ایک بار پادری کی طرف دیکھا اور پھر حکم کی تعمیل کرتا ہوا کرسی پر بیٹھ گیا۔

پادری اور ان دونوں آدمیوں کے ہاتھوں میں ریوالور موجود تھے۔ اور صاف ظاہر تھا کہ ان تینوں ریوالوروں کے رخ صفدر کی طرف ہی ہوں گے۔

"تم کون ہو۔ اور اس روشندان تک پہنچنے کی کوشش کیوں کر رہے تھے؟"

پادری نے پہلا سوال کیا۔

"میں ایک اخبار کا رپورٹر ہوں اور گرینڈ لاج کے متعلق ایک فیچر لکھنے کے لئے یہاں داخل ہونا چاہتا تھا۔"

صفدر نے فوراً بہانہ بھی تجویز کر لیا۔

"ویری گڈ۔ رپورٹر چوروں کی طرح عمارت میں داخل ہوتے ہیں؟"

پادری نے زہر خند لہجے میں جواب دیا۔

"مجھے معلوم تھا کہ اگر میں نے ڈائریکٹ اندر آنے کی کوشش کی تو مجھے صاف جواب دے دیا جائے گا۔ اس لئے میں نے یہ راستہ اختیار کیا تھا۔"

صفدر نے جواب دیا۔

"تمہارے پاس اخبار کی طرف سے شناختی کارڈ ہے"

پادری نے سوال کیا۔۔۔

"جی ہاں!" ——

صفدر نے جیب کی طرف ہاتھ لے جاتے ہوئے کہا۔ ——

"خبردار جیب میں ہاتھ مت ڈالنا ورنہ گولی مار دوں گا" ——

ان دو آدمیوں میں سے ایک نے سخت لہجے میں کہا۔ ——

اور صفدر نے ہاتھ کھینچ لیا ——

"یہ جھوٹ بولتا ہے میں اسے پہچان چکا ہوں یہ وہی آدمی ہے جو جانی جگہ لینے آیا تھا" ——

اسی آدمی نے سخت لہجے میں کہا جس نے صفدر کو جیب میں ہاتھ ڈالنے سے منع کیا تھا۔ وہ شائد ضرورت سے زیادہ تیز نظروں کا مالک تھا۔ ——

"آمرے" ——

دوسرا آدمی اور پادری اس کی بات پر چونک پڑے۔ وہ ایک بار پھر بغور صفدر کا جائزہ لینے لگے ——

"اس کا لباس وہی ہے اور دوسرا یہ میک اپ میں ہے۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ اس کی ایک مونچھ غائب ہے!" ——

اسی آدمی نے ریوالور کے ٹریگر پر انگلی کو حرکت دیتے ہوئے کہا۔ ——

اور صفدر نے بے اختیار مونچھوں پر ہاتھ رکھ کر دیکھا کہ آیا وہ واقعی سچ کہہ رہا ہے۔ ——

اور دوسرے لمحے اس آدمی کے قہقہے سے پورا ہال گونج اٹھا۔ ——

صفدر غیر شعوری طور پر اس کے نفسیاتی داؤ میں پھنس گیا تھا۔ ——

"دیکھا کس آسانی سے اس نے میک اپ کو قبول کر لیا۔ اگر یہ میک اپ میں نہ ہوتا اور اس کی مونچھیں اصلی ہوتیں تو یہ کبھی بھی ہاتھ رکھ کر انہیں چیک نہ کرتا!" ——

اس آدمی نے دلیل دیتے ہوئے کہا۔ ——

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو اب میں بھی اسے پہچان چکا ہوں" ——

پادری نے تیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ——

اور اسی لمحے صفدر نے فیصلہ کر لیا کہ اب ان سے تصادم ناگزیر ہے چنانچہ اس سے پہلے کہ وہ اس کے متعلق کوئی فیصلہ کرتے صفدر عقاب کی طرح اپنی جگہ سے جھپٹا۔ اور وہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے پادری کو گھسیٹتا ہوا دیوار تک لے گیا۔ ——

اور پھر برق کی سی تیزی سے اس نے رخ بدل کر پادری کو اپنے سامنے کر لیا اب اس کا ایک بازو پادری کی گردن میں حائل تھا اور دوسرا اس نے اس کے پیٹ کے گرد ڈال رکھا تھا ——

"خبردار اپنے ریوالور پھینک دو ورنہ میں اس کی گردن توڑ دوں گا" ——

صفدر نے چیخ کر ان دونوں سے کہا۔ ——

اور وہ دونوں ششدر کھڑے صفدر کو دیکھ رہے تھے۔ صفدر نے اس پھرتی سے یہ کام سرانجام دیا تھا کہ ان کی عقل حیران تھی۔ ——

"پھینک دو" ——

صفدر نے ایک بار اور کہا۔ ——

اور پھر گردن پر دباؤ میں اضافہ کر دیا۔ پادری کی آنکھیں باہر نکلنے لگی تھیں اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ ——

اور پھر دونوں نے ریوالور پھینک دیئے۔ ——

"سنو۔ دیوار کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ" ——

صفدر نے ایک اور حکم دیا۔ ——

اور پھر دونوں پیچھے ہٹتے دیوار کے ساتھ لگ گئے۔ اب صفدر پادری کو گھسیٹتا ہوا ریوالوروں کی طرف بڑھنے لگا۔ ——

جیسے ہی وہ ریوالوروں کے قریب پہنچا پادری کو ایک موقع مل گیا کیونکہ صفدر کی توجہ پادری سے ہٹ کر ریوالوروں پر مرکوز تھی۔ اور دوسرے لمحے پادری پوری قوت سے نیچے بیٹھ گیا اور صفدر ایک جھٹکے سے اس کے سر سے ہوتا ہوا نیچے فرش پر جا گرا۔ ——

یہ صورت حال دیکھ کر وہ دونوں آدمی بھی اس پر ٹوٹ پڑے مگر صفدر نے اپنے حواس قائم رکھے۔ فرش پر گرتے ہی اس نے قلابازی لگائی اور دوسرے لمحے وہ یوں اٹھ کھڑا ہوا جیسے فرش پر سپرنگ لگے ہوتے ہوں۔ پھر اس کی بھرپور لات اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے پادری کے پہلو پر پڑی اور وہ چیخ مار کر ایک طرف الٹ گیا۔ البتہ ان دو آدمیوں میں سے ایک نے پوری قوت سے صفدر کے پہلو میں ٹکر ماری اور صفدر لڑکھڑا گیا۔ دوسرے آدمی نے اسے لات مارنی چاہی۔ مگر صفدر نے پہلو بچا کر پھرتی سے اس کی لات پکڑی اور دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے اس آدمی کو فضا میں گھما دیا جیسے پہلوان ورزش کرتے وقت گرز گھماتے ہیں۔ اس گھومتے ہوئے آدمی کی زد میں پادری اور دوسرا آدمی بیک وقت آ گئے اور اس کے جسم کی ضرب سے وہ فرش پر گر پڑے۔ صفدر نے پوری قوت سے اسے گھما کر اچھال دیا اور وہ آدمی جیسے اڑتا ہوا قریبی دیوار سے جا ٹکرایا اور پھر ہال ایک دردناک چیخ سے گونج اٹھا۔

اس کا سر پوری قوت سے دیوار سے ٹکرایا تھا۔ نتیجہ میں وہ تو فرش پر گر پڑا مگر اس کا مغز چھپکلے کی طرح دیوار کے ساتھ چپکا رہ گیا۔ ——

پھر صفدر نے ریوالوروں کی طرف چھلانگ لگائی مگر پادری تیزی سے اس سے لپٹ گیا اور وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لپٹے ہوئے فرش پر لڑھکنے لگے۔ اتنے میں دوسرا آدمی ریوالور اٹھا چکا تھا۔ ——

"خبردار علیحدہ ہو جاؤ۔ ورنہ گولی مار دوں گا" — —

وہ حلق کے بل چیخا۔ ——

اور پادری کی اپنے ساتھی کی پوزیشن دیکھ کر گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ اسی لمحے صفدر نے اسے ریوالور والے پر دھکیل دیا۔ ——

پادری فرش پر لڑھکتا ہوا اس کی ٹانگوں سے ٹکرایا اور اپنے ساتھ اسے بھی فرش بوس کر دیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھتے صفدر فرش پر پڑا ہوا دوسرا ریوالور اٹھا چکا تھا۔ ——

پھر کمرے میں ایک دردناک چیخ گونج اٹھی۔ صفدر کے ریوالور سے نکلی ہوئی گولی پادری کے سینے پر پڑی تھی۔ ——

"اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ" ——

صفدر نے دوسرے آدمی کو ہدایت کی۔ اس کا لہجہ بے حد سخت تھا اور دوسرا آدمی جس کا ریوالور پادری کے ساتھ ٹکراؤ کی وجہ سے پہلے ہی گر چکا تھا خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ کیونکہ اسے اپنی نازک پوزیشن کا بخوبی علم ہو چکا تھا ——

پادری اس دوران ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ ——

"دیوار کی طرف منہ کر لو۔ جلدی" ——

صفدر نے اسے حکم دیا۔ ——

ور اس نے بڑی سعادت مندی سے ریوالور کی طرف منہ کر لیا۔ صفدر
بلقیس اس کی طرف بڑھا اور پھر اس نے پوری قوت سے ریوالور کا دستہ اس
کھوپڑی پر دے مارا۔ اور ایک ہی ضرب اتنی قوت سے پڑی تھی کہ وہ کاتی ہوئی
اور وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر فرش پر گر پڑا۔ ——

اس طرف سے پوری تسلی ہونے کے بعد صفدر نے ایک طویل اور اطمینان
سے بھرپور سانس لی۔ اور پھر اس کی آنکھوں نے چاروں طرف گردش
طرح گردش کرنی شروع کر دی اسے اس بات کا تو اچھی طرح علم تھا کہ جو
بال ساو [illegible] ہے اس لیے اسے تمام انتک [illegible] کے متعلق
کسی کو بھی علم نہیں ہوگا۔ — —

صفدر چند لمحے تک سوچتا رہا۔ پھر اس نے تیزی سے پادری کے جسم
سے پرزے اتارنے شروع کر دیئے۔ وہ اپنے ساتھ اس کا لباس تبدیل
چاہتا تھا۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد اس نے میک اپ
کے ذریعے کسی حد تک پادری کے ساتھ مشابہت پیدا کر لی۔ اور پھر
دروازہ کھول کر باہر نکل آیا ——

دروازے کے باہر دو دربان مشین گن ہاتھوں میں لئے بڑے چوکنے
میں کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ دروازہ کھلنے کی آواز سنتے ہی وہ چونک
مگر پادری کو باہر نکلتے دیکھ کر وہ دوبارہ اٹین شن ہو گئے۔ ——

صفدر جو پادری کے روپ میں تھا اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک کے ہاتھ
سے مشین گن لے لی۔ ——

"تم باہر گیسٹ روم کے قریب پہرہ دو" ——

اس نے پادری کے لہجے میں [illegible] کو حکم دیا اور [illegible] خاموشی سے چلا گیا

دوسری طرف بڑھ گیا۔ — —

اس کی طرف سے اطمینان کرنے کے بعد وہ دوسرے کمروں کی طرف
بڑھا مختلف کمروں کی تلاشی لینے کے بعد وہ ایک چھوٹے کمرے میں پہنچا
اس کمرے کے درمیان ایک رائٹنگ ٹیبل اور چند کرسیاں موجود تھیں۔ دیوار
میں ایک بڑے سائز کی الماری نصب تھی۔ — —

صفدر سیدھا اس الماری کی طرف بڑھا۔ اس نے پہلے تو ہینڈل گھما کر
کسی طرح اسے چیک کیا۔ وہ اس کے تالے کو توڑنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ
اسے کوئی خیال آگیا۔ اس نے تیزی سے پادری کے لباس کی جو اس وقت
وہ پہنے ہوئے تھا جیبیں ٹٹولنا شروع کر دیں۔ پھر ایک چھوٹی سی جیب میں اسے
ایک چابی مل گئی۔ اس نے وہ چابی اس الماری کی ہول میں ڈالی اور پھر اسے
دائیں بائیں گھما کر چیک کرنے لگا۔ چند لمحوں کی کوشش کے بعد ایک ہلکی
سی کھٹاک کی آواز سنائی دی اور الماری کا تالا کھل گیا ——

صفدر نے الماری کے پٹ کھولے اور پھر اندر مختلف فائلیں دیکھ کر
اس کی آنکھوں میں چمک آگئی۔ وہ تیزی سے فائلیں نکال نکال کر انہیں چیک
کرنے لگا۔ لیکن کسی بھی فائل میں اس کے مطلب کا کوئی کاغذ نہ ملا لیکن آخر کار
اس کی محنت رنگ لائی۔ ایک سرخ رنگ کی فائل کھولتے ہی وہ چونک پڑا اور
پھر جیسے ہی وہ فائل میں موجود کاغذات پر نظریں دوڑاتا گیا۔ اس کا چہرہ مسرت
سے گلنار ہوتا چلا گیا۔ انتہائی اہم ترین فائل تھی۔ جس سے وہ اس تنظیم کو
جڑوں سے اکھاڑ سکتے تھے۔ اس نے فائل بند کی اور پھر وہ الماری بند کرنے
میں مصروف ہو گیا۔ — —

ابھی اس نے پوری طرح الماری بند نہیں کی تھی کہ اچانک ایک آواز

اس کے کانوں میں پڑی۔ ——

"ہیلو مسٹر البرٹ" ——

اور صفدر بے اختیار گھوم گیا۔ ——

سامنے دروازے پر ایک لمبا تڑنگا غیر ملکی موجود تھا۔ صفدر نے مشین گن کی سائیڈ میں رکھی ہوئی تھی۔ ——

"ارے تم کون ہو؟" ——

وہ غیر ملکی یک دم چونک پڑا ——

اسی لمحے صفدر نے تیزی سے مشین گن کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ مگر دو گولی اس کے ہاتھ کے قریب سے گزر گئی۔ ——

"خبردار اگر حرکت کی" ——

غیر ملکی نے کوٹ کی جیب سے ہی نشانہ لے لیا تھا۔ صفدر نے ہاتھ کھینچ لیا اور دوسرے لمحے غیر ملکی کے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا۔ ——

"تم کون ہو مسٹر البرٹ کہاں ہے؟" ——

اس غیر ملکی نے انتہائی کرخت لہجے میں سوال کیا۔ اس کی آنکھوں میں تیز چمکیاں یک دم شدید ہو گئی تھیں۔ ——

صفدر ایک ہاتھ میں فائل پکڑے اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا جواب دے۔ ——

"جواب نہیں دیا تم نے یہ فائل مجھے دو۔" ——

وہ غیر ملکی دو قدم آگے بڑھ آیا۔ اور پھر اس نے شاید زندگی میں پہلی تھی کہ خود ہاتھ بڑھا کر صفدر سے فائل لینی چاہی۔ ——

اور یہی لمحہ صفدر کے لئے قیمتی تھا چنانچہ اس نے فائل اس کی

ائی اور دوسرے لمحے اس کا بایاں ہاتھ برق کی سی تیزی سے گھوما اور غیر ملکی ہاتھ سے ریوالور نکل کر دور جا گرا اور ساتھ ہی صفدر نے اپنا بایاں گھٹنا ی قوت سے غیر ملکی کے پیٹ میں مار دیا۔ غیر ملکی "اوغ" کی کریہہ آواز نکالتا پیچھے الٹ گیا۔ ——

صفدر نے بڑی پھرتی سے مشین گن اٹھالی۔ ——

"اب سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔" ——

نے مشین گن کی نال کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا ——

غیر ملکی خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ ہاتھ بلند کر چکا تھا۔ مگر اس کا چہرہ بے اور بے بسی کی شدت سے سرخ ہو گیا تھا۔ ——

"تمہارا کیا نام ہے؟" ——

صفدر نے ایک ہاتھ سے مشین گن سنبھالی اور دوسرے ہاتھ سے فائل کو موڑ جیب میں گھسیڑ دیا۔ ——

"شٹ اپ۔ میں تم جیسے حقیر کیڑے کو اپنا نام بتانا بھی توہین سمجھتا ہوں۔" ملکی نے غصے سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا۔ ——

"لیکن حقیر سے کیڑے کے ہاتھ میں تم یہ مشین گن ضرور دیکھ رہے ہو گے تمہیں نام بتلانے پر مجبور بھی کر سکتی ہے۔ جلدی بتلاؤ۔ ورنہ۔۔۔۔" ——

ی فقرے پر صفدر کا لہجہ یکلخت سخت ہو گیا۔ ——

"میں کہتا ہوں تم شرافت سے یہ مشین گن ایک طرف رکھ کر اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو۔ میں تمہاری زندگی کے بارے میں ہمدردانہ غور کر دوں گا۔"

غیر ملکی نے اس کا فقرہ نظر انداز کرتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ ——

"بہت خوب تم کسی شدید غلط فہمی میں مبتلا معلوم ہوتے ہو۔ بہرحال تم جیسے

کرو۔ اپنا نام بھی منکر نکیر کو بتلانا۔" ——

صفدر نے سرد لہجے میں کہا اور اس کی انگلی کا دباؤ ٹریگر پر بڑھنے لگا

"ٹھہرو۔ گولی مت چلانا۔ مجھے بتلاؤ تم کیا چاہتے ہو؟" ——

غیر ملکی کا لہجہ اس بار قدرے گھبرایا ہوا تھا۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ صفدر اپنے ارادے پر ہر قیمت پر عمل کرے گا اور موت کو سامنے دیکھ کر بڑے بڑے جغادریوں کی سٹی گم ہو جاتی ہے۔ ——

"تم باہر چلو۔ خاموشی سے۔" ——

صفدر نے اسے حکم دیا۔ وہ اسے ساؤنڈ پروف کمرے میں لے جانا چاہتا تھا تاکہ وہاں اطمینان سے اس سے معلومات حاصل کرے۔ ——

غیر ملکی چند لمحوں تک بغور صفدر کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ پھر وہ کندھے جھٹکتا ہوا مڑ گیا۔ شاید وہ کسی فیصلے پر پہنچ چکا تھا۔ ——

صفدر اس کے پیچھے تھا۔ ——

غیر ملکی کمرے سے باہر نکل گیا اور پھر صفدر بھی کمرے سے باہر نکلا۔ تو دوسرے لمحے اس کے ہاتھ سے مشین گن نکل گئی۔ کمرے کے باہر دروازے سائیڈ میں رابنسن چھپا ہوا تھا۔ اور یہ حرکت اسی کی تھی۔ اسی لمحے غیر ملکی بھی پلٹ پڑا۔ ——

"خبردار۔" ——

رابنسن نے مشین گن کی نال صفدر کے سینے سے لگا دی۔ ——

"بہت خوب رابنسن۔ ہم تمہاری کارکردگی پر بے انتہا خوش ہیں۔"

غیر ملکی نے رابنسن کا کندھا تھپکتے ہوئے کہا۔۔۔

"باس مجھے اس پر شک تو ہوا تھا۔ مگر میں کسی قطعی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا تھا"

رابنسن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ——

"ٹھیک ہے اسے ہال میں لے چلو۔" ——

غیر ملکی نے رابنسن سے کہا ——

"چلو۔" ——

رابنسن نے صفدر کو حکم دیا اور صفدر نے قدم آگے بڑھایا اور پھر وہ چیتے کی سی تیزی سے پلٹا اور اس کی لات پوری قوت سے رابنسن کے اس ہاتھ پر پڑی جس میں اس نے مشین گن اٹھا رکھی تھی۔ صفدر کا یہ اچانک حملہ رابنسن کے لئے قطعی غیر متوقع تھا۔ اس لئے وہ بری طرح لڑکھڑا گیا۔ ——

اور مشین گن اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گری۔ ——

غیر ملکی نے صفدر کو یہ حرکت کرتے دیکھ کر اس پر چھلانگ لگا دی مگر صفدر تیزی سے پہلو بدل گیا۔ ——

اور غیر ملکی سیدھا ہی زور سے برآمدے کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس سے پہلے کہ وہ پلٹتا صفدر نے پوری قوت سے فلائنگ کک رابنسن کے چہرے پر مار دی۔ ——

اور رابنسن بھی الٹ گیا۔ ——

صفدر نے مشین گن کی طرف لپکنے کی بجائے پوری قوت سے دوڑ لگائی۔ ——

اور پلک جھپکتے میں وہ برآمدہ کراس کر کے لان میں آ گیا۔ ——

"پکڑو، پکڑو، اسے جانے نہ دو۔" ——

غیر ملکی چیخا۔ ——

اور رابنسن اٹھ کر اس کی طرف دوڑ پڑا۔ ——

غیر ملکی بھی جوش میں اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ جھنجھلاہٹ اور غصہ
میں ان دونوں میں سے کسی کو بھی کونے میں پڑی ہوئی مشین گن کا خیال
نہیں آیا۔ ——

غیر ملکی نے جب آدھا لان کراس کر لیا تو۔ اسے اچانک مشین گن کا خیال
آیا اور وہ مشین گن اٹھانے کے لئے پلٹ پڑا۔ ——

مگر جب تک وہ مشین گن لے کر پلٹتا۔ صفدر بڑا پھاٹک کراس کر کے
سڑک تک پہنچ گیا۔ رابنسن اس کے پیچھے تھا۔ ——

صفدر گیٹ سے باہر نکلتے ہی تیزی سے سڑک کراس کر گیا اور پھر جیسے
ہی رابنسن سڑک پر پہنچا اسے رک جانا پڑا۔ کیونکہ ٹریفک کنواتے وہاں سے گزر
شروع ہو گیا تھا اور اب جب تک یہ ٹریفک کنوائے نہ گزر جاتا وہ سڑک کراس
نہیں کر سکتا تھا۔ ——

صفدر کے لئے یہ موقع کافی تھا۔ چنانچہ وہ مختلف گلیوں سے ہوتا ہوا
ایک اور سڑک پر پہنچ گیا۔ اب وہ یہاں سے بآسانی ٹیکسی پکڑ سکتا تھا۔ ——

اسے اطمینان تھا کہ اس کی یہ تمام جدوجہد بیکار نہیں گئی۔ انتہائی اہم
فائل اس کی جیب میں موجود تھی۔ ——

جولیا کا طعنہ تنویر کی غیرت کے لئے ایک تازیانہ ثابت ہوا۔ وہ سوچ
رہا تھا کہ جولیا غیر ملکی ہو کر مجھے محب الوطنی کا طعنہ دے رہی ہے۔ بس دماغی رو بھی کر
پلٹ ہی بدل گئی۔ اس کا چہرہ جوش کی حدت سے سرخ ہو رہا تھا۔

اس نے بڑی تیزی سے لباس بدلا۔ جیب میں ریوالور اور کچھ فالتو راؤنڈ ڈالے
اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ ہوٹل کے مین گیٹ سے باہر آ گیا۔ رانا پیلس ہوٹل سے
قریب ہی تھا۔ اس لئے وہ تیزی سے اس کی طرف چل رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل
رہا تھا کہ وہ اڑ کر رانا پیلس پہنچ جائے۔ اور جولیا کو بتلا دے کہ وہ محب الوطنی
میں کسی سے کم نہیں ہے۔

جلد ہی وہ رانا ہاؤس کے قریب پہنچ گیا۔ رانا پیلس کا فرنٹ گیٹ بند تھا۔ اور
رانا پیلس پر خاموشی طاری تھی۔ وہ گیٹ کی طرف بڑھنے لگا ابھی وہ گیٹ سے چند
قدم دور تھا کہ اچانک ایک نیلے رنگ کی کار گیٹ کے قریب آ کر رکی۔ اور اس
میں سے دو آدمی نکل کر گیٹ کی طرف بڑھے۔ تنویر کے دماغ میں فوراً جولیا کے وہ فقرے
گھوم گئے کہ مجرموں کے آدمی بھی وہاں پہنچنے والے ہیں۔

اور تنویر سمجھ گیا کہ یہ دونوں مجرموں کے آدمی ہیں۔ اس نے فوراً ہی ایک فیصلہ
کیا اور پھر وہ گیٹ پر رکے بغیر آگے بڑھ گیا۔ وہ دونوں آدمی گیٹ کی ذیلی کھڑکی سے

جو کھلی ہوئی تھی اندر چلے گئے۔

وہ اس دلیری اور بے خوفی سے اندر گئے تھے جیسے انہیں قطعی یقین ہو کہ اندر مزاحمت کرنے والا کوئی ذی روح موجود نہیں ہے۔

تنویر رانا پیلس سے کچھ دور آگے جا کر رکا اور ایک بار پھر وہ رانا پیلس کے گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔

گیٹ کے قریب پہنچتے ہی وہ چند لمحوں کے لئے رکا اور پھر ذیلی کھڑکی پار کر کے اندر چلا گیا۔

رانا پیلس کا وسیع و عریض لان سنسان پڑا تھا۔ وہ دونوں آدمی شاید اصل عمارت کے اندر پہنچ چکے تھے۔

تنویر تیز تیز قدم بڑھاتا ہوا پورچ کی طرف بڑھا۔ تنویر کی یہ فطرت تھی کہ جب وہ کام کرنے پر اتر آتے تو انتہائی بے خوفی کا مظاہرہ کرتا تھا۔ احتیاط وغیرہ کا لفظ اس کی لغت سے خارج تھا چنانچہ اپنی فطرت سے مجبور ہو کر اس وقت بھی وہ انتہائی اطمینان اور بے خوفی سے پورچ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جبکہ وہ جانتا تھا کہ مجرموں کے دو آدمی اس کے سامنے اندر گئے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ پوری طرح مسلح ہوں گے۔

پورچ میں پہنچنے کے بعد اس نے ایک لمحے کے لئے اپنے قدم روکے اور پھر وہ سامنے کھلے دروازے میں گھستا چلا گیا۔

اور پھر جیسے ہی اس نے دروازہ کراس کیا ریوالور کی نال اس کی کمر سے چپک گئی۔

شاید وہ دو آدمی اسے اندر آتا دیکھ چکے تھے چنانچہ اسے ٹریپ کرنے کیلئے وہ دروازے کے پیچھے چھپ گئے تھے۔

"خبردار اپنے ہاتھ اٹھا دو ورنہ۔۔۔۔۔۔" ——

ریوالور کی نال کمر سے لگتے ہی ایک کرخت آواز گونجی۔

مگر ابھی بولنے والے نے اپنا فقرہ مکمل نہیں کیا تھا کہ تنویر پلٹ پڑا اور پھر ایک زوردار گھونسا پوری قوت سے ریوالور بردار کی ناک پر پڑا۔ اور دوسرے ہاتھ سے تنویر نے ریوالور چھین لیا۔

ریوالور بردار کو شاید تنویر سے اس حرکت کی قطعی امید نہیں تھی۔ اس لئے وہ کچھ بھی نہ کر سکا اور تنویر کے مکے نے اسے زمین چاٹنے پر مجبور کر دیا۔

اس کا دوسرا ساتھی جو شاید دروازے کی دوسری طرف تھا یہ صورت حال دیکھ کر اس پر جھپٹنے لگا۔ مگر تنویر نے بغیر کوئی لمحہ ضائع کئے ٹریگر دبا دیا۔ ایک دھماکہ ہوا اور وہ آدمی چیخ مار کر سینہ پکڑے بیٹھتا چلا گیا اور پھر تنویر پر جنون سوار ہو گیا وہ پے در پے ٹریگر دباتا چلا گیا۔ اس کے ریوالور سے نکلی ہوئی دوسری گولی مکے کھانے والے کے سینے پر پڑی اور پھر وہ اس وقت تک باری باری ان پر گولیاں چلاتا گیا جب تک ریوالور میں موجود گولیاں ختم نہ ہو گئیں اور پھر جب ریوالور سے گولی کی بجائے ٹریچ کی آواز نکلی تو اس نے جھنجھلا کر ریوالور ان کی لاشوں پر پھینک دیا۔ اس کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے اسے گولیاں ختم ہو جانے پر افسوس ہوا ہو۔

ریوالور پھینکنے کے بعد اس نے اطمینان سے ہاتھ جھاڑے اور پھر پلٹ کر آگے بڑھ گیا۔ مختلف کمروں سے گزرنے کے بعد آخر وہ ایک ایسے کمرے میں پہنچ گیا جو ملبے میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اور دروازے کے قریب اسے عمران زمین پر پڑا نظر آ گیا۔ اس پر چھت کا کافی سے زیادہ ملبہ پڑا ہوا تھا۔ اور عمران قطعی بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

تنویر تیزی سے آگے بڑھا اور پھر اس نے جنونی انداز میں دونوں ہاتھوں

سے عمران کے جسم پر موجود ملبہ ہٹانا شروع کر دیا۔ ملبہ صاف کرتے ہی اس نے عمران کو باہر گھسیٹ لیا۔

عمران کو باہر گھسیٹنے کے بعد اسے معلوم ہوا کہ قریب ہی ایک اور آدمی بھی موجود ہے۔ اس پر کافی سے زیادہ ملبہ موجود تھا۔

"نجانے کن کن کم بختوں کو ساتھ لگانے پھر رہا ہے۔" ——— تنویر بڑبڑایا۔

اور پھر اس نے اس آدمی سے ملبہ صاف کرنے سے پہلے عمران کے سینے سے کان لگایا۔

اسے ہلکی سی حرکت کا احساس ہوا اور اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ عمران ابھی زندہ تھا۔

"چلو اس کو بھی نکال لوں شاید یہ بھی زندہ ہو۔ ویسے اگر مر چکا ہو تو جان چھوٹے ورنہ کون اسے لادے لادے پھرے گا۔" ———

تنویر نے دوسرے آدمی کے جسم سے ملبہ ہٹاتے ہوئے سوچا۔ اب اسے کیا معلوم کہ جسے وہ کم بخت کہہ رہا ہے اور جس کے مرنے کی وہ دعا مانگ رہا ہے وہ ایکسٹو (بلیک زیرو) ہے اور یہ وہی ایکسٹو ہے جس کے قتل کے بارے میں اس نے نجانے دل ہی دل میں کتنے منصوبے تیار کئے تھے۔ ملبہ صاف کرنے کے بعد اس نے بلیک زیرو کو بھی گھسیٹ کر باہر نکالا۔ شکل اس کے لئے قطعی اجنبی تھی اس نے بلیک زیرو کے سینے سے بھی کان لگایا اور پھر بول پڑا۔

"بہت تیرے کی یہ بھی زندہ ہے۔ کسی کتے کی جان ہے شاید اس میں۔" ———

جولیا نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ عمران کو خود ہی دانش منزل پہنچائے۔ مگر اب مسئلہ یہ آپڑا تھا کہ کیا عمران کے ساتھ ساتھ وہ اس اجنبی کو بھی دانش منزل

لے جائے یا نہیں۔ جولیا کو ٹیلی فون کر کے پوچھنے کا وقت نہیں تھا کیونکہ عمران کی نازک حالت کا اسے احساس تھا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر عمران کو جلد ہی طبی امداد میسر نہ آئی تو اس کی نبض ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ساکت ہو جائے گی۔ ادھر بلیک زیرو کی حالت بھی تسلی بخش نہیں تھی۔ ایک لمحے کے لئے تو تنویر نے سوچا کہ اس کو یہیں چھوڑ کر صرف عمران کو لے جائے۔ مگر پھر اسے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے یہ کوئی اہم آدمی ہو۔ یا کسی کیس میں اس کا اہم کردار رہا ہو۔

چنانچہ اس نے دونوں کو دانش منزل لے جانے کا فیصلہ کر لیا۔ فیصلہ کرتے ہی وہ عمل کے لئے بھی تیار ہو گیا۔ اور پھر اس نے جھک کر پھرتی سے عمران کو اٹھا کر ——— کاندھے پر ڈالا اور کوٹھی کے مین گیٹ کی طرف دوڑ لگا دی۔ اسے ہر لمحے یہ خیال ستا رہا تھا کہ کہیں معمولی سی دیر سے عمران ختم ہو جائے اور وہ ہمیشہ کے لئے جولیا کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ گو عمران کا وزن خاصا تھا مگر پھر بھی وہ تیزی سے دوڑتا ہوا مین گیٹ کے قریب پہنچا اور پھر اس نے عمران کو مین گیٹ سے ہٹ کر ایک طرف گھاس پر لٹا دیا۔ اور ایک بار پھر اندر دوڑ لگائی۔ چند لمحوں بعد وہ بلیک زیرو کو اٹھائے واپس آ رہا تھا۔ عمران کے قریب اسے لٹا کر اس نے تیزی سے گیٹ کھولا اور باہر نکل آیا۔

مجرموں کی کار باہر موجود تھی۔ وہ اگر چاہتا تو بلیک زیرو اور عمران دونوں کو کھڑکی سے نکال کر باہر کار میں ڈال دیتا۔ مگر اس نے چند لمحوں کی دیر گوارا کر لی مگر وہ نہیں چاہتا تھا کہ باہر سڑک پر چلتی ہوئی ٹریفک اسے ایسا کرتے دیکھ کر کسی شک میں مبتلا ہو جائے۔ اور اس طرح وہ پوچھ گچھ اور شک و شبہ میں پھنس کر عمران کی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اس نے کار کا دروازہ کھولا اور پھر اندر جھک گیا۔

اگنیشن میں چابی موجود نہیں تھی۔ اس نے ڈیش بورڈ کا خانہ کھولا اور پھر اسے

ایک چھوٹا سا سکرو ڈرائیور اس میں پڑا ہوا مل گیا۔ اس نے سکرو ڈرائیور نکالا اور پھر اس کی پتلی سی نوک سے وہ جلد ہی کار اسٹارٹ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ دوسرے لمحے اس نے کار گیٹ کے اندر موڑ دی۔ گیٹ سے ایک سائیڈ پر کار روک کر وہ تیزی سے باہر نکلا۔ اس نے پچھلی سائیڈ کا دروازہ کھولا اور پھر باری باری عمران اور بلیک زیرو کو اٹھا کر پچھلی سیٹ اور درمیانی جگہ میں لٹا دیا۔

اب دروازہ بند کر کے وہ دوبارہ ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا اور کار بجلی کی سی تیزی سے گھومتی ہوئی دوبارہ سڑک پر آ گئی۔ سڑک پر آتے ہی اس نے ایکسیلیٹر پر پیر کا پورا دباؤ ڈال دیا اور کار بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی طرح سڑک پر دوڑنے لگی۔

کار سپورٹس ماڈل تھی اور تنویر اسے ٹریفک کا کافی سے زیادہ رش ہونے کے باوجود انتہائی تیز رفتاری سے دوڑ رہا تھا۔ اس کی پوزیشن ایسی تھی جیسے سنسنی خیز فلموں میں ہیرو سڑک پر کار دوڑاتا ہے۔

ابھی وہ سرکلر روڈ کے مین چوک سے گھوما ہی تھا کہ اچانک وہ چونک پڑا کیونکہ ڈیش بورڈ سے ہلکی ہلکی سیٹی کی آواز نکلنی شروع ہو گئی تھی۔ اس نے کچھ سوچ کر گاڑی کی رفتار قدرے آہستہ کر دی اور پھر ڈیش بورڈ پر ہاتھ پھیر کر دیکھنے لگا۔

ایک ابھری ہوئی جگہ پر اس نے جیسے ہی ہاتھ پھیرا اسپیڈو میٹر کے ڈائل میں سبز روشنی جل اٹھی۔

”سیلو الیون کیا رپورٹ ہے“ ——

ایک کرخت آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

”سیلو الیون جہنم رسید ہو چکا ہے بیوقوف“ ——

تنویر نے کال بٹن دبانے کے انداز میں فوراً جواب دیا۔

اور اس کے اس سپاٹ جواب سے چند لمحے خاموشی طاری رہی۔

”تم کون ہو“ ——

دوسری طرف سے دوبارہ کرخت آواز گونجی۔

”تمہاری موت۔ اب خاموش ہو جاؤ میرے پاس فالتو دماغ نہیں کہ تم سے بک بک کرتا رہوں“ ——

تنویر نے بے حد سخت لہجے میں غصے سے ڈانٹتے ہوئے کہا اور توقع کے خلاف آواز آنی بند ہو گئی۔ ساتھ ہی ڈائل پر جلنے والی سبز روشنی بھی غائب ہو گئی۔ تنویر نے ایک طویل سانس لی اور ایکسیلیٹر پر ایک دفعہ پھر پورا دباؤ دے دیا۔

مگر دوسرے لمحے ایک بار پھر وہ چونک پڑا کیونکہ کار کے اندر کی لائٹ خود بخود جلنے لگی تھی۔ دن ہونے کے باوجود کافی تیز روشنی اس میں سے نکل رہی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتا لائٹ خود بخود بجھ گئی۔

تنویر نے اس مسئلے پر زیادہ مغز کھپانے کی ضرورت نہیں سمجھی اور کندھے جھٹک کر ذہن سے یہ خیال نکال دیا۔ وہ ہر قیمت پر جلد از جلد دانش منزل پہنچ جانا چاہتا تھا۔

دانش منزل پہنچنے کے لئے اب وہ جس سڑک پر مڑا تھا گو خاصا لمبا چکر پڑ جاتا تھا مگر اس سڑک پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی اس لئے اسے کار زیادہ سے زیادہ دوڑانے میں آسانی تھی۔ اس لئے اس نے یہ راستہ منتخب کیا تھا۔

لیکن ابھی وہ آدھا راستہ ہی طے کر سکا تھا کہ اچانک ایک ذیلی روڈ سے ایک بڑا سا بند باڈی کا ٹرک نکل کر سڑک کے درمیان آ گیا۔ تنویر کی کار اور اس ٹرک کے درمیان بہت معمولی سا فاصلہ تھا۔

اور پھر ٹرک سڑک کے درمیان اس طرح آ کر کھڑا ہو گیا تھا کہ ادھر ادھر

سے کار نکالنے کا کوئی راستہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔

چنانچہ تنویر نے پوری قوت سے بریک پیڈل دبا دیا۔ کار اسی قوت سے پل کی رفتار سے جا رہی تھی اس طرح بھیانک بریک لگنے سے لڑکھڑانے لگی۔ فضا میں ٹائروں کی طویل چیخ نے ہیجان سا پیدا کر دیا تھا۔ اور پھر کار کے رکتے رکتے بھی ٹرک کے انتہائی قریب پہنچ چکی تھی۔ اور تنویر کو نظر آ رہا تھا کہ تصادم ناگزیر ہو چکا ہے اور صاف ظاہر تھا کہ ہیوی ٹرک سے جیپ کار ٹکرا گئی تو اس کے پرخچے اڑ جائیں گے مگر کار ٹرک کے قریب پہنچتے پہنچتے سلپ کر کے گھوم گئی اور پھر دائیں سائیڈ گھومتے ہوئے رک گئی۔

ٹرک سے تصادم ہوتے ہوتے بچ گیا تھا۔ تنویر نے ایک طویل سانس لیا۔ مگر ابھی وہ پوری طرح سنبھل بھی نہ سکا تھا کہ چار آدمی جن میں سے دو نے ہاتھوں میں مشین گنیں پکڑی ہوئی تھیں۔ کار کا گھیراؤ کر لیا۔

"خاموشی سے باہر نکل آؤ۔"——

اس کی کھڑکی کے قریب موجود ایک آدمی نے اسے انتہائی کرخت لہجے میں حکم دیتے ہوئے کہا۔

تنویر نے ایک ہاتھ جیب میں ڈال کر ریوالور پر اپنی گرفت مضبوط کی اور دوسرا ہاتھ دروازے کے ہینڈل پر ڈالا۔

اور پھر دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے دروازہ کھولا اور دروازہ کے قریب کھڑا آدمی سے دروازہ پوری قوت سے ٹکرایا اور وہ چیخ مار کر پیچھے الٹ گیا۔

تنویر نے اس اثناء میں باہر چھلانگ لگا دی اور وہ کمر کے بل سڑک پر گرا۔ تنویر نے سڑک پر گرتے ہی ریوالور کا ٹریگر دبا دیا اور اسی سائیڈ پر موجود ایک مشین

والا چیخ مار کر الٹ گیا۔ تنویر تیزی سے قلابازیاں کھاتا ہوا ٹرک کی سائیڈ میں ہو گیا اس کے ریوالور سے بڑی باقاعدگی سے گولیاں نکل رہی تھیں۔

پھر دوسری سائیڈ میں موجود دوسرے مشین گن بردار نے مشین گن کا دہانہ کھول دیا۔ گولیوں کی ایک بوچھاڑ تنویر پر ہوئی۔ مگر تنویر انتہائی پھرتی سے کروٹیں بدل کر اس ٹارگٹ سے ہٹ گیا تھا۔ اب وہ ٹرک کے انتہائی قریب پہنچ گیا اور اس سے پہلے کہ مشین گن کا رخ دوبارہ اس کی طرف ہوتا وہ تیزی سے ٹرک کے نیچے رینگ گیا۔ دوسری دفعہ بوچھاڑ ہوئی ضرور۔ مگر گولیاں ٹرک کی باڈی سے ہی ٹکرا کر رہ گئیں۔

"دوسری طرف جاؤ۔ گولی مار دو"——

ایک آدمی دوسرے کو چیخ کر ہدایات دینے لگا۔

تنویر تیزی سے رینگتا ہوا دوسری طرف نکلا اور پھر اس نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر ٹرک کی باڈی پر چڑھنا شروع کر دیا۔ پلک جھپکنے میں وہ ٹرک کی چھت پر موجود تھا۔

اب وہ چاروں طرف بآسانی فائر کر سکتا تھا۔

پھر باڈی پر پہنچتے ہی اسے ایک مشین گن بردار تیزی سے دوسری سمت دوڑتا نظر آیا۔ تنویر کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور وہ وہیں سڑک پر ہی ڈھیر ہو گیا

اب تنویر کو چوتھے آدمی کی تلاش تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ اسے دیکھتا اچانک کار جس کا مخالف سمت کی طرف منہ تھا سٹارٹ ہوئی اور پھر تیزی سے سڑک پر بھاگنے لگی۔ تنویر نے بوکھلا کر اس کے ٹائروں پر فائر کئے مگر نشانے خطا گئے اور کار تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑتی ہوئی ادھر دوڑتی چلی گئی جدھر سے تنویر آیا تھا۔

تنویر کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ مجرم عمران اور بلیک زیرو کو لے جانے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ اور تنویر جانتا تھا کہ ان دونوں کی حالت بے حد مخدوش ہے۔ وہ کسی بھی لمحے ختم ہو سکتے ہیں۔ تنویر نے یہ صورت حال دیکھتے ہی ٹرک کی باڈی سے نیچے سڑک پر چھلانگ لگا دی اور پھر وہ تیزی سے ٹرک کی ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر اس میں سوار ہو گیا۔

چابی اگنیشن میں ہی موجود تھی۔ اس نے ٹرک سٹارٹ کیا اور پھر اس کا رخ ادھر موڑنے لگا۔ جدھر وہ کار گئی تھی۔

ٹرک خاصا بڑا اور بھاری تھا اس لئے اسے موڑتے موڑتے کافی وقت لگ گیا اور پھر جب ٹرک سیدھا ہوا تو اس نے تیزی سے اسے سڑک پر دوڑا دیا۔ مگر ٹرک کی رفتار خاصی سست تھی۔ اور تنویر بے بسی سے اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ ٹرک کو ہوائی جہاز کی سپیڈ میں چلا کر کار تک جا پہنچے کار کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ وہ ٹرک انتہائی رفتار سے چلاتا رہا۔ مگر پھر اچانک ٹرک کے انجن سے سفید رنگ کا دھواں نکلنے لگا اس سے پہلے کہ تنویر ہوشیار ہوتا دھواں ٹرک میں پھیل چکا تھا اور پھر تنویر کے اعصاب ڈھیلے پڑتے چلے گئے۔

اس کے دماغ میں تاریکی اپنے پر پھیلاتی چلی گئی۔ تنویر بے ہوش ہو رہا تھا اس نے لاشعوری طور پر بریک لگانی چاہی مگر اس کے جسم میں جان ہی نہیں باقی تھی۔ اور چند لمحوں بعد وہ وہیں سیٹ پر ہی ڈھیر ہو گیا۔

وہ قطعی طور پر بے ہوش ہو چکا تھا۔ اور ٹرک خاصی رفتار سے اب بھی چل رہا تھا سٹیئرنگ پر ہاتھ کی گرفت ختم ہوتے ہی ٹرک آندھی میں اڑنے والے کوے کی طرح ادھر ادھر ڈولنے لگا۔ اور پھر وہ سڑک چھوڑ کر بائیں طرف کی ڈھلوان پر اتر گیا

جہاں سڑک ختم ہو رہی تھی۔ اور ادھر ادھر خاصی گہری کھائیاں تھیں۔ ٹرک ان عمیق گہرائیوں میں گرتا چلا گیا۔ ٹرک لڑھکتا ہوا نیچے گر رہا تھا اور پھر ایک زوردار دھماکہ ہوا اور ٹرک میں موجود پٹرول کی ٹنکی کو آگ لگ گئی اور تمام ٹرک دھڑا دھڑ جلنے لگا چند لمحوں بعد ٹنکی پھٹنے کا زوردار دھماکہ ہوا اور ٹرک کے انجن کے پرخچے اڑ گئے۔

کافرستانی [illegible] فوجی اب باقاعدہ ایسٹ ونگ میں داخل ہونے شروع ہو گئے تھے۔ گو وہ فوجی لباس کی بجائے سادہ کپڑوں میں داخل ہوتے لیکن انہوں نے ایسٹ ونگ میں قتل و غارت اور مار دھاڑ کا ایک طوفان بپا کر دیا تھا۔

ادھر ایسٹ ونگ کے واحد منتخب ——— لیڈر مطیع الرحمن نے پورے ونگ میں سول نافرمانی کی تحریک کا آغاز کر دیا تھا۔ پورا ونگ عجیب افراتفری سے دوچار تھا قتل و غارت، بدامنی اور لاقانونیت کے دیو نے اپنا پنجہ ایسٹ ونگ میں گاڑ دیا تھا اب وہاں عملاً کوئی حکومت نہیں رہ گئی تھی کیونکہ ان سے کسی قسم کا تعاون نہیں کیا جا رہا ہے کافرستان کے گوریلے وہاں کے شرپسندوں کی شہ پا کر اور بھی زیادہ دلیر ہو گئے تھے۔ وہ مسلسل پلیں، ریلوے کی پٹڑیاں اور مواصلات کے نظام کو تباہ کرتے چلے جا رہے تھے۔ بے گناہ اور بے ضرر عوام کا قتل عام

جاری تھا۔

عوام بے چارے عجیب کشمکش کا شکار تھے اگر وہ پاکستان کی حمایت کرتے تو شرپسند ان کو فرستائی گولیے ان کی بستیوں کی بستیاں تباہ کر دیتے اور اگر شرپسندوں کی حمایت کرتے تو فوج انہیں ختم کر دیتی۔ عجیب افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ ورنہ آتش فشاں کسی بھی لمحے پھٹ پڑنے کا امکان پیدا ہو گیا تو لیڈر کے واحد لیڈر مسٹر سیف علی صدر مملکت سے ملے۔

"صدر صاحب آپ یہاں بیٹھے کیا سوچ رہے ہیں کیا آپ چاہتے ہیں ہمارے پیارے وطن کا یہ حصہ تباہ و برباد کر دیا جائے؟" ———

سیف علی کے لہجے میں بے پناہ تلخی اور جھنجھلاہٹ تھی۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے مسٹر سیف علی۔ ہم اپنے وطن کے چپے چپے کا دفاع کریں گے۔" ———

صدر مملکت نے نرم لہجے میں جواب دیا۔

"جو صورت حال اس وقت ایسٹ ونگ کی ہے۔ وہ ویسٹ ونگ میں بھی پیدا ہو سکتی ہے۔"

سیف علی نے انہیں آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں؟" ———

صدر مملکت نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ دھمکی نہیں، کھلی حقیقت ہے۔" ———

سیف علی نے بھی غصے سے بھرپور لہجے میں جواب دیا۔

"میں حکومت کی باتیں آپ سے بہتر سمجھتا ہوں اس لئے آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں؟"

صدر مملکت نے زہر خند لہجے میں جواب دیا۔

"آپ کیا بہتر سمجھتے ہیں اور کیا نہیں۔ اس کا علم پوری دنیا کو ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں صدر صاحب کہ آپ فوراً ایسٹ ونگ کو بچانے کیلئے کوئی کارروائی کریں ورنہ یہ پورا ملک ناقابلِ فراموش مصائب سے دوچار ہو جائے گا۔" ———

مسٹر سیف علی نے کہا۔

"کارروائی تو میں کر رہا ہوں ہماری بہادر فوجیں وہاں امن و امان قائم رکھنے کیلئے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے اور ہمیں امید ہے کہ آخرکار وہ کامیاب ہو جائیں گے۔" ———

صدر مملکت نے قدرے نرم پڑتے ہوئے جواب دیا۔

"نہیں محترم صدر یہ ایسٹ ونگ کو بچانے کی نہیں بلکہ اسے تباہ کرنے کی کارروائی ہے۔ آپ ڈاکٹر مسٹر مطیع الرحمٰن سے مل کر کوئی ——— تصفیہ کریں۔ مسئلے کا حل تشدد اور طاقت سے قائم نہیں رکھا جا سکتا۔" ———

مسٹر سیف علی نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن مسٹر مطیع الرحمٰن نجانے کونسی طاقت کے نشے میں دوبار رہے کہ وہ سیدھے منہ بات ہی نہیں کرتے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کا یہ نشہ اتر جائے پھر ان سے بات کی جائے۔ تب وہ سیدھے ہمارے قدموں میں آگریں گے۔" ———

صدر مملکت نے انہیں اپنی رائے سے آگاہ کیا۔

"معاف کیجئے صدر مملکت آپ شدید غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ اس وقت

بین الاقوامی پوزیشن ہمارے سخت خلاف ہے اور کافرستانی فوجیں ہماری سرحد پر ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ اس موقعے سے وہ کسی وقت بھی فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔

سیف علی نے جواب دیا۔

"نہیں مجھے یقین دلایا گیا ہے۔ کہ کافرستانی ایسے موقعے پر کوئی حرکت نہیں کریں گے ۔۔۔۔"

صدر مملکت نے کہا۔

"مگر میں آپ کو کہہ رہا ہوں کہ آپ جلد از جلد مسٹر مطیع الرحمن سے تصفیہ کریں ورنہ میری بات یاد رکھیں۔ پاکیشیا پر ایک ایسا کاری زخم لگے گا کہ قیامت تک زخم مندمل نہیں ہو سکے گا اور ہم تباہی کے ایک ایسے گڑھے میں گر جائیں گے کہ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں وہاں سے نہیں نکال سکے گی۔" ۔۔۔۔

مسٹر سیف علی بھی جذباتی ہو گئے۔

"مسٹر سیف علی آپ بار بار میری توہین کر رہے ہیں۔ آپ کو علم ہے کہ آپ کس سے بات کر رہے ہیں۔"

صدر مملکت کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"ہاں مجھے علم ہے جناب صدر۔"

مسٹر سیف علی نے قدرے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔

"شٹ اپ۔ آپ تشریف لے جائیں"

صدر مملکت غصے سے کانپتے ہوئے بولے۔

"بہتر جناب میں جا رہا ہوں۔ بہرحال میرے مشورے پر ضرور عمل کیجئے مسٹر مطیع الرحمن سے فی الفور کوئی ۔۔۔۔ تصفیہ کیجئے ورنہ تاریخ میں آپ کا نام زریں حروف میں نہیں کالے حروف میں لکھا جائے گا!" ۔۔۔۔

مسٹر سیف علی نے کہا۔

اور پھر اٹھ کر کمرے سے باہر نکل آئے۔ ان کا چہرہ بے حد غصے میں تمتما رہا تھا اور بے بسی سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہے تھے۔

ٹائیگر آج کل فارغ تھا۔ عمران کی طرف سے ایک کار کے نمبر چیک کرنے کے لئے کہا گیا تھا۔ مگر وہ نمبر جعلی ثابت ہوئے۔ رجسٹریشن آفس سے ابھی تک یہ نمبر جاری ہی نہیں کیا گیا تھا۔ اس نے اس بات کی اطلاع عمران کو دینی چاہی مگر سلسلہ ہی قائم نہ ہو سکا۔ چنانچہ اب وہ قطعی فارغ تھا۔ مگر مخدوش ملکی حالات نے اسے بے چین کیا ہوا تھا۔ اسے اچھی طرح اندازہ تھا کہ ملکی حالات روز بروز بد سے بدتر ہوتے چلے جا رہے تھے۔ لیکن وہ اکیلا کیا کر سکتا تھا۔ اس لئے مجبوراً خاموش تھا۔

آج صبح سے ہی اس کی طبیعت عجیب بے چین اور اضطراب کی طرف مائل تھی چنانچہ اس نے اپنا موٹر سائیکل نکالا۔ اور شہر میں گشت شروع کر دی اس نے دو تین بار ٹرانسمیٹر پر عمران سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی مگر سلسلہ نہ مل سکنے کی وجہ سے مایوس ہونا پڑا۔ مختلف ہوٹلوں میں وقت گزارنے کے باوجود اس کی طبیعت سکون پذیر نہ ہو سکی۔ تو اس نے اپنا موٹر سائیکل نکالا اور ساحل سمندر کی طرف جانے کا پروگرام بنایا۔

سرکلر روڈ سے گھوم کر جب وہ ڈیفنس روڈ پر مڑا تو اسے دور سے فائرنگ کی آواز سنائی دی اور وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے اعصاب پر چھائی ہوئی بے حسی اچانک دور ہو گئی۔ دوسرے لمحے اس نے موٹر سائیکل کی رفتار تیز کر دی۔ ڈیفنس روڈ کا چوک آتے ہی وہ بائیں طرف مڑ گیا۔ کیونکہ فائرنگ کی آوازیں اسے ادھر سے

سنائی دی تھیں۔ مگر اب فائرنگ کی آوازیں ختم ہو چکی تھیں۔ لیکن پھر بھی وہ جلد از جلد وہاں پہنچ جانا چاہتا تھا۔

وہ پھر بائی روڈ پر مڑتے ہی اسے دور سے ایک ٹرک مڑ کر واپس جاتا ہوا نظر آیا۔

اس نے رفتار مزید تیز کر دی مگر اس سے پہلے کہ وہ ٹرک کے قریب پہنچتا ٹرک مڑ کر سڑک سے بائیں طرف موجود گھاٹیوں کی طرف بڑھنے لگا۔

"یہ ٹرک تباہ ہو جائے گا کیا اس کا ڈرائیور پاگل ہو گیا ہے"

ٹائیگر نے رفتار بڑھاتے ہوئے سوچا اور پھر جب تک وہ ٹرک کے قریب پہنچا ٹرک ایک کافی گہری کھڈ میں گر چکا تھا۔ اس کے انجن میں آگ بھڑک اٹھی تھی۔

ٹائیگر نے تیزی سے بریک لگائی اور پھر جب تک وہ موٹر سائیکل کو سٹینڈ کرتا ایک زوردار دھماکہ ہوا ٹرک کی پٹرول ٹنکی پھٹ چکی تھی۔ وہ تیزی سے دوڑا اور چھوٹی چھوٹی گھاٹیوں کو پھلانگتا ہوا جلتے ہوئے ٹرک کی طرف دوڑا۔ ٹرک بند باڈی کا تھا۔ چنانچہ وہ پہلے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف متوجہ ہوا۔ آگ پوری تیزی سے جل رہی تھی۔ اور ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ ٹوٹ کر ایک طرف جا گرا تھا۔ وہ حصہ بری طرح مجروح ہوا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ ڈرائیور ابھی اندر ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ زندہ ہو۔

چنانچہ اس نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر زمین پر پڑی ہوئی ریت کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا اٹھا کر اس حصے پر پھینکنے لگا۔ زمین چونکہ ریتلی تھی اس لئے اسے آسانی ہو گئی اور چند لمحوں بعد اس طرف کی آگ قدرے مدھم پڑ گئی البتہ دھواں کافی مقدار میں تھا۔ اب وہ تیزی سے آگے بڑھا اور پھر وہ جلتی ہوئی باڈی کے اندر گھستا چلا گیا۔

دھوئیں سے گو اس کا دم گھٹنے لگے مگر پھر بھی اس نے ایک آدمی کو سیٹ پر بے ہوش پڑا دیکھ لیا۔ وہ پھر اس آدمی کا بازو اس کے ہاتھ میں آگیا۔ دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے اسے ٹرک سے باہر گھسیٹ لیا۔ گو اس دوران اس کے کپڑوں نے آگ پکڑ لی تھی مگر ریت پر دو کروٹیں لینے سے وہ آگ سے محفوظ ہو گیا۔ ٹرک سے نکلنے والے آدمی کے کپڑے جھلس گئے تھے۔ اور کہیں کہیں آگ ابھی تک لگی ہوئی تھی۔ اس نے اس کے جسم پر جلدی جلدی ریت ڈالنی شروع کر دی اور جب آگ بجھ گئی تو اس نے اسے سیدھا کیا۔ اس کا چہرہ رومال سے صاف کیا اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑا کیونکہ یہ تنویر تھا۔ اس نے اس کے دل کی دھڑکن چیک کی۔ تنویر ابھی زندہ تھا اس کے کپڑے کافی حد تک جل گئے تھے مگر اس کا جسم ابھی تک محفوظ تھا۔ البتہ سر کے بال کہیں کہیں سے جل گئے تھے۔ آگ بھی پوری طرح ٹرک کے اندر نہیں پھیل سکی تھی اس لئے تنویر کسی قدر سے بچاؤ ہو گیا تھا۔ اگر وہ مزید چند منٹ لیٹ پہنچتا تو تنویر یقیناً اندر جل جاتا۔

اس نے تنویر کے جسم کو اٹھا کر کندھے پر لادا اور پھر تیزی سے سڑک کی طرف دوڑ پڑا۔ ایک گڑھے میں اس نے بارش کا پانی دیکھا تھا۔ وہ سیدھا وہیں پہنچنا چاہتا تھا۔ اس نے گڑھے کے نزدیک پہنچ کر تنویر کو زمین پر لٹایا اور پھر گڑھے سے پانی دونوں ہاتھوں سے نکال نکال کر اس کے منہ پر پھینکنا شروع کر دیا۔

چند لمحوں بعد تنویر نے آنکھیں کھول دیں۔

"تنویر کیا ہوا جلدی بتاؤ" ———

ٹائیگر نے اسے ہوش میں آتے دیکھ کر تیزی سے سوال کیا۔

"عمر ——— عمران کو وہ لے گئے۔ عمران مر جائے گا۔ وہ زخمی ہے؟"

تنویر نے اٹک اٹک کر کہا۔

اس کے ہوش ابھی تک درست نہیں تھے۔

"عمران کو وہ لے گئے اور عمران کہیں زخمی ہو گئے۔ جلدی بتاؤ کون ہیں" ———

عمران کا نام سنتے ہی ٹائیگر کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔

مگر تنویر دوبارہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

مگر ٹائیگر نے ایک بار پھر اس پر پانی ڈالا اور تنویر چند لمحوں بعد ہوش میں آگیا۔ اور تنویر کا شعور آہستہ آہستہ بیدار ہوتا گیا اور پھر وہ تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"عمران کو کون لے گئے ہیں اور کہاں لے گئے ہیں؟" ———

ٹائیگر نے سوال کیا۔

تنویر نے ایک لمحے کے لئے غور سے ٹائیگر کی طرف دیکھا جیسے وہ اسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

"تم کون ہو؟" ———

جب تنویر اسے نہ پہچان سکا تو اس نے سوال کیا۔

اب ٹائیگر اسے کیا بتلاتا کہ وہ کون ہے۔ ظاہر ہے تنویر اسے جانتا ہی نہیں تھا۔ اور جب تنویر اسے نہ جانتا ہو تو وہ عمران کے متعلق اسے بتانے سے تو رہا۔ پہلے تو عالم بے ہوشی میں وہ عمران کا نام لے گیا تھا۔ مگر اب۔ اور پھر ٹائیگر کو ایک تجویز بروقت سوجھ گئی۔

"میں صفدر ہوں تنویر۔ میں میک اپ میں ہوں۔" ٹائیگر نے صفدر کے لہجے کی نقل اتارتے ہوئے کہا۔ ———

"صفدر صاحب آپ؟" ———

تنویر نے چونک کر جواب دیا۔

اور پھر تنویر نے ٹائیگر کو تمام حالات بتلا دیئے۔

"کیا تم نے کار کا نمبر دیکھا تھا؟" ——

ٹائیگر نے سوال کیا۔

"ہاں اس کا نمبر جی۔ ایل پندرہ سو نوے تھا اور کار ڈارک گرین تھی۔ مرسڈیز ٹائپ کی" —— تنویر نے ٹائیگر کو کہا۔

"جلدی کریں جعفر صاحب۔ عمران شدید زخمی ہے۔ وہ کسی بھی وقت مر سکتا ہے"

تنویر نے ٹائیگر کو کہا۔

"مگر تم زخمی ہو۔ تم کیسے واپس جاؤ گے؟" ——

ٹائیگر نے پوچھا۔

"میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ میں نے جولیا سے وعدہ کیا تھا کہ عمران برآمد کر دوں گا۔ اس لئے میں خالی ہاتھ واپس نہیں جاؤں گا۔ یہ میرا فیصلہ ہے" ——

تنویر نے اٹل لہجے میں کہا اور پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

گو تکلیف کی شدت کی وجہ سے وہ اپنا توازن نہیں سنبھال سکتا تھا مگر پھر بھی وہ ڈٹ کر کھڑا ہوا تھا اور پھر ٹائیگر کا سہارا لے کر وہ موٹر سائیکل کی طرف لے چلا۔

"یہ موٹر سائیکل تم نے کہاں سے لیا ہے۔ یہ تمہارا موٹر سائیکل تو نہیں" ——

تنویر موٹر سائیکل کے قریب پہنچ کر ٹھٹھک گیا کیونکہ وہ صفدر کے موٹر سائیکل کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔

"یہ موٹر سائیکل میں نے راستے میں چرایا تھا" ——

ٹائیگر سے اور کوئی جواب نہ بن پڑا تو اس نے سفید جھوٹ کا سہارا لے لیا۔

مگر تنویر اب تعجب سے ٹائیگر کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں شک نے سر اٹھا لیا تھا اور پھر وہ کوئی عام آدمی نہیں تھا بلکہ سیکرٹ سروس کا منجھا ہوا رکن تھا۔

"تم صفدر نہیں ہو۔ کسی صورت میں بھی نہیں۔ تمہارا جسم صفدر سے ملتا ہے" ——

تنویر نے تن کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"تم فضول وقت ضائع کر رہے ہو تنویر۔ میں تمہاری تسلی کرا دوں گا۔ فی الحال ہمیں عمران کا پتہ کرنا چاہئیے"

ٹائیگر نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

اور عمران کا نام سن کر تنویر چونک پڑا۔

"اوہ ہاں ہمیں عمران کا پتہ کرنا چاہئیے۔ ورنہ وہ مر جائے گا۔ اور میں جولیا کو کیا منہ دکھاؤں گا"

تنویر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"پیچھے بیٹھو اور مجھے مضبوطی سے پکڑ لو"

ٹائیگر نے موٹر سائیکل پر بیٹھتے ہوئے کہا اور پھر تنویر تیزی سے موٹر سائیکل کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

اور ٹائیگر نے موٹر سائیکل سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

تنویر کے بتائے ہوئے رخ پر وہ موٹر سائیکل لئے جا رہا تھا۔

موٹر سائیکل گو خاصی سپیڈ میں جا رہی تھی مگر ٹائیگر سوچ رہا تھا کہ اب اس کار کا کیسے پتہ چلایا جائے۔ پتہ نہیں وہ کار کہاں گئی۔ اور اس وقت کہاں ہو گی۔

"تنویر"

ٹائیگر کچھ سوچ کر تنویر سے مخاطب ہوا۔

مگر اسے کوئی جواب نہ ملا۔

اور ٹائیگر نے گھبرا کر بریک لگا دی۔

اور پھر جب اس نے مڑ کر دیکھا تو تنویر غشی کے عالم میں تھا۔ گو ابھی مضبوط قوت ارادی کے بل پر وہ اسے مضبوطی سے پکڑے بیٹھا تھا مگر اس کا سر ٹک

ہوئی تھا۔ ٹائیگر نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا اور پھر موٹر سائیکل دوبارہ آگے بڑھا دی وہ تنویر کو چھوڑ کر اس کی قوت ارادی کو توڑنا نہیں چاہتا تھا۔ ورنہ تنویر کو لے جانے میں سخت مشکل درپیش آتی اس طرح تو وہ ایک محویت کے عالم میں اسے پکڑے ہوئے تھا۔

ٹائیگر نے موٹر سائیکل کی سپیڈ خاصی آہستہ رکھی اور وہ جس راستے سے گزر رہا تھا۔ مگر اب اس کا رخ دوسری سڑک پر تھا جہاں دانش منزل موجود تھی۔ وہ تنویر کو جلد از جلد دانش منزل پہنچانا چاہتا تھا۔

دانش منزل کے گیٹ کے سامنے ٹائیگر نے موٹر سائیکل روکی اور پھر ایک ہاتھ سے تنویر کو پکڑ کر نیچے اترا اور موٹر سائیکل ایک طرف رکھ کر اس نے تنویر کو گیٹ کے ساتھ بٹھا دیا اور پھر گھنٹی بجا دی۔

جیسے ہی کال بیل کے بٹنوں کی چاپ گیٹ کی طرف آتی سنائی دی وہ جھپٹ کر موٹر سائیکل پر بیٹھا اور پھر اس نے موٹر سائیکل آگے دوڑا دی۔ وہ جانتا تھا کہ گیٹ کھولنے والا جب وہاں تنویر کو دیکھے گا تو خود ہی اٹھا کر اندر لے جائے گا۔ اور اس طرح اس کا مقصد پورا ہو گیا تھا۔ اب وہ عمران کی تلاش کے لئے آزاد تھا۔

عمران نے آنکھیں کھولیں اور پھر بے اختیار اس کے منہ سے کراہ نکل گئی مگر دوسرے لمحے وہ تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

چاروں طرف گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس کے جسم میں شدید درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ اور سر یوں بھاری ہو رہا تھا جیسے ٹنوں بوجھ اس پر لاد دیا گیا ہو۔ اس نے بے اختیار سر کو دونوں ہاتھوں سے جھٹکا اور پھر اسے کسی حد تک بوجھ ہٹتا ہوا محسوس ہوا۔ اور دوسرے لمحے اس کا شعور جاگ گیا۔ اب اسے تمام واقعات یاد آ گئے تھے کس طرح کمرے کی چھت کا ملبہ اس پر آ گرا تھا۔ اس نے بے اختیار اپنے جسم پر ہاتھ پھیر کر دیکھا اور پھر جسم کو صحیح سلامت پا کر اسے یک گونہ مسرت محسوس ہوئی۔ اب اسے خیال آیا کہ بلیک زیرو بھی تو اس کے ساتھ تھا۔ اور اس نے بے ہوش ہوتے ہوتے بلیک زیرو کی چیخ سنی تھی۔

"تو کیا بلیک زیرو ختم ہو گیا؟"

اس کے ذہن میں بے اختیار یہ خیال گونج اٹھا۔

اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اندھیرے میں دیکھنا شروع کر دیا۔ مگر بے سود چاروں طرف گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔

"تو کیا میں قبر میں ہوں؟"

عمران نے سوچا اور اس خیال پر بے اختیار مسکرا دیا۔

چند لمحوں تک وہ آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا اور پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اب اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ اندھیرے سے مانوس ہونے لگ گئی تھیں، پھر اسے اچانک دو چیزیں دھندلا سا نظر آنے لگ گیا۔

یہ خاصا بڑا کمرہ تھا جس میں کوئی دروازہ تھا اور نہ کوئی روشندان۔ اس کے قریب ہی بلیک زیرو پڑا تھا۔ اور وہ دونوں سنگین فرش پر پڑے تھے۔

عمران بے اختیار بلیک زیرو کی طرف مڑا۔ اور پھر اس نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھ دیا۔ دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ بلیک زیرو کی نبضیں ڈوب رہی تھیں وہ کسی بھی لمحے موت کے منہ میں جا سکتا تھا۔ عمران کو بلیک زیرو کی یہ حالت دیکھ کر ہی تمام تکلیفیں بھول گئیں۔ وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ وہ شاید پانی کی تلاش میں تھا۔ مگر کمرہ بالکل خالی تھا۔ اس نے تیزی سے دیواروں پر نظریں دوڑائیں کہ شاید کہیں دروازے پر اس کی نظر پڑ جائے۔ مگر بے سود۔ دیواریں قطعی سپاٹ تھیں۔

"بلیک زیرو مر رہا ہے"

عمران کے ذہن میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ اس کی ریڈی میڈ کھوپڑی جل ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ ہر قیمت پر بلیک زیرو کو بچانا چاہتا تھا۔ مگر کس طرح یہ اس کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

وہ ایک بار پھر بلیک زیرو پر جھک گیا اور پھر عمران نے محسوس کیا اگر چند لمحے اور بلیک زیرو کے منہ میں پانی یا کوئی اور سیال چیز نہ ڈالی گئی تو بلیک زیرو ختم ہو جائے گا۔

اس نے بے بسی سے ادھر ادھر دیکھا۔ اس کی آنکھیں غصہ، جھنجھلاہٹ اور بے بسی سے ابل آئی تھیں اور پھر اس کے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی۔ اس

نے تیزی سے اپنی کلائی منہ میں ڈالی اور پھر پوری قوت سے اسے چبا ڈالا۔ وہ اپنے ہی دانتوں سے اپنا گوشت چبا رہا تھا۔ اور پھر اس کی کلائی سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔

اس نے ایک ہاتھ سے بلیک زیرو کا منہ کھولا اور پھر خون نکلنے والی جگہ اس کے منہ سے لگا دی۔

اس کی کلائی سے خون نکل نکل کر بلیک زیرو کے منہ میں جانے لگا۔

عمران اپنا خون بلیک زیرو کو پلا رہا تھا۔ حالانکہ وہ خود شدید زخمی تھا۔ مگر پھر بھی وہ عمران تھا۔ ناقابل تسخیر عمران۔

عمران کے خون نے جادو کا اثر دکھایا اور عمران کو بلیک زیرو کی نبض ابھرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ بلیک زیرو عمران کے خون کے باعث موت کے منہ سے باہر آ رہا تھا۔

چند لمحوں بعد عمران نے اپنی کلائی اٹھائی۔ اب اسے قدرے اطمینان ہو گیا۔ گو ابھی بلیک زیرو کی حالت تسلی بخش نہیں تھی مگر پھر بھی وہ فوری خطرے سے بچ گیا تھا۔ عمران نے اپنی قمیض پھاڑی اور پھر اپنی کلائی پر پٹی باندھ لی۔

ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ اب مزید کیا قدم اٹھائے کہ اچانک کمرے کی بائیں دیوار اپنی جگہ سے کھسکنی شروع ہو گئی اور پھر چند لمحوں بعد وہاں دروازہ موجود تھا۔ پھر کمرے میں روشنی پھیل گئی۔ دو آدمی جنہوں نے اپنے منہ پر نقاب باندھے ہوئے تھے ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائے اندر داخل ہوئے۔

"تمہیں ہوش آ گیا۔ تم خاصے سخت جان واقع ہوئے ہو"

ان میں سے ایک نے عمران کی طرف مشین گن کا رخ کرتے ہوئے استہزائیہ لہجے میں کہا۔

"میرا ساتھی مر رہا ہے۔ اس کو فوری طبی امداد دو۔ اگر یہ مر گیا تو یاد رکھو میں تم سے ایسا انتقام لوں گا کہ تمام دنیا تمہارے انجام پر کانپ اٹھے گی۔" ——

عمران نے انتہائی سخت لہجے میں ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

ایک لمحے کے لئے وہ دونوں کانپ اٹھے۔ سچ مچ عمران کے لہجے میں کیا بات ہی تھی کہ ان کے جسموں میں سردی کی تیز لہر دوڑتی چلی گئی۔ مگر فوراً ہی وہ سنبھل گئے۔

"اچھا ہوا اگر یہ مر جاتے ورنہ خواہ مخواہ ہماری ایک گولی ضائع ہو جاتی۔" —

وہی نقاب پوش بولا۔

"شٹ اپ۔ جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔" ——

عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا لہجہ اس بار اتنا خطرناک تھا کہ وہ دونوں بے اختیار گھبرا گئے۔ انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے عمران نے بات نہیں کی بلکہ ان کے سر پر بم دے مارا ہو۔

"تمہیں باس نے بلایا ہے۔" ——

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ان میں سے ایک بولا۔ مگر اس بار اس کے لہجے میں نرمی تھی۔

"چلو اسے اٹھاؤ۔ میں ساتھ چلتا ہوں۔ جلدی کرو۔" ——

عمران نے انہیں یوں حکم دیا جیسے وہ اس کے ملازم ہوں۔

اور پھر دوسرے نقاب پوش نے مشین گن کاندھے سے لٹکا لی اور عمران کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جھک کر بلیک زیرو کو اٹھا کر کاندھے پر لاد لیا۔

دوسرے نقاب پوش نے عمران کی پشت پر مشین گن کی نال لگا دی اور پھر ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے دروازے سے باہر نکل آئے۔

باہر ایک طویل گیلری تھی۔ ان کا رخ بائیں طرف تھا۔

"جلدی چلو۔ میرے ساتھی کی حالت بہت خراب ہے۔"

عمران نے آگے جانے والے سے کہا۔

اور اس کے قدم تیز ہو گئے۔ گو عمران کی اپنی حالت کچھ تسلی بخش نہیں تھی مگر بلیک زیرو کی وجہ سے وہ اپنی تمام تکلیفیں بھول چکا تھا۔

اور پھر گیلری سے مڑ کر وہ دائیں طرف ایک دروازے کے سامنے رک گئے۔ بلیک زیرو کو جس نقاب پوش نے اٹھایا ہوا تھا اس نے دروازہ پر مخصوص انداز میں دستک دی۔

"کم ان"

اندر سے ایک کرخت آواز آئی۔

وہ نقاب پوش دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ اس کے پیچھے عمران اندر داخل ہوا۔

یہ خاصا بڑا کمرہ تھا اور ایک نقاب پوش ایک بڑی سی میز کے پیچھے بیٹھا تھا۔

"اسے کیوں اٹھا کر لے آئے۔ کیا یہ مر گیا؟"

میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے نقاب پوش نے سوال کیا۔

"ابھی نہیں۔ مگر مرنے والا ہے۔ اس لئے جلد از جلد اسے طبی امداد دو۔"

نقاب پوش کی بجائے عمران نے جواب دیا۔

اس کا لہجہ چٹان کی طرح سخت تھا۔

نقاب پوش نے بلیک زیرو کو ایک صوفے پر لٹا دیا۔

"اوہ تمہیں ہوش آ گیا؟"

نقاب پوش اب عمران کی طرف مڑا۔ اس کی آنکھوں سے حیرت صاف جھلک رہی تھی۔

"جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ باتیں بعد میں کرنا" ——
عمران نے اسے ڈانٹ دیا۔

"شٹ اپ۔ تم مجھ پر رعب جھاڑ رہے ہو۔ ایک چوہیا نے شیر پر رعب جھاڑنے کی جرأت کیسے کی۔ ہم اپنے دشمنوں کا علاج نہیں کرتے بلکہ انہیں موت کا خوف سمجھتے ہیں" ——
نقاب پوش نے چیخ کر کہا۔

شاید وہ عمران کے لہجے پر بھڑک گیا تھا۔

"یہ ایک انسانی غرض ہے اور تمہیں یہ فرض ہر حالت میں ادا کرنا ہوگا۔ ورنہ" —— عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ اسے مرنے دو۔ تم اپنی بات کرو" ——
نقاب پوش نے جواب دیا۔

"ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے کہ تم میں ذرا برابر بھی انسانیت کی رمق موجود نہیں ہے۔ یاد رکھو اگر میرا ساتھی مر گیا تو میں تمہیں......" ——
اور عمران شدید غصے کے عالم میں اپنا فقرہ مکمل نہ کر سکا۔

"اسے گولی مار دو تاکہ اسے اطمینان ہو ورنہ یہ خواہ مخواہ بولتا رہے گا" ——
نقاب پوش باس نے بلیک زیرو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مشین گن بردار کو حکم دیا اور اس نے مشین گن کا رخ بلیک زیرو کی طرف کر دیا اور اس کی انگلی ٹریگر پر حرکت کرنے ہی والی تھی کہ عمران چیتے کی طرح اپنی جگہ سے اچھلا اور دوسرے لمحے مشین گن بردار چیختا ہوا دیوار سے جا لگا۔ عمران کی بھرپور لات اس کے پیٹ پر پڑی تھی اور اب مشین گن عمران کے ہاتھ میں تھی۔ اس سے پہلے کہ دوسرا مشین گن بردار سنبھلتا عمران نے ٹریگر دبا دیا اور کمرہ مشین گن کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھا۔

دوسرا نقاب پوش بھی چھپکلی کی طرح فرش پر گر چکا تھا۔

"خبردار۔ اگر حرکت کی" ——
عمران نے مشین گن کا رخ باس کی طرف کر دیا اور خود تیزی سے دیوار سے لگ گیا تاکہ پہلا نقاب پوش اس پر حملہ نہ کر سکے۔

میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے نقاب پوش کی آنکھیں اس اچانک کایا پلٹ پر حیرت سے پھیل گئیں۔

عمران نے ایک لمحے سے بھی کم وقفے میں تمام سچوئیشن ہی بدل دی تھی۔ پہلا نقاب پوش اب اندر آ رہا تھا۔ پھر عمران نے ایک جھٹکے سے مشین گن کا رخ اس کی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا اور وہ چیخ مار کر دوہرا ہو کر الٹ گیا۔ اس کے جسم میں درجنوں گولیاں اتر گئی تھیں۔

اسی وقفے سے فائدہ اٹھا کر نقاب پوش نے ریوالور نکال لیا۔

"خبردار ریوالور نیچے پھینک دو" ——
عمران نے مشین گن کا رخ دوبارہ اس کی طرف کرتے ہوئے بھیڑیے کی طرح غراتے ہوئے کہا۔

ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر نیچے گر پڑا۔

"جلدی کرو ڈاکٹر کو بلاؤ...... ورنہ اگر دیر لگی تو گولی مار دوں گا" ——
عمران نے دوسری ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

عمران اسے زندہ رکھنے پر مجبور تھا۔ ورنہ ظاہر ہے جب تک وہ بلیک زیرو کو اٹھا کر ان کے اڈے سے باہر نکل کر دانش منزل پہنچتا بلیک زیرو ختم ہو جاتا۔ فوری طبی امداد بلیک زیرو کے لئے انتہائی ضروری تھی۔

"ڈاکٹر کو بلاؤ فوراً۔ میں تمہیں ایک منٹ کا وقت دوں گا۔ اس سے زیادہ نہیں"

عمران نے انتہائی سرد لہجے میں نقاب پوش سے کہا۔

وہ نقاب پوش باس کو اب پوری طرح احساس ہو گیا تھا کہ عمران جو کچھ کہہ رہا ہے وہ کر گزرے گا۔ چنانچہ اس نے انٹرکام کا ریسیور اٹھایا اور ایک بٹن دبا دیا۔

"میڈیکل ڈاکٹر کو فوراً بھیجو" ——

باس نے انٹرکام میں کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"اگر تم نے کوئی حرکت کی تو اس کے نتائج تمہارے حق میں بہتر نہیں نکلیں گے۔ سمجھے" ——

عمران نے ایک بار پھر اسے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک ڈاکٹر ہاتھ میں بیگ لٹکائے اندر داخل ہوا لیکن کمرے کی صورت حال دیکھ کر وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ ——

"جلدی کرو ڈاکٹر۔ اس صوفے پر تمہارا مریض موجود ہے۔ اسے فوراً ہوش میں لے آؤ۔ یاد رکھنا اگر یہ مر گیا تو تم اور تمہارا باس دونوں بھی ساتھ ختم ہو جاؤ گے" —— عمران نے انتہائی سخت لہجے میں ڈاکٹر سے کہا۔

ڈاکٹر نے ایک لمحے کے لئے باس کی طرف دیکھا اور پھر وہ خاموشی سے آگے بڑھتے ہوئے بلیک زیرو کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے بلیک زیرو کی نبض دیکھی اور پھر بیگ کھولنے لگا۔ چند لمحوں بعد اس نے بلیک زیرو کو لگاتار تین انجکشن لگا دیئے۔

"اسے چند لمحوں بعد ہوش آ جائے گا۔ اب یہ خطرے سے باہر ہو گیا ہے"

ڈاکٹر نے عمران سے کہا۔

اور بیگ اٹھا کر چلنے لگا۔

"ٹھہرو ڈاکٹر جب تک یہ ہوش میں نہ آ جائے تم یہاں سے باہر نہیں جاؤ

عمران نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

اور وہ ڈاکٹر رک گیا۔

ویسا ہی ہوا۔ چند لمحوں بعد بلیک زیرو نے آنکھیں کھول دیں۔ کچھ دیر تک وہ نیم بے ہوشی کی کیفیت میں پڑا رہا۔ اور پھر اس کا شعور بیدار ہو گیا۔ اور دوسرے لمحے وہ جھٹکا کھا کر اٹھ بیٹھا۔

"کیسی طبیعت ہے طاہر؟" ——

عمران نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ شکریہ ......" ——

بلیک زیرو نے نقاہت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

مگر اس سے پہلے کہ وہ فقرہ پورا کرتا۔ عمران کی مشین گن سے گولیوں کی بوچھاڑ نکلی اور نقاب پوش چیخ مار کر الٹ گیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر ڈاکٹر کا رنگ فق ہو گیا۔ موت کو اپنے سامنے مجسم دیکھ کر اس کا جسم کانپنے لگا۔

"نہیں ڈاکٹر تم نے میرے —— ساتھی کی جان بچائی ہے۔ میں تمہیں گولی نہیں ماروں گا مگر اب تم —— اس عمارت سے باہر نکلنے میں مدد دو۔ یاد رکھو اگر تم نے کوئی حرکت کی تو میں بے دریغ گولی مار دوں گا" ——

عمران نے اسے تنبیہ کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں کوئی حرکت نہیں کروں گا مگر یہاں کے دوسرے لوگ" ——

ڈاکٹر نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"تمہیں ہمیں ایسا کسی خفیہ راستے سے لے جاؤ۔ یہ تمہاری بات پر منحصر ہے چاہو تو اپنی زندگی بچا لو۔ چاہو تو موت کو گلے لگا لو ہم تو بہرحال نکل ہی جائیں گے" ——

عمران نے فوراً اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر چند لمحے کچھ سوچتا رہا، پھر بولا۔

"اچھا ٹھیک ہے میں آپ کو ایک راستے سے لے چلتا ہوں"۔۔۔۔

ڈاکٹر نے کہا اور پھر وہ دونوں اس کے پیچھے چلتے ہوئے کمرے سے نکل کر راہداری میں آ گئے۔

ڈاکٹر انہیں ایک اور کمرے میں لے آیا اور پھر اس نے سوئچ بورڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔

کمرے کا فرش ایک طرف سے ہٹتا چلا گیا اب اندر سیڑھیاں جاتی صاف نظر آ رہی تھیں۔ اور پھر وہ سیڑھیاں اتر کر ایک سرنگ میں پہنچ گئے۔ کچھ دور چلنے کے بعد ڈاکٹر نے ایک اور بٹن دبایا اور سرنگ کی چھت کا آدھا حصہ ایک طرف ہٹ گیا۔

اب وہاں سے آسمان صاف نظر آ رہا تھا۔

"آپ لوگ باہر نکل جائیں، کھلا میدان ہے"۔۔۔۔

ڈاکٹر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں پہلے تم باہر نکلو"۔۔۔۔

عمران نے سخت لہجے میں ڈاکٹر سے کہا۔

اور حکم حاکم مرگ مفاجات کے مصداق پہلے ڈاکٹر باہر نکلا اور پھر عمران پھر بلیک زیرو بھی باہر آ گیا۔

واقعی یہ ایک کھلا میدان تھا اور قریب ہی ایک بڑی سی عمارت تھی۔

"تمہارا اڈا شاید اس عمارت میں ہے"۔۔۔۔

عمران نے ڈاکٹر سے سوال کیا۔

"نہیں جناب ہمارا اڈا یہاں سے بہت دور رہ گیا ہے"۔۔۔۔

ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"ہونہہ ٹھیک ہے، میں نے چونکہ تم سے وعدہ کیا تھا اور تم نے واقعی کوئی حرکت نہیں کی اس لئے تم واپس سرنگ میں چلے جاؤ"۔۔۔۔

عمران نے ڈاکٹر سے کہا۔

اور ڈاکٹر اس کا حکم سنتے ہی تیزی سے اسی خلا میں سے سرنگ میں داخل ہو گیا۔ اس کے جاتے ہی وہ حصہ برابر ہو گیا۔

"چلو بلیک زیرو اب تیزی سے یہاں سے نکل چلو، تمہاری وجہ سے مجھے ان کا اڈا فی الحال چھوڑنا پڑا ہے۔ ورنہ میں اسے چیک کئے بغیر ہرگز یہاں سے نہ نکلتا"۔

عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔

اور بلیک زیرو اور عمران تیزی سے آگے بڑھ گئے۔ ابھی وہ چند قدم ہی چلے ہوں گے کہ اچانک ان پر فائرنگ ہونے لگی۔

"درخت کی اوٹ میں ہو جاؤ"۔۔۔۔

عمران نے بلیک زیرو سے کہا اور بلیک زیرو تیزی سے ایک درخت کی اوٹ میں ہو گیا۔ فائرنگ سامنے کے رخ سے کی جا رہی تھی اور پھر عمران کو وہ جگہ نظر آ گئی جہاں سے ان پر فائر کیا جا رہا تھا۔ سامنے والی عمارت کی چھت پر کچھ آدمی اس کی نظروں پر چڑھ گئے تھے۔ وہ شاید دور مار رائفلوں سے فائرنگ کر رہے تھے۔

"درختوں کی اوٹ لیتے ہوئے نکل چلو۔ یہ لوگ حماقت کر رہے ہیں، ورنہ ہمیں آسانی سے گھیر سکتے تھے"۔ اور پھر وہ دونوں درختوں کی اوٹ لیتے ہوئے کافی دور ایک سڑک پر پہنچ گئے۔

جلد ہی انہیں ایک خالی ٹیکسی مل گئی اب وہ دونوں اطمینان سے دانش منزل

کی طرف جا رہے تھے ۔

"آخر بیٹے میں تو تمہیں فون کر کر کے تھک گیا ہوں۔ مگر تم ملتے ہی نہیں" —— سر سلطان نے عمران کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر شفقت آمیز لہجے میں کہا۔

"میں ذرا سسرال چلا گیا تھا۔ میں نے سوچا آج کل حالات ٹھیک نہیں جا رہے اس لئے شادی کی تاریخ ذرا جلدی کی پکی کرا لاؤں؟" ——

عمران نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"ارے تمہارے سسرال۔ یہ میں کیا سن رہا ہوں" —— ——

سر سلطان کے لئے یہ نیا انکشاف تھا۔

"جی ہاں وہ جو نت ہے ناں اس کی چچیری بہن سے میرا رشتہ ہو رہا ہے اس لئے میں ذرا افریقہ کے جنگلات گیا تھا" ——

عمران نے جواب دیا۔

اور سر سلطان بے اختیار مسکرا دیئے۔

"عمران حالات بے حد نازک ہیں اس لئے تم اب سنجیدہ ہو جاؤ" ——

سر سلطان نے فہمائشی لہجے میں کہا۔

"جی ہاں اسی لئے تو مجھے شادی کی فکر پڑ رہی ہے؟" ——

عمران نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔
"لعنت بھیجو شادی پر یہاں پورے ملک کی سالمیت کی فکر کھائے جا رہی ہے اور تم شادی کی رٹ لگائے بیٹھے ہو" ——
سر سلطان جھلا کر بولے۔
"اچھا صاحب آپ بزرگ ہیں، ظاہر ہے زیادہ تجربہ کار ہوں گے۔ آپ کہتے ہیں تو شادی پر لعنت بھیج دیتا ہوں۔ لیکن یہ بتائیے یہ لعنت بذریعہ رجسٹری بھیجوں یا پارسل؟" ——
عمران نے کہا اور سر سلطان خاموش ہو گئے ظاہر ہے اور کیا کرتے۔ اب عمران سے باتوں میں جیتنا ان کے بس کا روگ تو نہیں تھا۔
"فرمائیے جناب مجھے کیسے یاد کیا تھا؟" ——
آخر عمران کو سنجیدگی اختیار کرنی پڑی کیونکہ سر سلطان کے چہرے پر گہری پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے۔
"عمران تمہیں کیا بتاؤں آج کل ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ مگر اب اس ملک کا اللہ ہی حافظ ہے" ——
سر سلطان کو بات کرنے کے لئے موزوں الفاظ نہیں مل رہے تھے۔
"مجھے اچھی طرح علم ہے کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ سڑکوں پر ٹریفک چل رہی ہے دکاندار نصف مال خالص دال بتا کر بیچ رہے ہیں اور......" ——
عمران کا ذہن ایک بار پھر پٹڑی بدل گیا۔
"مذاق چھوڑو عمران بیٹے۔ میں بہت سخت پریشان ہوں" ——
سر سلطان کو عمران کی بے موقع پھیروں پر شاید ضرورت سے زیادہ برہمی محسوس ہو رہی تھی۔

"اب آپ بھی کچھ نہیں بتاتے بس حالات نازک ہیں کی رٹ لگائے جا رہے ہیں۔ اب فرمائیے میں کیا کہوں؟" ——
عمران نے بھی جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔ شاید اس طرح وہ سر سلطان کو بات کرنے کے لئے آمادہ کرنا چاہتا تھا۔
اور پھر سر سلطان نے تمام واقعات تفصیل سے بتلائے۔ عمران خاموش بیٹھا سنتا رہا۔
"اچھا تو یہ بات ہے۔ مگر اب پوزیشن یہ ہے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ویسے جو لوگ اس تمام سازش کی پشت پر ہیں میں ان کی راہ پر لگ چکا ہوں۔"
عمران نے انتہائی سنجیدگی سے جواب دیا۔
اس سے پہلے کہ سر سلطان کوئی جواب دیتے، میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی زور زور سے بج اٹھی۔ سر سلطان نے ریسیور اٹھا کر کانوں سے لگا لیا۔
"سلطان بول رہا ہوں" ——
سر سلطان نے کہا۔
"ارے واقعی!" ——
سر سلطان نے چونک کر جواب دیا۔ ان کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔
"ٹھیک ہے اب کیا ہو سکتا ہے؟" ——
انہوں نے دوسری طرف سے آنے والی آواز کے جواب میں کہا۔
اور پھر ریسیور واپس رکھ دیا۔ اب وہ پیشانی پر آنے والا پسینہ پونچھ رہے تھے۔
"کیا ہوگیا جناب؟" ——

عمران نے انہیں یوں پریشان دیکھ کر پوچھ ہی لیا۔

"غضب ہو گیا۔ اب اس ملک کو تباہی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ کوئی نہیں بچا سکتا" ——

پریشانی کی شدت سے سر سلطان کا گلا بھرا گیا۔

"آخر ہوا کیا۔ کیا قیامت ٹوٹ پڑی" ——

عمران جھلا کر بولا۔ اسے ہمیشہ تمہیدوں سے نفرت تھی۔

"صدر مملکت کے حکم پر مفیع الرحمٰن کو گرفتار کر لیا گیا ہے اور ایسٹ ونگ باقاعدہ فوج کے حوالے کر دیا گیا ہے" ——

سر سلطان نے جواب دیا۔

"اوہ۔ واقعی یہ انتہائی خطرناک سٹیپ ہے" ——

عمران نے بھی پریشانی کے عالم میں جواب دیا۔

اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

میٹنگ ہال پر موت کی سی خاموشی طاری تھی۔ ہال میں موجود ہر شخص سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا اور میز کے درمیان میں موجود لیم شیم غیر ملکی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو چکا تھا اس کی آنکھوں سے نفرت کی چنگاریاں چھوٹ رہی تھیں۔

"آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے کیا آپ جیسے نااہل اور نکمے لوگوں کے بل بوتے پر ہم نے اتنے بڑے مشن کا بیڑہ اٹھایا تھا۔ ایک چھوٹے سے ملک کی سیکرٹ سروس گرا سکے تو نہیں آدمی تو پھر آپ آپریشن سینڈوچ جیسے بڑے پلان کو کس طرح پورا کریں گے۔

اب تک آپ لوگوں کی کارگزاری یہی کچھ ہے کہ آپ کے دس آدمی عمران سے ٹکرا کر ختم ہو چکے ہیں۔ آپ اپنی ایک اہم فائل سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ آپ کے ٹاپ سیکرٹ مشن یہاں کی سیکرٹ سروس کی نظروں میں آ چکے ہیں۔

آپ کا ایک اہم ترین اڈہ عمران دیکھ چکا ہے اور جسے مجبوراً ہمیں تباہ کرنا پڑا ہے اور وہ عمران جس کا سیکرٹ سروس سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے جو صرف سیکرٹ سروس کا ایک ممبر ہے ابھی سیکرٹ سروس کا اصل ممبر براہ راست ایکشن میں نہیں آیا۔ ابھی سیکرٹ سروس نے کسی ایکشن لائن پر کام شروع نہیں کیا اور تم اتنا کچھ گنوا بیٹھے ہیں آپ سوچیں کہ اگر سیکرٹ سروس مکمل طور پر ہمارے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی تو پھر کیا حشر ہوگا۔ ہم جو اس ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا مشن بنائے بیٹھے ہیں۔ اس ملک کی حقیر سی سیکرٹ سروس کے ایک فالتو قسم کے ممبر نے ہمیں ناکوں چنے چبوا دیئے ہیں۔ ہم جن میں دنیا بھر کی اعلیٰ ترین سیکرٹ سروس کے خطرناک ترین ایجنٹ شامل ہیں تاش کے پتوں کی طرح ایک آدمی کے ہاتھوں مسلسل پٹتے جا رہے ہیں۔ ہمارا انجام کیا ہوگا۔ جب وہ فائل ایجنٹوں کے پاس پہنچی تو مکمل طور پر ہمارے پیچھے لگ جائے گی۔ اور پھر ہم کیا کریں گے۔ جواب دیں۔ آخر یہ کون سی کوتاہیاں ہیں جو ہمیں تباہ کن انجام کی طرف دھکیل رہی ہیں۔"

چیف باس کی زبان شعلے اگل رہی تھی۔ غصے کی شدت سے ان کے منہ سے کف نکل رہے تھے۔

اور سب لوگ سر جھکائے بیٹھے تھے کسی نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔

"نمبر سکس تم جواب دو۔ تمہارے ذمے یہ کام لگایا گیا تھا کہ تم اس ملک کے لوگوں میں انتشار کو ہوا دو گے۔ تم نے کیا کیا؟" ——

باس اپنے قریب بیٹھے ایک غیر ملکی سے مخاطب ہوا۔

"باس میرا سیکشن باقاعدہ کام کر رہا ہے۔ اور ہم مسلسل لوگوں کا ذہن بدلنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اب ویسٹ ونگ کے لوگ ایسٹ ونگ کے لیڈروں

کو غدار سمجھنے لگے ہیں" ——

نمبر سکس نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے مجھے رپورٹیں غلط ملی ہیں۔ آپ لوگ محنت سے کام کر رہے ہیں؟" ——

باس نے طنزیہ لہجے میں منہ بناتے ہوئے کہا۔

"باس آخر آپ یوں گھبرا کیوں گئے ہیں۔ اس ملک کا ایسٹ ونگ ہمارے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے۔ ہمارا مشن بڑی کامیابی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ ایسٹ ونگ میں حالات بے حد خراب ہو چکے ہیں۔ مسٹر مطیع الرحمٰن کو ہم نے گرفتار کرا دیا ہے اس سے اب ایسٹ ونگ کی تباہی مقدر ہو چکی ہے۔ اگر ویسٹ ونگ میں ایک حقیر سا انسان عمران ہمارے ہاتھوں ختم نہیں ہو سکا تو کیا ہوا۔ جلد ہی وہ ختم ہو جائے گا۔ اور پھر فائل کی اس بڑے مشن کے سامنے کیا اہمیت ہے اور پھر کیا ضروری ہے کہ وہ فائل لے جانے والا سیکرٹ سروس کا ہی آدمی ہو۔ کوئی غیر متعلق شخص بھی ہو سکتا ہے اور اگر اتنے بڑے مشن کی تنظیم ہم نے ایک اڈہ تباہ کر دیا تو کیا ہوا۔ عمران کا پورا ایک تباہ کرنے کے ذریعے ہیں اگر ہمارے دس آدمی ختم ہو گئے تو کیا ہوا۔ ہم اس ملک کے دس کروڑ افراد کو موت کے گھاٹ اتارنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ آخر اتنے بڑے مشن کو کامیاب بنانے کے لئے کچھ تھوڑی سی بہت قربانی تو دینی ہی پڑتی ہے" ——

ایک دور لمبے تڑنگے غیر ملکی نے اٹھ کر جوش میں پوری تقریر کر ڈالی اور میز کے پیچھے بیٹھا چیف باس اسے کینہ پرور نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"تم اپنی جگہ ٹھیک سمجھتے ہو لیکن اس سے پہلے اس ملک کی سیکرٹ سروس

سے کوئی واسطہ نہیں پڑا۔ مگر میں اس ملک کی سیکرٹ سروس کے کارناموں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں عمران کو تم سب سے بہتر جانتا ہوں۔ عمران کی سابقہ کارکردگی سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ سیکرٹ سروس اور اس کے سربراہ ایکسٹو کی حیثیت بھی نہیں دے سکتے جو اس نے اس سے بھی بڑی بڑی سازشوں کو اپنی چٹکیوں میں مسل ڈالا ہے۔ مجھے آثار نظر آ رہے ہیں کہ جب ہم اپنے مشن میں کامیابی کے قریب ہوں گے تو سیکرٹ سروس ہماری گردنوں میں اپنا پھندا ڈال دے گی۔ اور ہم بے بسی سے ہاتھ پیر مارتے رہ جائیں گے۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ صرف ایسٹ ونگ کے علیحدہ ہو جانے سے آپریشن پیڈ مکمل نہیں ہو جائے گا۔ جب تک ویسٹ ونگ کا ہر صوبہ علیحدہ علیحدہ ٹکڑوں میں تبدیل نہیں ہو جاتا۔ آپریشن پیڈ ورچ نامکمل رہ جائے گا" ______

چیف باس نے غصے میں جواب دیا:

"بس کیوں نہ ناٹ ______ صدر مملکت سے پوری سیکرٹ سروس کو معطل کر کے گرفتار کرا لیا جائے۔ کیونکہ بے بس نہ دیکھ پائیں گے۔ بہیں اس درد سر سے نجات مل جائے گی" ______

ایک ممبر نے تجویز پیش کی۔

"معطل تو ہو سکتی ہے۔ مگر اسے گرفتار کون کرے گا۔ صدر مملکت تو ایکسٹو کو بھی نہیں جانتے کہ وہ کون ہے۔ ______ خود سیکرٹ سروس کا ریکارڈ کے پاس نہیں ہے جس سے ان کے پتے معلوم ہو سکیں۔ اب بتائیں انہیں گرفتار کون کرے گا۔ اور پھر وہ کیسے گرفتار کریں گے۔ اور اگر وہ گرفتار نہ ہوئے تو بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ کام کرنا ختم کر دیں گے" ______

چیف باس نے جواب دیا۔

"آخر کوئی ایک شخص تو ایسا ہوگا جو جانتا ہوگا کہ ایکسٹو کون ہے۔ انہیں گرفتار کر کے تشدد کر کے یہ اگلوایا جا سکتا ہے کہ ایکسٹو کون ہے اور جب ایکسٹو کا پتہ چل جائے تو دوسرے ممبروں کا پتہ چلنا معمولی بات ہے" ______

ایک اور ممبر نے رائے پیش کی۔

"ہاں تمہاری بات صحیح ہے یہ ایک معقول تجویز ہے۔ جہاں تک میرے علم میں ہے سرسلطان سیکرٹری وزارت خارجہ ایکسٹو کی اصلیت سے واقف ہے۔ جو صدر مملکت کی معرفت اسے گرفتار کر کے اس پر تشدد کر کے ایکسٹو کا پتہ چلا سکتے ہیں" ______

چیف باس نے اس بار نرم لہجے میں جواب دیا اور سب ممبروں کے چہروں پر رونق عود کر آئی۔

"ہاں ایک اور بات عرصے سے مجھے کھٹک رہی ہے وہ یہ کہ ویسٹ ونگ میں کیوں نہ ہم ابھی سے وہ آگ لگاویں کہ جو ایسٹ ونگ میں لگی ہوئی ہے۔ اس طرح کافرستان جب منصوبے کے مطابق حملہ کرے گا تو اسے نہ ہی ایسٹ ونگ میں مزاحمت کرنی پڑے گی اور نہ ہی ویسٹ ونگ میں۔ اور ہمارا پلان جامع طور پر مکمل ہو جائے گا۔ اس کے لئے ہمیں صرف اتنا کرنا پڑے گا کہ ویسٹ ونگ کے ______ لیڈر مسٹر یوسف علی کو گرفتار کرانا پڑے گا۔ اور آگ خود بخود بھڑک اٹھے گی" ______

ایک اور ممبر نے تجویز پیش کی۔

"کیوں نہ مسٹر یوسف علی کو گولی مار دی جائے۔ تاکہ یہ تمام دھندا ہی ختم ہو جائے" ______

اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے دوسرے ممبر نے اپنی ترمیم پیش کی۔

"تمہیں گولی مارنے کے نتائج گرفتار کرانے کے نتائج سے مختلف نکلیں گے۔ گولی مارنے سے یہ نتائج نکلیں گے کہ عوام اسے غیر ملکی سازش خیال کریں گے جس کے نتیجے میں اور زیادہ متحد ہو جائیں گے۔ گرفتار کرانے سے ظاہر ہے وہ اسے حکومت کا اقدام قرار دیں گے اور اسی طرح حکومت کے خلاف تحریک اٹھ کھڑی ہوگی۔ اور اس طرح ویسٹ ونگ کا عوامی اتحاد پارہ پارہ ہو جائے گا اور ہم چاہتے ہیں" ——

اسی ممبر نے مدلل جواب دیا جس نے سیف علی کی گرفتاری کی تجویز پیش کی تھی۔

اور پھر تمام ممبران نے اس ممبر کی تجویز کی تائید کر دی۔

"ٹھیک ہے ہماری آج کی میٹنگ میں مندرجہ ذیل اہم فیصلے ہوتے ہیں نمبر ۱۔ سیکرٹ سروس کو معطل کر کے اس کی گرفتاری کا حکم دے دیا جائے نمبر ۲۔ سر سلطان سیکرٹری وزارت خارجہ کو گرفتار کر کے اس پر تشدد کیا جائے اور اس سے ایکسٹو کی اصلیت پوچھی جائے۔ نمبر ۳ مسٹر سیف علی کی گرفتاری کے آرڈر جاری کرائے جائیں اور انہیں فوری طور پر گرفتار کرایا جائے" ——

چیف باس نے مختصر لفظوں میں اب تک کی تمام کارروائی بیان کر دی۔ اور سب ممبروں نے ان فیصلوں کی تائید کر دی۔

"ٹھیک ہے یہ سب کچھ ہو جائے گا۔ اب آپ لوگوں کا مشن یہ ہے کہ آپ عمران کو ہر حالت میں گرفتار کریں۔ بلکہ جہاں دیکھیں اسے گولی مار دیں۔ چاہے کے لئے کتنی قربانی دینی پڑے۔ اسے ہر حالت میں مرنا چاہیے" ——

"ٹھیک ہے ہم جلد ہی آپ کو عمران کے مرنے کی خوشخبری سنائیں گے"

سب ممبروں نے پرزور لہجے میں جواب دیا۔

اور چیف باس نے میٹنگ کے اختتام کا اعلان کر دیا۔ سب ممبر باری باری میٹنگ ہال سے باہر نکل گئے۔

عمران خاموش بیٹھا فائل کے مطالعے میں غرق تھا۔ اس کے سامنے بلیک زیرو خاموش بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر شدید پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔

اتنے میں میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی زور زور سے بجنے لگی بلیک زیرو نے چونک کر ریسیور اٹھا لیا۔

"تنکیل سپیکنگ سر" —— . . . ——

دوسری طرف سے کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو" ——

بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں جواب دیا۔

"سر میں نے صدر مملکت کے پی۔ اے کی جگہ سنبھال لی ہے۔ اس وقت میں اس کے میک اپ میں ہوں۔ مخصوص پی۔ اے کو بے ہوشی کر کے دانش منزل لا رہا ہے۔ اب مزید میرے لئے کیا احکامات ہیں؟" ——

کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

عمران بلیک زیرو کے ریسیور اٹھاتے ہی فائل سے نظریں ہٹا کر سیدھا ہو بیٹھا تھا کیپٹن شکیل کی آواز اس کے کانوں تک بھی پہنچ رہی تھی۔ اس نے بلیک زیرو کے ہاتھ سے ریسیور لے لیا۔

"کیپٹن شکیل۔ اب تم نے اہم کام انجام دینے ہیں۔ صدر مملکت سے جو بھی ملنے آئے یا صدر مملکت جو بھی بات ٹیلی فون پر کرے اس کو ٹیپ کرنا ہے۔ اور اگر کوئی اہم بات تمہارے کانوں میں پڑتی ہے تو پھر فوراً مجھے بتا دینا۔ اس کے لئے تمہیں صدر مملکت کی آفس چیئر کے نیچے زیرو نمبر ٹیپ کا فٹ کرنا پڑے گا۔" ——

عمران نے اسے احکامات دیئے۔

"بہتر جناب۔ میں ابھی ڈیوٹی پر جانے والا ہوں۔ آپ زیرو نمبر ٹیپ ریکارڈر مجھے بھجوا دیں۔ میں اسے فٹ کر دوں گا۔" ——

"لیکن تمہیں انتہائی ہوشیاری سے کام کرنا پڑے گا کیونکہ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ سازشیوں نے صدر مملکت کے گرد مکمل جال بنا ہوا ہے۔" ——

عمران نے اسے تنبیہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب۔" ——

کیپٹن شکیل نے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"اوکے۔" ——

عمران نے جواب دیا اور کریڈل پر ریسیور رکھ دیا۔

"بلیک زیرو۔ زیرو نمبر ٹیپ ریکارڈر کیپٹن شکیل کو بھجوا دو اور اس پی اے کو تہہ خانے میں قید کر دو۔" ——

عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔

"بہتر جناب۔" —— بلیک زیرو نے جواب دیا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

عمران دوبارہ فائل کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔

چند لمحوں بعد ایک بار پھر گھنٹی زور زور سے بجنے لگی۔ عمران نے چونک کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو۔" اس نے بھراتے ہوئے مخصوص لہجے میں کہا۔

"میں سلطان بول رہا ہوں کیا تم عمران ہو؟" ——

دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

"ہاں میں عمران بول رہا ہوں جناب۔ کیا بات ہے؟" ——

عمران نے نرم لہجے میں جواب دیا۔

"عمران تمہارے لئے اہم خبریں ہیں۔ صدر مملکت نے ابھی ابھی سیکرٹ سروس کی معطلی کے احکام صادر کر دیئے ہیں۔ اور انٹیلی جنس کو اس کے ممبران اور سربراہ کی گرفتاری کے آرڈر دے دیئے ہیں۔" ——

سر سلطان نے گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"بہتر۔ اور کچھ؟" ——

عمران نے بڑے اطمینان سے یہ خبر سنی تھی۔

"اب کیا ہو گا؟" ——

سر سلطان واقعی بہت گھبرائے ہوئے تھے۔

"وہی ہو گا جو منظور خدا ہو گا۔ اور خدا کو کیا منظور ہے اس کا نہ آپ کو پتہ ہے نہ مجھے۔ اس لئے آپ کیوں گھبرا رہے ہیں؟" ——

عمران نے جواب دیا اور پھر ریسیور رکھ دیا۔

ابھی اس نے ریسیور رکھا ہی تھا کہ گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی۔

"کیا مصیبت ہے کیا آج کا دن ٹیلی فون سننے میں ہی صرف ہو جائے گا" ——
عمران نے بڑبڑاتے ہوئے رسیور اٹھا لیا۔
"ایکسٹو" ——
اس نے ایک بار پھر بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔
"جولیا سپیکنگ سر" ——
دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔
"رپورٹ دو" ۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔
"سر ایک اہم کال کیچ ہوئی ہے" ——
جولیا کی آواز میں دبے ہوئے جوش کے آثار تھے۔
"تفصیل بتاؤ" —— عمران نے اس بار قدرے نرم لہجے میں پوچھا۔
"باس کل رات مجرموں کی کہیں میٹنگ ہوئی ہے اس میں چند فیصلے ہوئے ہیں ان کا چیف باس اپنے کسی گریٹ باس کو اس کے متعلق رپورٹ دے رہا تھا" ——
جولیا نے تمہید بتلائی۔
"کیا فیصلے ہوئے ہیں" ——
عمران کے لہجے میں اس بار اشتیاق بھی شامل تھا۔
"نمبر ۱۔ سیکرٹ سروس کو معطل کرا کر گرفتاری کا حکم دیا جائے نمبر ۲ ممبر کو گرفتار کر کے اس پر تشدد کیا جائے اور ان سے ایکسٹو کی اصلیت پوچھی جائے نمبر ۳ مسٹر سیف علی کی گرفتاری کے بعد ممبر گرفتاری کرلئے جائیں اور انہیں فوری طور پر گولی مار دی جائے۔ نمبر ۴۔ عمران کو ہر حال میں گولی مار دی جائے یا فوراً گرفتار کر لیا جائے" ——

جولیا نے ایک ہی سانس میں تمام فیصلے سنا دیئے۔
"ہونہہ" ——
عمران چند لمحے سوچتا رہا پھر بولا۔
"جولیا، کال ٹرانسمیشن کی فریکوئنسی چیک کی ہے" ——
"جی ہاں۔ یہ کال ایسٹرن زیرو الیون ویلیٹ ساؤتھ ون پوائنٹ سکس تھری سے نشر ہوئی ہے" —— جولیا نے جواب دیا۔
"او کے۔ اس کا ٹیپ فوراً دانش منزل بھجوا دو" ——
عمران نے کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔
اسی لمحے بلیک زیرو اندر داخل ہوا۔
"صفدر صدیقی کے پی۔ اے کو چھوڑ گیا ہے جناب اعجاز کے ذریعہ ٹیپ ریکارڈر میں نے بھجوا دیا ہے" ——
بلیک زیرو نے رپورٹ دی۔
"جا کر فریکوئنسی چارٹ لے آؤ" ——
عمران نے فائل ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔
"یس سر" بلیک زیرو نے کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ عمران خاموش بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا چند لمحوں بعد ہی بلیک زیرو ایک بڑا سا چارٹ تھامے اندر داخل ہوا۔
عمران نے اس کے ہاتھ سے چارٹ لے کر میز پر پھیلا دیا۔ اور پھر پنسل اٹھا کر اس پر نشانات لگانے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں بعد ہی اس نے ایک نشان کے گرد گول دائرہ لگا دیا۔
"یہ مجرموں کا مقامی ہیڈ کوارٹر ہے طاہر" ——

عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

" مگر یہ تو ایکریمیا کا سفارت خانہ ہے " ———

بلیک زیرو نے اس رپورٹ کو بغور دیکھتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" نہیں " ——— عمران نے جواب دیا۔ اور پھر جولیا کے فون کی تمام تفصیل بتلا دی۔

" اوہ یہ انتہائی خطرناک فیصلے ہیں۔ مگر اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایکریمیا کو صدر مملکت پر پورا ہولڈ ہے " ——— ۔ ۔

بلیک زیرو نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

" ہاں ایک فیصلے پر تو عملدرآمد بھی ہو چکا ہے یعنی سیکرٹ سروس اور ایکسٹو کی معطلی۔ دوسرے گرفتاری کے صدر مملکت نے آرڈر جاری کر دیئے ہیں " ———

عمران نے بتلایا۔

" اس کا مطلب ہے کہ ہم اب سفارت خانے پر سرکاری طور پر چھاپہ نہیں مار سکتے " ———

بلیک زیرو کا لہجہ قدرے گلوگیر ہو گیا۔

" جابر مجرموں نے اس بار بڑا خطرناک جال پھیلایا ہے۔ اس لئے اب ہمیں ذاتی سطح پر ان سے نمٹنا پڑے گا۔ میں سر سلطان کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ سر سلطان کی گرفتاری روکنا بے حد اہم ہے " ——— ———

عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے ٹیلیفون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی۔

عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

" ایکسٹو " ——— عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

" جناب میں کیپٹن شکیل بول رہا ہوں۔ صدر مملکت نے سر سلطان کی گرفتاری کے آرڈر جاری کر دیئے ہیں اور مسٹر سیف علی کی گرفتاری کے آرڈر بھی جاری کرنے والے ہیں " ——— کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی۔

" ٹھیک ہے۔ مجھے معلوم ہے " ——— ———

عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

دوسرے لمحے اس نے میز پر پڑے ہوئے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔ ٹرانسمیٹر پر سرخ بلب جلنے لگا۔

" ٹائیگر سپیکنگ اوور " ——— —

دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

" ٹائیگر۔ مسٹر سیف علی کی گرفتاری کے آرڈر جاری ہو گئے ہیں۔ تم فوراً مسٹر سیف علی کے پاس پہنچو اور ہر قیمت پر ان کی گرفتاری کو رکوا دو۔ اگر معاملات بگڑ جائیں تو مسٹر سیف علی کو اغوا کر کے دانش منزل پہنچا دو۔ اوور " ——— —

" بہتر جناب۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔ اوور " ———

ٹائیگر نے جواب دیا۔

" اوور اینڈ آل " ———

عمران نے کہا اور بٹن آف کر دیا۔

" بلیک زیرو۔ تمام ممبران کو الرٹ کر دو۔ آج رات بارہ بجے ہمیں سفارت خانہ پر چھاپہ مارنا ہے " ——— —

عمران نے بلیک زیرو کو حکم دیتے ہوئے کہا اور خود تیزی سے دوسرے کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

سیف علی بڑی پریشانی کے عالم میں کمرے میں ٹہل رہے تھے۔ وہ بار بار اپنی مٹھیاں بھینچتے اور کھولتے کہ اتنے میں ایک نوجوان تیزی سے کمرے میں داخل ہوا۔

"جناب پولیس نے کوٹھی کے گرد گھیرا ڈال دیا ہے۔ وہ آپ کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ ایس۔ پی اس ریڈ کی رہنمائی کر رہا ہے۔"

نوجوان نے جلدی جلدی تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"اب آپ کی کیا رائے ہے کیا پولیس کا مقابلہ کیا جائے؟" ——

نوجوان نے امید بھری نظروں سے سیف علی کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ جوش سے تمتما رہا تھا۔

"نہیں پولیس سے مقابلہ ٹھیک نہیں ہے۔ بہرحال مجھے گرفتار ہونا پڑے گا"

سیف علی نے جواب دیا۔

اور سیف علی کے اس جواب پر نوجوان کے چہرے پر مایوسی کی لہر دوڑ گئی۔

اسی لمحے پرسنل سیکرٹری اندر داخل ہوا۔

"جناب، ایس۔ پی آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ ان کے پاس آپ کے گرفتاری کے آرڈر ہیں" ——

پرسنل سیکرٹری کا لہجہ گلوگیر تھا۔

"ٹھیک ہے۔ میں چلتا ہوں" —— مسٹر سیف علی نے کہا۔

اور پھر کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئے۔

ڈرائنگ روم میں موجود ایس۔ پی اور ان کے ساتھی آفیسر ان کے اندر داخل ہوتے ہی احتراماً اٹھ کھڑے ہوئے۔

"تشریف رکھیئے" ——

سیف علی نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جناب مجھے ایک ناگوار فرض ادا کرنا پڑ رہا ہے۔ یہ آپ کی گرفتاری کے آرڈر ہیں" ——

ایس۔ پی نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کاغذات ان کی طرف بڑھاتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

سیف علی صاحب نے وہ کاغذات ایس پی کے ہاتھ سے لے لئے۔ اسی لمحے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ پرسنل سیکرٹری نے فوراً رسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔ میں ڈی۔ آئی۔ جی پولیس بول رہا ہوں۔ ایس۔ پی صاحب یہاں موجود ہوں گے" ——

دوسری طرف سے ایک بھری ہوئی آواز سنائی دی۔

"یس سر" —— پرسنل سیکرٹری نے کہا اور پھر ریسیور ایس پی صاحب کی طرف بڑھا دیا۔

"ڈی آئی جی صاحب آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں" ——
پرسنل سیکرٹری نے ریسیور ایس پی صاحب کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

ایس پی نے فوراً ریسیور لے کر کانوں سے لگا لیا۔

"یس سر میں ایس پی ناصر حسین بول رہا ہوں" ——
ایس پی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ناصر صاحب گرفتاری ملتوی کر دیجئے فوراً۔ مجھے چلئے۔ نئے آرڈر دے آئے ہیں۔ جلدی آ جائیے" —— ڈی آئی جی کی کرخت آواز سنائی دی۔

"بہتر جناب" —— ایس پی نے تیزی سے کہا اور پھر ریسیور رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ کی گرفتاری ملتوی ہو گئی ہے جناب۔ یہ کاغذات مجھے دیجئے۔ تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں" ——
ایس پی نے سیف علی کے ہاتھ سے کاغذات لیتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔ اس کے ساتھی آفیسر نے بھی اس کی پیروی کی۔

مسٹر سیف علی اور پرسنل سیکرٹری حیرت سے بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ یوں اچانک گرفتاری کا ملتوی ہو جانا ایک حیرت انگیز بات تھی۔

چند لمحوں بعد پولیس کی جیپیں سٹارٹ ہوئیں اور پھر ان کی آواز آہستہ آہستہ مدھم ہوتی چلی گئی۔

"خانہ صدر مملکت کو اس اقدام کے بھیانک نتائج کا اندازہ بعد میں ہو جائے

—— سیف علی نے ایک طویل سانس لے کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا اسی لمحے ایک نوجوان تیزی سے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔

"میرے ساتھ چلئے جناب۔ جلدی کیجئے۔ پولیس دوبارہ آنے ہی والی ہو گی"
—— اجنبی نوجوان نے اندر داخل ہوتے ہی تیزی سے سیف علی سے کہا۔

"تم کون ہو۔ اور بلا اجازت اندر کیسے داخل ہو گئے" ——
سیف علی صاحب نے غصے سے کہا۔

"میں سیکرٹ سروس کا نمائندہ ہوں اور مجھے ایکسٹو نے بھیجا ہے۔ میں نے پبلک بوتھ فون سے بحیثیت ڈی۔ آئی۔ جی ایس۔ پی کو واپسی کے آرڈر دیئے تھے"
—— نوجوان نے کوٹ کا کالر اٹھا کر سیکرٹ سروس کا مخصوص نشان دکھاتے ہوئے کہا۔

"مگر یہ تو قانون کی خلاف ورزی ہے۔ آپ نے ایسا کیوں کیا" ——
سیف علی نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب ایکسٹو جلد ہی گرفتاری کے آرڈر ختم کرا دے گا۔ فی الحال آپ کا روپوش ہونا ضروری ہے" ——
آنے والے نے تیز لہجے میں کہا۔

"نہیں میں خلاف قانون کوئی حرکت نہیں کرنا چاہتا" ——
سیف علی نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

اور دوسرے لمحے نوجوان نے جیب سے کوئی چیز نکال کر فرش پر ماری۔ ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور کمرے میں دودھیا رنگ کا دھواں پھیل گیا۔ چند لمحوں بعد جب دھواں چھٹا تو سیف علی اور پرسنل سیکرٹری دونوں صوفوں پر بے ہوش پڑے تھے۔

آنے والا جو یقیناً ٹائیگر تھا وہ اپنی ناک دبائے کھڑا تھا۔ اور اس نے اپنی ناک چھوڑ دی اور پھر آگے بڑھ کر تیزی سے بے ہوش سیف علی کو اٹھا کر کاندھے پر لاد لیا۔ اور پھر بڑی پھرتی سے ڈرائنگ روم سے نکل کر اندر کمرے میں گھستا چلا گیا۔ مختلف کمروں سے گزرنے کے بعد وہ کوٹھی کے پائیں باغ میں پہنچ گیا۔ پائیں باغ کی دیوار کے کونے میں ایک چھوٹا سا دروازہ تھا جس کے اندر سے کنڈی لگی ہوئی تھی۔ ٹائیگر نے دوڑتے ہوئے پائیں باغ عبور کیا اور پھر تیزی سے کنڈی اتار کر دروازہ کھول دیا۔ اس نے باہر نظر دوڑائی۔ یہ ایک چھوٹی سی گلی تھی جو اس وقت سنسان پڑی تھی اور پھر وہ گلی میں دوڑتا چلا گیا۔ کافی دور تک بھاگنے کے بعد وہ ایک اور گلی میں دوڑتا چلا گیا اور پھر دور تک بھاگنے کے بعد وہ ایک اور گلی میں گھس گیا اور دوسرے لمحے وہ ایک کوٹھی کے بند گیٹ پر چڑھ کر اندر کود گیا۔ کوٹھی پر "کرایہ کے لئے خالی ہے" کا بورڈ لگا ہوا تھا جس سے ظاہر تھا کہ کوٹھی خالی تھی۔ اس نے بے ہوش سیف علی کو گیٹ کے قریب لٹایا اور پھر گیٹ کی ذیلی کھڑکی کھول کر باہر نکل آیا۔ اب وہ تیزی سے چلتا ہوا جلد ہی دوبارہ مین روڈ پر آگیا جہاں ایک درخت کے نیچے اس کی کار موجود تھی۔ اس نے ایک جھٹکے سے کار کا دروازہ کھولا۔ اور دوسرے لمحے وہ ڈرائیونگ سیٹ پر موجود تھا۔ کار ایک ہلکا سا جھٹکا لے کر سٹارٹ ہوئی اور پھر کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح مڑ کر اس گلی میں داخل ہوگئی۔

ٹائیگر نے جلد ہی کار خالی کوٹھی کے پھاٹک کے سامنے روک دی اور خود اتر کر اسی ذیلی کھڑکی کے راستے اندر داخل ہوگیا۔

دوسرے لمحے وہ بے ہوش سیف علی کو اٹھائے کھڑکی کے راستے باہر نکلا اور پھر کار کا پچھلا دروازہ کھول کر دونوں سیٹوں کے درمیان ڈال دیا۔ دروازہ

بند کر کے وہ گھومتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھا اور پھر اس نے کار آگے بڑھا دی۔

ابھی وہ گلیوں میں سے گھومتا ہوا مین روڈ پر پہنچا ہی تھا کہ اس نے پولیس کی جیپیں تیزی سے مسٹر سیف علی کی کوٹھی کی طرف بڑھتی دیکھیں۔

ٹائیگر نے ایکسیلیٹر پر دباؤ ڈالا اور اس کی کار تیزی سے مین روڈ پر بڑھتی ہوئی دائیں طرف بڑھتی چلی گئی۔ پھر پولیس کی جیپیں اس کے قریب سے گزرتی چلی گئیں۔ اس نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ اور پھر کار کی رفتار مزید تیز کر دی اور اب اس کا رخ دانش منزل کی طرف تھا۔ وہ جلد از جلد دانش منزل پہنچ جانا چاہتا تھا۔

کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ کسی بھی لمحے گیس کا اثر ختم ہو سکتا ہے اور اگر راستے میں ہی مسٹر سیف علی کو ہوش آگیا تو انہیں سنبھالنا ناممکن ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ اس خطرے سے دوچار ہونے سے پہلے دانش منزل پہنچ جانا چاہتا تھا۔

سر سلطان اپنے کمرے میں بیٹھے ایک فائل کے مطالعے میں مصروف تھے کہ اچانک ملازم نے ایک کارڈ لاکر ان کے سامنے رکھ دیا۔

سر سلطان نے نظریں اٹھا کر ایک لمحے کے لئے کارڈ پڑھا اور پھر ملازم سے بولے۔

"ڈرائنگ روم میں انہیں بٹھاؤ۔ میں آرہا ہوں"۔۔۔

انہوں نے فائل بند کر کے میز کی دراز میں رکھتے ہوئے کہا۔ ملازم مؤدبانہ انداز میں سر جھکا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

چند لمحوں بعد سر سلطان ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے تو سپرنٹنڈنٹ فیاض احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

"سلام سر"۔ اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا۔

"تشریف رکھیے سپرنٹنڈنٹ صاحب فرمائیے کیسے تکلیف فرمائی"۔۔۔ انہوں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"سر ایک ناگوار فرض ادا کرنا ہے"۔۔۔

سپرنٹنڈنٹ فیاض نے قدرے جھجکے انداز میں کہا اور پھر ہاتھ میں پکڑے ہوئے کاغذات سر سلطان کی طرف بڑھا دیئے۔

سر سلطان سوپر فیاض کے الفاظ پر چونکے اور پھر انہوں نے کاغذات اس کے ہاتھ سے لے کر پڑھنے شروع کر دیئے۔ کاغذات پڑھنے کے بعد انہوں نے ایک طویل سانس لی۔

"میں مجبور ہوں جناب"۔۔۔ سوپر فیاض نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"تم اپنا فرض ادا کرو سوپر کیا ہتھکڑی لگا کر لے جاؤ گے"۔۔۔ سر سلطان نے کہا۔

"نہیں جناب بھلا میں یہ گستاخی کیسے کر سکتا ہوں۔ میرا فرض صرف آپ کو ہیڈ کوارٹر تک پہنچانا ہے۔ آئیے تشریف لے چلئے"۔۔۔ سوپر فیاض اٹھ کھڑا ہوا۔

"ٹھہرو مجھے ایک فون کر لینے دو"۔۔۔

سر سلطان نے کہا اور پھر میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون سیٹ کا رسیور اٹھا کر نمبر ملانے لگے۔ مگر رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ انہوں نے دو تین بار کوشش کی مگر دوسری طرف سے کسی نے رسیور نہیں اٹھایا۔

سر سلطان نے ایک طویل سانس لے کر رسیور واپس کریڈل پر ڈال دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

"چلو سپرنٹنڈنٹ"۔۔۔

اور پھر وہ دونوں ڈرائنگ روم سے باہر نکل آئے۔ سر سلطان کے چہرے پر شدید الجھن کے تاثرات تھے جیسے انہیں اپنی گرفتاری کی وجہ بات سمجھ میں نہ آرہی ہو۔

"تشریف رکھیے"۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے پورچ میں کھڑی جیپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور سر سلطان خاموشی سے جیپ میں بیٹھ گئے۔

سپرنٹنڈنٹ فیاض ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور پھر اس نے جیپ سٹارٹ کر کے اس کا رخ گیٹ کی طرف کر دیا۔ چند لمحوں بعد جیپ کوٹھی سے نکل کر سڑک پر تیزی سے دوڑنے لگی۔ اسی لمحے ایک سیاہ رنگ کی کار بھی ایک درخت کی آڑ سے نکل کر جیپ کے پیچھے دوڑنے لگی۔ پھر جیپ جیسے ہی ایک موڑ مڑی، اچانک تین کاروں نے سائیڈ سے نکل کر اس کا راستہ روک لیا۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے پوری قوت سے بریک دبا دیئے اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ ہولسٹر سے ریوالور نکالنے کے لئے بڑھا مگر اس سے پہلے کہ وہ ریوالور نکالتا تین مشین گنوں کی نالیں اس کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ یہ تینوں نقاب پوش تھے۔

"تم دونوں نیچے اتر آؤ جلدی کرو" ——

ان میں سے ایک نے کرخت لہجے میں فیاض اور سر سلطان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کون ہو تم؟" —— سوپر فیاض نے بھی سخت لہجے میں کہا۔ مگر ایک نقاب پوش نے اس کا بازو پکڑ کر جھٹکے سے نیچے کھینچ لیا۔ اور دوسرے نے اس کے سر پر مشین گن کا دستہ پوری قوت سے مارا اور سوپر فیاض کو سڑک سے دوبارہ اٹھنے کی مہلت ہی نہ ملی۔ وہ پہلی ضرب ہی میں ڈھیر ہو چکا تھا۔

سر سلطان جو اپنی سیٹ پر خاموشی سے بیٹھے یہ سب کارروائی دیکھ رہے تھے، سوپر فیاض کے بے ہوش ہوتے ہی انہوں نے اچھل کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھنے کی کوشش کی مگر دو نقاب پوشوں نے انہیں بھی بے دردی سے نیچے گھسیٹ لیا پھر انہوں نے ان کے ساتھ بھی وہی حشر کیا جو سوپر فیاض کے ساتھ کیا تھا۔

"جلدی کرو۔ سر سلطان کو اٹھا کر کار میں ڈال دو" ——

ایک نقاب پوش نے سر سلطان کے بے ہوش ہوتے ہی چیخ کر دوسروں سے کہا اور دو نقاب پوشوں نے تیزی سے سڑک پر بے ہوش پڑے سر سلطان کو اٹھا کر

پچھلی کار میں ڈال دیا۔

اور دوسرے لمحے وہ کار اور فیاض کی جیپ کا راستہ روکنے والی کاریں ایک دوسرے کے پیچھے تیزی سے دائیں طرف جا رہی تھیں۔

چند لمحوں بعد بائیں طرف سے سرخ رنگ کی کار سڑک پر دوڑتی نظر آئی اور پھر فیاض کی جیپ کے قریب آ کر رک گئی۔ کار کا دروازہ کھلا اور عمران تیزی سے باہر نکل کر جیپ کی طرف لپکا۔ جیپ کو خالی پا کر وہ سوپر فیاض کی طرف بڑھا۔

"مجرم اپنی کارروائی کر چکے ہیں !" —— عمران نے بڑبڑاتے ہوئے فیاض کی تلاشی لینی شروع کر دی اور پھر فیاض کی جیب سے کاغذات نکال کر پڑھنے لگا۔

"مجھے چند لمحوں کی دیر ہو گئی ہے" —— اس نے کاغذات دوبارہ فیاض کی جیب میں ٹھونس دیئے۔ اور دوسرے لمحے فیاض کے منہ پر پوری قوت سے تھپڑ مارا، پھر وہ لگاتار تھپڑ مارتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ فیاض نے کسمسا کر آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحوں تک وہ لاشعوری کی کیفیت میں مبتلا عمران کو دیکھتا رہا اور پھر جیسے ہی اس کا شعور بیدار ہوا وہ عمران کو پہچان گیا اور دوسرے لمحے وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"سر سلطان ؟" —— اس نے بے چینی سے جیپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا مگر جیپ کو خالی دیکھ کر اس کا چہرہ ستک گیا۔

"کیا تم سر سلطان کو گرفتار کر کے لا رہے تھے ؟" —— عمران نے سخت لہجے میں اس سے سوال کیا اور اسی لمحے وہ اچھل کر عمران کی طرف مڑا۔ جیسے اسے اب خیال آیا ہو کہ عمران اس کے سامنے کھڑا ہے۔

"تم یہاں کیسے ٹپک پڑے ؟" —— اس کا لہجہ ضرورت سے زیادہ سخت تھا۔

"جو میں پوچھ رہا ہوں وہ بتاؤ" —— عمران کا لہجہ اتنا خوفناک تھا کہ ایک لمحہ تو فیاض کے جسم میں سردی کی تیز لہر دوڑ گئی۔ مگر جلد ہی وہ سنبھل گیا۔

" یہ ایک سرکاری راز ہے " ــــــ اس نے اپنی " راز کو سپاٹ بنانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

دوسرے لمحے " تڑاخ " کی زوردار آواز سے اردگرد کا علاقہ گونج اٹھا۔ عمران نے پوری قوت سے سوپر فیاض کے چہرے پر طمانچہ مارا تھا۔ ضرب اتنی شدید تھی کہ فیاض لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا۔

" بتاؤ سوپر ورنہ جان سے مار دوں گا " ــــــ عمران بھیڑیے کی طرح غرایا۔ اس کا چہرہ انتہائی خوفناک ہو گیا تھا۔

" بب ۔ بب ۔ بتاتا ہوں " فیاض نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس کے منہ سے خون کی لکیر نکل آئی تھی۔

" جلدی بتاؤ ۔ وقت ضائع مت کرو " ــــ عمران نے پہلے سے بھی سخت لہجے میں کہا۔

" میں انہیں گرفتار کر کے لے رہا تھا کہ چند نقاب پوشوں نے حملہ کر دیا اور وہ مجھے بے ہوش کر کے سرسلطان کو لے گئے " ــــــ

" وہ کار میں تھے " ــــــ عمران نے سوال کیا۔

" تمہیں یہ بتانا بیکار ہو گا " ــــــ اچانک سوپر فیاض کا لہجہ بدل گیا۔ شاید اسے ہولسٹر میں موجود ریوالور کا خیال آ گیا تھا۔ چنانچہ دوسرے ہی لمحے اس نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اس کا رخ عمران کی طرف کر دیا۔

" ہونہہ تو یہ بات ہے ایک خطرہ تمہارے لئے کافی نہیں ہوا " ــــ عمران نے قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

" خبردار رک جاؤ ۔ ورنہ گولی مار دوں گا " ــــ فیاض نے ٹریگر کو دباتے ہوئے کہا۔

" مار دو " ــــ عمران نے کہا اور دوسرے لمحے اس کی دائیں ٹانگ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئی اور فیاض کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر دور جا گرا۔

فیاض نے جھپٹ کر اٹھانا چاہا مگر عمران کا ایک زوردار تھپڑ اس کے گال پر پڑا اور وہ ایک بار پھر سڑک پر جا گرا۔

" بتاؤ کیا وہ کار میں تھے " ــــــ عمران نے سرد لہجے میں پوچھا۔ اس بار تھپڑ کچھ اس زور کا پڑا تھا کہ فیاض کا گال پھٹ گیا تھا۔

" ہاں ہاں وہ کار میں تھے ۔ وہ کار میں تھے ۔ بس مجھ سے سمجھ لوں گا ۔ میں تمہیں گولی مار دوں گا " ــــ فیاض نے پاگلوں کے انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

اور عمران اس کی بات سنے بغیر تیزی سے اپنی کار کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ فیاض نے کافی سے زیادہ وقت ضائع کر دیا تھا ۔ اب مجرم نجانے کہاں جا چکے تھے مگر وہ اپنی طرف سے کوشش کر دیکھنا چاہتا تھا ۔ چنانچہ اس نے کار اسٹارٹ کی اور تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔

جیسے ہی اس کی کار فیاض کی جیب کو کراس کرنے لگی اس نے فیاض کو سڑک پر سے ریوالور اٹھاتے دیکھا ۔ اس نے ایکسیلیٹر پر پیر کا دباؤ بڑھا دیا ۔ مگر دوسرے لمحے دو تین زوردار دھماکے ہو گئے ۔ اور عمران کی کار کا پچھلا شیشہ ہزاروں ٹکڑوں میں تبدیل ہو گیا ۔ اور ساتھ ہی پچھلا ٹائر پھٹنے کی آواز سنائی دی ۔

فیاض جنونی انداز میں عمران کی کار پر اندھا دھند فائر کرتا چلا جا رہا تھا ۔ عمران کو فیاض پر بے تحاشا غصہ آیا ۔ اس نے لڑکھڑاتی ہوئی کار کا بریک لگایا اور اسی لمحے اسے فائر کی بجائے ٹھک کی آواز سنائی دی ۔ وہ سمجھ گیا کہ فیاض کا ریوالور خالی ہو گیا ہے ۔

عمران نے تیزی سے کار کا دروازہ کھولا اور باہر کود پڑا ۔ اس کی کار جیب

سے کافی دور نیا کر دی تھی۔ جیسے ہی وہ باہر نکلا اس نے فیاض کو جیب میں ہو جوتے دیکھا اور پھر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے جیب مڑک پر تیزی سے دوڑنے لگی۔ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکالا اب وہ فیاض کو ہیا لک دینے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ چنانچہ اس نے جیب کے ٹائر کا نشانہ لے کر ٹریگر دبا مگر ریوالور سے گولی کی بجائے ٹرچ کی آواز نکلی۔ ریوالور خالی تھا۔

اب عمران کو اپنے آپ پر غصہ آگیا۔ اس نے جلدی میں ریوالور لوڈ کرنے کی بجائے خالی ہی جیب میں ڈال دیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ ریوالور لوڈ کرتا فیاض کی جیب تیزی سے دوڑتی ہوئی موڑ مڑ کر اس کی نظروں سے غائب ہو گئی۔

اور عمران زندگی میں پہلی بار بے بسی سے اپنا ہونٹ کاٹتا سستان ہو پڑا۔ کیلا کھڑا رہ گیا۔ فیاض بدلہ لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

کیپٹن شکیل نے ایکسٹو کو سر سلطان اور مسٹر سیف علی کی گرفتاری کی اطلاع دی۔ جیسے ہی ایکسٹو نے رسیور رکھا اچانک کمرے میں دو غیر ملکی گھس آئے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔

کیپٹن شکیل پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"خبردار۔ اگر حرکت کی تو گولی مار دوں گا" ——

ایک غیر ملکی نے کرخت لہجے میں کیپٹن شکیل سے کہا۔

"تم کون ہو۔ یہاں آنے کی جرأت کیسے کی" ——

کیپٹن شکیل جو اس وقت صدر مملکت کے پی۔ اے کے روپ میں تھا جوابا سخت لہجے میں ان سے پوچھا۔

"ہمیں صدر مملکت نے بلایا ہے" ——

ان میں سے ایک غیر ملکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا صدر مملکت مجھے انٹر کام پر نہیں بلا سکتے" ——

کیپٹن شکیل نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"تم خاموشی سے صدر مملکت کے کمرے میں چلو۔ تمہارے سوال کا جواب بھی فوراً مل جائے گا" —— غیر ملکی نے سخت لہجے میں کہا۔

اور کیپٹن تشکیل خاموشی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا جدھر دونوں غیر ملکی
کھڑے تھے۔ دروازہ کھول کر وہ صدر مملکت کے کمرے میں داخل ہوا۔
سامنے ایک بڑی سی میز کے پیچھے صدر مملکت بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کو چہرہ
دیکھ کر آنکھیں صاف بتلا رہی تھیں کہ وہ بے تحاشا شراب پیئے ہوئے ہیں
اب بھی میز کے ساتھ موجود تپائی پر شراب کی کھلی ہوئی بوتل اور ایک گلاس
موجود تھا۔

"جناب صدر یہ دونوں غیر ملکی مجھے زبردستی یہاں لے آئے ہیں" ——
کیپٹن تشکیل نے مؤدبانہ لہجے میں ان سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"زبردستی نہیں لے آئے۔ ہم نے تمہیں بلوایا ہے" ——
صدر نے سخت لہجے میں جواب دیا اور تشکیل سمجھ گیا کہ اس کا راز کھل چکا ہے۔

"کیا واقعی یہ ایک ایجنٹ ہے" ——
صدر مملکت نے کیپٹن تشکیل کے پیچھے کھڑے ہوئے غیر ملکی سے سوال کیا۔

"یقیناً جناب" —— غیر ملکی نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ثابت کرو" —— صدر نے پہلے سے بھی زیادہ سخت لہجے میں کہا۔

"ابھی لیجئے جناب" —— ایک غیر ملکی نے کہا اور پھر اس نے جیب سے
چھوٹی سی بوتل نکال لی۔ دوسرا غیر ملکی ابھی تک ریوالور کا رخ کیپٹن تشکیل کی طرف
کئے کھڑا تھا۔

اور کیپٹن تشکیل سوچ رہا تھا کہ صدر مملکت کے کمرے میں کوئی ہنگامہ کرنا
یا نہیں۔ اگر وہ چاہتا تو بآسانی ان دونوں غیر ملکیوں سے نپٹ سکتا تھا۔ مگر پھر اسے
خیال آیا کہ وہ صدر مملکت کو سیکرٹ سروس کا بیج دکھا کر مطمئن کر دے گا کیونکہ
وہ خاموش کھڑا دیکھ رہا تھا ان کے علم میں یہ نہیں تھا کہ صدر مملکت سیکرٹ سروس کو

کر کے اس کی گرفتاری کے احکام جاری کر چکے ہیں اور یہ احکامات چونکہ اس کے سیٹ
سنبھالنے سے پہلے جاری ہو چکے تھے اس لئے وہ ان احکامات سے ناواقف تھا۔
غیر ملکی نے آگے بڑھ کر بوتل سے ایک ننھا سا قطرہ نکال کر اس کے ماتھے پر ملا اور پھر رومال
سے اس کا ماسک صاف کر دیا۔ اب وہ اپنی اصلی شخصیت میں تھا۔ صدر مملکت جو یہ
تمام کارروائی بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ اس کا میک اپ اترتے ہی اچھل
کر کھڑے ہو گئے۔

"تم ٹھیک کہہ رہے تھے یہ غیر ملکی ایجنٹ ہے" ——
انہوں نے گرجدار لہجے میں کہا۔

"تم کون ہو اور اصل افسر کہاں ہے" ——
صدر مملکت نے اس بار انتہائی سخت لہجے میں کیپٹن تشکیل سے کہا۔

"میں سیکرٹ سروس کا ممبر ہوں جناب اور آپ کا چیف اس سیکرٹ سروس
کی تحویل میں ہے۔ باس کو خیال تھا کہ آپ کا چیف غیر ملکیوں سے ملا ہوا ہے۔ اس
لئے میں نے ان کے حکم پر یہ سیٹ سنبھالی تھی" ——
کیپٹن تشکیل نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا اور ساتھ ہی کوٹ کا کالر اٹھا کر
سیکرٹ سروس کا بیج بھی صدر مملکت کو دکھا دیا۔ سیکرٹ سروس کا نام سنتے ہی
صدر مملکت کے ساتھ ساتھ دونوں غیر ملکی بھی بے اختیار چونک پڑے۔
صدر مملکت کچھ لمحے سوچتے رہے پھر وہ دوبارہ اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"سیکرٹ سروس کے باقی ممبران کہاں ہیں" —— انہوں نے کیپٹن تشکیل
سے سوال کیا۔

"جناب مختلف محاذوں پر کام کر رہے ہیں" ——
کیپٹن تشکیل صدر مملکت کا سوال نہ سمجھ سکا۔

"جو نہیں" ــــــ صدر مملکت کچھ دیر سوچتے رہے۔ پھر وہ غیر ملکیوں سے مخاطب ہوئے۔

"آپ لوگ باہر جائیں" ـــــ

"بہتر جناب" ـــــ دونوں غیر ملکیوں نے جھک کر مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر وہ دونوں مڑ کر کمرے سے باہر نکل گئے۔

"تمہارا نام کیا ہے" ـــــ صدر مملکت نے سوال کیا۔

"کیپٹن شکیل جناب" ـــــ کیپٹن شکیل نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"سیکرٹ سروس کے کل کتنے ممبر ہیں اور ان کے نام کیا ہیں" ـــــ صدر مملکت نے دوسرا سوال کیا۔

صدر مملکت کا یہ سوال سنتے ہی کیپٹن شکیل کی چھٹی حس جاگ اٹھی۔ اسے کسی انجانے خطرے کا احساس ہونے لگا۔

"مجھے نہیں معلوم جناب" ـــــ اس نے صاف جواب دے دیا۔

"کیا مطلب۔ کیا تمہیں اپنے دوسرے ساتھیوں کے نام کا علم نہیں" ـــــ صدر مملکت اس کا جواب سن کر چونک پڑے۔

"نہیں جناب سیکرٹ سروس کا کوئی ممبر ایک دوسرے کو نہیں جانتا۔ ہم ہر وقت ایک ایک میں رہتے ہیں اور ضرورت کے تحت ہمارے سب آپ سے ملتے رہتے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کو صرف کسی مخصوص اشارے کے واسطے سے پہچانتے ہیں" ـــــ کیپٹن شکیل نے مصلحتاً جھوٹ بولنا شروع کر دیا۔

"تمہارا حمید کوارٹر کہاں ہے" ـــــ صدر مملکت نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔

"دانش منزل جناب" ـــــ کیپٹن شکیل نے بتلا دیا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ

صدر مملکت کو دانش منزل کے متعلق ضرور معلوم ہوگا۔

"تم کس نمبر پر ایکسٹو کو فون کرتے ہو" ـــــ صدر مملکت نے پوچھا۔ وہ کیپٹن شکیل نے نمبر بتلا دیئے۔

"کیا تمہیں واقعی علم نہیں کہ تمہارے ساتھی کتنے ہیں اور کون کون ہیں" ـــــ صدر مملکت نے جھکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں سچ بول رہا ہوں جناب بھلا مجھے آپ کے سامنے جھوٹ بولنے کی جرأت کیسے ہو سکتی ہے" ـــــ کیپٹن شکیل نے بے حد مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو اور جانتے ہو میرے سامنے جھوٹ بولنے کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے" ـــــ صدر مملکت غصے سے چیخ پڑے۔

اب بھلا کیپٹن شکیل کیا جواب دیتا۔ خاموش رہا۔ صدر مملکت نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک سرخ رنگ کا بٹن دبا دیا اور دوسرے لمحے دروازہ دوبارہ کھلا اور وہی غیر ملکی اندر داخل ہوئے۔

"اسے لے جاؤ۔ یہ اپنے ساتھیوں کے نام بتلانے سے انکار کر رہا ہے۔ یہ کہہ رہا ہے کہ ہم ایک دوسرے کو نہیں جانتے" ـــــ صدر مملکت نے غیر ملکیوں سے کہا۔

"جناب آپ فکر نہ کریں ہم تو اس سے سب کچھ اگلوا لیں گے۔ ہمیں تو خیال تک بھی نہ تھا کہ یہ سیکرٹ سروس کا ممبر ہے۔ اب ہمارا کام زیادہ آسان ہو گیا ہے۔ اب سیکرٹ سروس کی گرفتاری یقینی ہے" ـــــ ایک غیر ملکی نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"مگر ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ تمہیں کیسے علم ہوا کہ یہ اصلی ہی اسد نہیں ہے" ـــــ

صدرِ مملکت نے اچانک پوچھا۔ جیسے انہیں اچانک کسی کا خیال آگیا ہو۔

"جناب آپ کا سپاہی اچھا آدمی تھا۔ اس نے آج جب قاعدے کے مطابق رپورٹ نہیں دی تو ہمیں یقین ہو گیا کہ اس کی جگہ کوئی اور لے چکا ہے۔ جب آپ نے بتلایا کہ آپ نے ڈیوٹی اسے تبدیل نہیں کیا۔ وہ بدستور کام کر رہا ہے تو ہمارا یقین پختہ ہو گیا اور نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔۔۔"

غیر ملکی نے تفصیل کے ساتھ جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے لے جائیے اسے۔۔۔"

صدرِ مملکت نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر بوتل اور جام سنبھال لیا۔

"چلو مسٹر باسر۔۔۔" غیر ملکی نے ریوالور کی نال کیپٹن شکیل کی کمر سے لگاتے ہوئے اسے حکم دیا۔ اور کیپٹن شکیل خاموشی سے باہر آگیا۔

دروازے سے باہر نکلتے ہی کیپٹن شکیل نے فیصلہ کر لیا کہ وہ کسی بھی مناسب جگہ ان دونوں سے نپٹ لے گا۔ مگر مناسب جگہ آنے سے پہلے ہی غیر ملکی نے پوری قوت سے اس کے سر پر ریوالور کا دستہ مار دیا۔

کیپٹن شکیل تیزی سے مڑنے لگا مگر اس کے سر پر دوسرا وار ہوا اور اس کے دماغ میں یکدم اندھیرا چھاتا چلا گیا وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ غیر ملکی اس سے زیادہ ہوشیار ثابت ہوئے تھے۔

پیلس روڈ ویسے ہی سنسان ہی رہتی تھی کیونکہ یہ ایک باقی روڈ تھی۔ عام ٹریفک میں دور ہی چلتی تھی۔ کبھی کبھار ہی ایسا ہوتا تھا کہ کوئی گاڑی ادھر آنکلے۔ اس لئے یہاں ٹیکسی کا ملنا تو قطعی ناممکن تھا۔ چنانچہ عمران نے کار کا پہیہ تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا اور پھر اس نے ڈگی سے پہیہ نکالا اور پہیہ تبدیل کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس کے ہاتھ بے انتہا تیزی سے چل رہے تھے۔ وہ جلد از جلد اس کام سے نپٹ کر دانش منزل پہنچنا چاہتا تھا تاکہ سیف علی سے گفتگو کر سکے اسے یقین تھا کہ ٹائیگر انہیں ضرور دانش منزل لے آیا ہو گا۔

جلد ہی عمران فارغ ہو گیا۔ اس نے کار سے اتارا ہوا پہیہ ڈگی میں رکھا اور پھر رومال سے ہاتھ صاف کر کے وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے اس کی کار تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ سر سلطان کے پیچھے جانا اب فضول تھا کیونکہ وہ نہیں جانتا تھا کہ مجرم انہیں کہاں لے گئے ہوں گے۔ ویسے خیال تھا کہ انہیں شاید تجھے لے جایا گیا ہو گا۔ بہرحال وہ مطمئن تھا کہ آج رات مقررہ وقت تک مجرم انہیں دبا کر لے گا۔ سر سلطان کی طبیعت سے وہ اچھی طرح واقف تھا۔ وہ اپنی جان تو دے سکتے ہیں مگر سیکرٹ سروس یا ایکسٹو کا راز ان کی زبان پر نہیں آ سکتا۔ اس کا اسے اندازہ ویلڈنگ کی طرح پختہ یقین تھا۔ چنانچہ جب تک وہ پوری تیزی سے کار دوڑاتا

ہو۔ دانش منزل کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ تقریباً بیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد آخر وہ دانش منزل پہنچ ہی گیا۔ کار اس نے پورچ میں کھڑی کی اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے کی طرف مڑ گیا۔

جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا۔ بلیک زیرو اسے دیکھ کر چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھو طاہر۔ سناؤ مسٹر سیف علی کا کیا بنا" ——— اس نے آتے ہی سوال کیا۔

"وہ گیسٹ روم میں موجود ہیں۔ ہوش میں آنے کے بعد وہ بے حد پریشان ہو رہے ہیں۔ میں نے ان سے صرف فون پر ہی گفتگو کی ہے۔ میں آپ کا انتظار کر رہا تھا" ——— بلیک زیرو نے تفصیل بتائی۔

"تو کیا انہیں بے ہوش کر کے لایا گیا ہے" ——— عمران نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں ٹائیگر انہیں کار میں لایا تھا۔ اور گیٹ سے جوزف نے انہیں گیسٹ روم میں پہنچایا ہے" ——— بلیک زیرو نے کہا۔

"اچھا آؤ چلیں۔ تم نقاب پہن لو۔ انہیں فوری طور پر مطمئن کرنا ضروری ہے" عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔

اور بلیک زیرو نے میز کی دراز سے نقاب نکال کر پہن لیا اور پھر وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے گیسٹ روم میں پہنچ گئے۔

عمران نے ہینڈل کو مخصوص انداز میں گھمایا تو دروازہ کھل گیا اور پھر پہلے بلیک زیرو اندر داخل ہوا۔ اس کے بعد عمران نے اندر آ کر دروازہ دوبارہ بند کر دیا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ اس میں سے ہوتے ہوئے وہ ایک بڑے کمرے میں داخل ہوئے تو مسٹر سیف علی سامنے صوفے پر بڑی پریشانی کے عالم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھ کر وہ چونک پڑے۔ مگر جیسے ہی ان کی نظریں عمران پر

پڑیں ان کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ کی لہر دوڑتی چلی گئی۔ وہ عمران سے اچھی طرح واقف تھے۔ عمران آکسفورڈ میں ان کا کلاس فیلو رہ چکا تھا۔

"مجھے ایکسٹو کہتے ہیں مسٹر سیف علی" ——— بلیک زیرو نے اپنے مخصوص لہجے میں تعارف کرایا۔

"مجھے سر ایکسٹو کا دم چھلا کہتے ہیں مسٹر سیف علی" ——— عمران نے بھی اپنے مخصوص انداز میں تعارف کی ابتدا کر دی۔

"مسٹر عمران آپ سنجیدگی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں" ——— بلیک زیرو نے اچانک تیز ہو کر سخت لہجے میں عمران کو ڈانٹ دیا۔ جیسے اسے بے تکلفی قطعی پسند نہ آئی ہو۔

"جناب میں غیر شادی شدہ ہوں اس لئے ابھی کسی کا دامن ہاتھ میں نہیں آیا جب آیا تو واقعی نہیں چھوڑوں گا" ——— عمران نے حماقت آمیز سنجیدگی سے جواب دیا۔ اور مسٹر سیف علی بے اختیار ہنس پڑے۔ ان کے چہرے پر چھائی ہوئی پریشانی عمران کی ایسی باتوں سے نجانے کہاں کافور ہو گئی تھی۔

"عمران صاحب آپ جناب ایکسٹو کے اتنے قریب ہیں۔ مجھے اس کا علم نہیں تھا" ——— ان کے صوفے پر بیٹھنے کے بعد سیف علی نے کہا۔

"اجی صاحب اسی قربت نے تو بیڑہ غرق کیا ہوا ہے۔ بھلا آگ کے قریب رہ کر کوئی شخص ٹھنڈک محسوس کر سکتا ہے"

عمران کے چہرے پر حماقتوں کی دبیز تہہ چڑھی ہوئی تھی۔

"عمران صاحب" ایکسٹو نے انتہائی خشک لہجے میں جواب دیا۔

"معافی چاہتا ہوں جناب۔ دراصل سیف علی صاحب میرے پرانے دوست اور کلاس فیلو ہیں۔ اس لئے انہیں دیکھتے ہی زبان بے اختیار پھسلا اٹھی تھی"

عمران نے باقاعدہ معافی مانگتے ہوئے کہا۔

اور پھر سیف علی صاحب بھی مرتھا کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے سنجیدہ ہو گئے۔

" آپ نے مجھے یوں اغوا کرا لینے کیا میں اس کی وجہ پوچھ سکتا ہوں " ــــ

اس بار مسٹر سیف علی نے براہ راست بلیک زیرو سے سوال کیا۔

" مسٹر سیف علی آپ مجھ سے اچھی طرح واقف ہیں کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ ہم نے کسی بد نیتی کی بنا پر ایسا کیا ہو گا ـــــ بلیک زیرو نے الٹا ان سے سوال کر دیا۔

" ٹھیک ہے مجھے آپ پر اعتماد ہے بہر حال آپ جتنی جلدی ہو سکے یہ آرڈر منسوخ کرانے کی کوشش کریں " ــــ سیف علی نے کہا۔

" آپ فکر نہ کریں ہمیں تو اس بات کا احساس ہے " ــــ بلیک زیرو نے اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

دونوں نے سیف علی سے مصافحہ کیا اور پھر کمرے سے باہر نکل آئے۔

" چلو ایک مسئلہ تو فی الحال نمٹا " ــــ عمران نے مخصوص کمرے میں پہنچتے ہوئے کہا۔

" مگر اب آرڈر کینسل کرانے کا مسئلہ باقی رہ گیا " ــــ

بلیک زیرو نے نقاب اتار کر میز کی دراز میں رکھتے ہوئے کہا۔

" آج رات سفارت خانے پر چھاپہ مار نے دو۔ میں ان مجرموں کی جڑیں کاٹ دوں گا۔ پھر آرڈر کینسل کرانے میں کوئی مشکل نہیں ہو گی " ــــــ

عمران نے جواب دیا اور ٹیلی فون سیٹ اپنی طرف کھسکا لیا۔

" کیپٹن شکیل کی کوئی کال تو نہیں آئی " ــــــ

عمران نے ریسیور اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

" نہیں شکیل تو خاموش ہی ہو گیا ہے " ــــ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

" تمام ممبروں کو الرٹ کر دیا تھا کیونکہ اب چند گھنٹے باقی رہ گئے ہیں " ــــــ

عمران نے نمبر ڈائل کرتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں سب لوگ تیار ہیں بس انہیں تفصیلات سے آگاہ کرنا ہے"۔
بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"ہونہہ" ——— عمران نے سر ہلایا اور ٹیلی فون پر بات کرنے میں مصروف

ایکریمیا کا سفارت خانہ شہر سے ذرا ہٹ کر بنایا گیا تھا۔ اس وقت
کا عمل تھا۔ اندھیری رات تھی اس لئے چاروں طرف گہری تاریکی چھائی ہوئی
سفارت خانے کی بیرونی لائٹس جل رہی تھیں۔ ان کی روشنی بھی ایک حد
تک پہنچ رہی تھی۔ سفارت خانے کے صدر دروازے پر دو مسلح آدمی پہرہ دے رہے
تھے۔ جو شاید کہیں دیوار سے ٹیک لگائے گپ شپ میں مصروف تھے۔

اچانک ایسی آوازیں سنائی دیں جیسے دو بلیاں آپس میں لڑ رہی ہوں
طرف چھائے ہوئے سکوت میں ان کی آوازیں کافی خوفناک معلوم ہو رہی تھیں
لمحوں کے بعد ہی ان کی آوازیں سنائی دیں پھر سکوت ہو گیا۔ اچانک ا
ان کو پہریدار چونک پڑے۔ مگر دوسرے لمحے مسکرا کر دوبارہ اپنی باتوں میں
ہو گئے۔ پھر عمارت کے قریب ہی ایک درخت سے ایک سایہ رینگتا ہوا
کی طرف بڑھنے لگا۔ یہ عمران تھا۔ بلیوں کے لڑنے کی آوازیں بھی اس کے
نکلی تھیں۔ یہ آپریشن پر عمل کرنے کا ایک مخصوص کاشن تھا۔ عمران عمارت
کے ساتھ ساتھ تیزی سے رینگتا ہوا مسلسل آگے بڑھ رہا تھا۔ سیاہ لباس
ہونے کی وجہ سے وہ گہری تاریکی کا ایک جز معلوم ہو رہا تھا۔ گو اس وقت
جگہ رینگ رہا تھا وہاں سفارت خانے کی بیرونی لائٹس کی وجہ سے روشنی

سے باہر جہاں ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ دیوار کی جڑ میں خاصی تاریکی تھی اس لئے اگر بغور
دیکھا جائے تو پہرے داروں میں وہ دکھائی نہیں دے سکتا تھا۔
اب وہ پہرے داروں کے خاصے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس لئے پہلے سے زیادہ
تھا۔ اب اس کے آگے بڑھنے کی رفتار بھی بہت کم ہو گئی تھی۔ اور وہ انچ انچ کر کے
بڑھ رہا تھا۔

پہرے داروں کے بالکل قریب پہنچ کر وہ رک گیا۔
"میرے خیال میں عمارت کا ایک راؤنڈ لگا لیا جائے تو بہتر ہے" ———
پہرے داروں نے ایک دوسرے سے کہا۔
"چھوڑو یار یہاں کس نے آنا ہے" ——— دوسرے نے سگریٹ کا کش لیتے
ہوئے کہا۔
"نہیں باس نے زیادہ الرٹ رہنے کا حکم دیا ہے" ——— پہلا بھی
مصر تھا۔
"اگر تم بضد ہو تو چلو" ——— دوسرے نے باس کا نام سنتے ہی ہتھیار ڈال دیئے۔
پھر انہوں نے اپنے سگریٹ فرش پر پھینک دیئے۔ اور مشین گنیں اٹھائے ٹہلنے
کی غرض سے اچانک ان پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ عمران نے کسی چیتے کی طرح ان پر
چھلانگ لگا دی تھی اور پھر ایک ہی وقت دونوں پر ہی چھا گیا تھا۔ پہلے ہی لمحے میں دونوں
بے بس ہو گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ دونوں سنبھلتے عمران نے جس کے ہاتھ دونوں
گردنوں کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے تیزی سے جھٹکے اور پھر ان دونوں کے سر پوری
قوت سے ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ ٹکر اتنی شدید تھی کہ ان کی آنکھوں کے
ڈھیلے باہر نکلتے بچ گئے۔ عمران تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا اور دوسرے لمحے اس نے
باری باری ان کے سر ایک دوسرے سے ٹکرائے اور اس بار دونوں کے ہاتھ پیر

ڈھیلے چھوڑ دیئے۔ عمران انہیں بے ہوش کرتے ہی سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے ایک ہاتھ سے رسی وہیں اٹھایا۔ اور دو سیکنڈ لئے اور گروپ کے دونوں سے باہر نکلے اور تیزی سے صدر دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔

"جلدی کرو صفدر، ان کے ہاتھ پیر باندھ کر ان کے منہ میں رومال ٹھونس کر انہیں سامنے والے کیبن میں ڈال دو" ـــــ عمران نے ان میں سے ایک کو دیا اور خود دیوار کے پاس مشین گن اٹھائی۔

"صفدر اور چوہان نے مل کر حکم کی تعمیل کی اور چند ہی لمحوں بعد وہ دونوں دروازے کے قریب بنے ہوئے پہرے دار کے کیبن میں ٹھونسے ہوئے تھے ـــــ"

عمران تیزی سے آگے بڑھا اور صدر دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ یہ ایک بہت بڑا گیٹ تھا جو بند تھا اس میں کسی قسم کے ہینڈل یا کی ہول موجود نہیں تھا۔

"اب اسے کیسے کھولا جائے گا" ـــــ صفدر نے سوال کیا۔

"ابھی کھل جاتا ہے" ـــــ عمران نے کہا اور پھر اس نے چوکھٹ پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد اس کا ہاتھ ایک معمولی سی ابھری ہوئی کیل پر رک گیا۔ اس نے پوری قوت سے اسے دبایا اور دوسرے لمحے گیٹ بے آواز طریقے پر کھلتا چلا گیا۔ سب لوگ سائیڈوں میں ہو گئے تاکہ اگر کوئی پکڑ کی نیت سے نکلے تو اسے قابو کیا جا سکے۔ مگر جب چند لمحوں کے انتظار کے باوجود کوئی نہیں نکلا تو سب سے پہلے عمران اندر داخل ہوا۔ اور پھر اس کے اشارے سے باری باری سب اندر داخل ہو گئے۔

یہ ایک طویل مگر فراخ گیلری تھی جس کی دونوں دیواروں میں دروازے

اور ہر دروازے پر کسی نہ کسی کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔

عمران تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ باقی سب اس کی پیروی کر رہے تھے۔ گیلری کے اختتام پر ایک بڑا دروازہ تھا جس پر میٹنگ ہال کی پلیٹ موجود تھی۔ عمران تیزی سے اس کے ہینڈل پر جھکتا چلا گیا۔ اس نے ایک مڑا ہوا تار کی ہول میں داخل کیا اور پھر ایک کھٹاک کی آواز سنائی دی۔ عمران نے دروازے پر دباؤ ڈالا اور دروازہ کھلتا چلا گیا۔

عمران ایک لمحے رک کر اندر داخل ہو گیا۔ یہ کافی بڑا ہال تھا جس میں ایک بڑی میز کے گرد کرسیاں موجود تھیں۔

"میرے خیال میں اس سفارت خانے کے نیچے تہہ خانے موجود ہیں" ـــــ عمران نے اِدھر ہال کی دیواریں دیکھتے ہوئے کہا۔

"مگر ان کا راستہ کہاں سے ہو گا یہ معلوم کرنا پڑے گا" ـــــ چوہان نے پہلی دفعہ بات کی۔

عمران جو ابھی تک بغور دیواروں کو دیکھ رہا تھا تیزی سے دائیں دیوار میں لگے ہوئے ایک بڑے سوئچ بورڈ کی طرف بڑھتا گیا۔ اس نے جیب سے پنسل ٹارچ نکال کر سوئچ بورڈ پر روشنی ڈالی اور پھر بغور اس پر موجود سوئچز کو دیکھنے لگا مگر اسے ایسا کوئی سوئچ نظر نہ آیا جس کے بارے میں وہ مشکوک ہو سکتا۔ اور پھر اچانک اسے سوئچ بورڈ کی سائیڈ میں ایک سرخ رنگ کا چھوٹا سا دھبہ نظر آ گیا۔ ٹارچ کی روشنی میں یہ سرخ دھبہ ایسے محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے سرخ رنگ کا روغن کا قطرہ اوپر سے وہاں لگ گیا ہو۔ عمران نے اس پر انگلی پھیرنی شروع کر دی اور اسے محسوس ہوا کہ یہاں ابھار ہے اس نے انگلی کا دباؤ دیا تو وہ سب چونک پڑے کیونکہ کمرے کا فرش پھٹتا چلا گیا۔ اب وہاں نیچے جاتی ہوئی سیڑھیاں صاف

نظر آرہی تھیں۔

"چلو راستہ تو مل گیا" ۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر مشین گن سنبھالے تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

پھر وہ سب عمران کی رہنمائی میں جیسے خدا کا نام لے کر سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔ وہ ہر سیڑھی پر پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے تھے جیسے وہ کوئی سیڑھی نہ ہو کوئی چور سرنگ ہو جس پر پیر پڑتے ہی وہ سب دھماکے سے اڑ جائیں گے۔

تقریباً بیس سیڑھیاں اترنے کے بعد وہ ایک دروازے کے سامنے رک گئے۔ عمران نے مشین گن کے بٹ سے دروازے کو دھکیلا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ سامنے ایک اور گیلری نظر آرہی تھی۔ وہ پھر وہ سب گیلری میں آگئے۔ گیلری کی دونوں دیواریں سپاٹ تھیں۔ ان میں کوئی دروازہ موجود نہیں تھا۔ اور سامنے جہاں گیلری ختم ہو رہی تھی سپاٹ دیوار تھی۔ عمران صورت حال کو بھانپتے ہی تیزی سے واپس اس دروازے کی طرف مڑا جدھر سے وہ اندر داخل ہوئے تھے۔ مگر اب وہاں کوئی دروازہ نہیں تھا وہاں بھی ایک سنگین دیوار نظر آرہی تھی۔

"پھنس گئے" ۔۔۔ عمران کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

اور وہ سب چونک پڑے واقعی وہ ایک طویل مخدوش تہہ خانہ نما گیلری میں پھنس گئے تھے۔ اس سے پہلے کہ عمران کچھ سوچتا اچانک گیلری کی دیواروں سے دودھیا رنگ کا تیز دھواں نکلنا شروع ہو گیا۔

"سانس روک لیں۔ اپنی سانس روک لو" ۔۔۔ عمران نے تیزی سے کہا۔

مگر دھواں کچھ اس تیزی سے اور کثیر مقدار میں نکلا تھا کہ اس سے پہلے کہ وہ لوگ سانس روکتے دھواں ان کے اندر داخل ہو گیا اور پھر باری باری وہ سب بے ہوش ہو کر فرش پر گرنے لگے۔

عمران نے اپنی ناک بند کر لی تھی۔ مگر دھواں شاید ضرورت سے زیادہ سریع الاثر تھا کہ اسے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا۔ اس کے دماغ پر تیزی سے تاریکی چھاتی چلی گئی۔ اس نے سر جھٹک کر اس تاریکی کو صاف کرنا چاہا مگر بے سود چند ہی لمحوں بعد تاریکی اس کے دماغ پر پوری طرح چھا چکی تھی۔ اور پھر وہ بھی لڑکھڑا کر فرش پر آ رہا۔ اب گیلری میں دھواں ہی دھواں تھا اور اس دھوئیں میں چھ آدمی فرش پر بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے۔

"میں تم سے کہتا ہوں تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ اگیسو کے متعلق سچ سچ بتا دو" ۔۔۔ ایک غیر ملکی نے غصے سے چیختے ہوئے سر سلطان سے کہا۔

"میں کسی اگیسو کو نہیں جانتا" ۔۔۔ سر سلطان نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔ سر سلطان اس وقت ایک بڑے ہال کے درمیان ستون سے بندھے ہوئے تھے۔ ان کے جسم پر موجود کپڑے تار تار ہو چکے تھے۔ اور جسم پر موجود ضربوں کے نشانات سے خون رس رہا تھا۔ انہیں شاید ہنٹروں سے پیٹا گیا تھا۔ گو سر سلطان کے چہرے پر شدید تکلیف کے آثار تھے مگر ان کی آنکھوں میں ابھی تک اعتماد کی چمک تھی اور اتنی شدید تکلیف کے باوجود لہجے میں ہلکی سی لڑکھڑاہٹ بھی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ واقعی وہ قابل رشک قوت برداشت کے مالک تھے۔

"تم یوں نہیں مانو گے۔ بڈھے مجھے تمہارا دوسرا علاج کرنا پڑے گا" ـــــ غیر ملکی ان کے ضبط پر جھلا گیا۔

"تم زیادہ سے زیادہ مجھے جان سے مار دو گے۔ بس۔ اس سے زیادہ تم کیا کر سکتے ہو" ـــــ سر سلطان نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"میں تمہیں ایسی سزا دوں گا کہ تم موت کی دعائیں مانگو گے اور موت تمہارے قریب بھی نہیں پھٹکے گی" ـــــ غیر ملکی نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ اور پھر مڑ کر اپنے دوسرے ساتھیوں سے مخاطب ہوا۔

"ذرا انجکشن لے آؤ" ـــــ

ہال میں اس وقت چار اور غیر ملکی موجود تھے جو خاموش مگر با ادب ایک طرف کھڑے تھے۔

"یس باس" ـــــ اس غیر ملکی کی بات سنتے ہی ان میں سے ایک مڑ کر باہر جانے لگا اور دوسرے لمحے وہ ٹھٹھک کر رہ گیا۔ باقی سب لوگ بھی چونک پڑے کیونکہ ہال میں اچانک ایک تیز سی سیٹی کی آواز گونجنے لگی تھی۔

"کوئی شخص عمارت میں داخل ہوا ہے" ـــــ غیر ملکی باس نے چونک کر کہا اور پھر وہ تیزی سے ہال کے دروازے کی طرف بڑھا۔ باقی غیر ملکی بھی اس کے پیچھے تھے۔ ہال سے نکل کر باس تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ایک چھوٹے سے کمرے میں آ گیا۔

"سکرین مشین آن کر دو" ـــــ اس نے چیخ کر ایک غیر ملکی سے کہا اور ایک نوجوان تیزی سے ایک بڑی مشین کے سامنے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ اس نے پھرتی سے ایک بٹن دبایا اور سکرین روشن ہو گئی۔ اس پر بے شمار لکیریں اوپر سے نیچے کی طرف سمٹ اور پھیل رہی تھیں۔

نوجوان نے تیزی سے ایک ناب گھمائی اور پھر سکرین پر چھ آدمی نظر آنے

لگے۔ آگے والے کے ہاتھ میں مشین گن تھی اور باقیوں نے ریوالور سنبھالے ہوئے تھے اور وہ اس وقت سیدھی گیلری میں چل رہے تھے۔

"یہ کون ہو سکتے ہیں" ـــــ باس نے سکرین پر ان کی شکلیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں یہ سیکرٹ سروس کے ممبر ہوں گے کیونکہ وہی اس طرح سفارت خانے کی عمارت میں گھسنے کی جرأت کر سکتے ہیں" ـــــ بلڈاگ نما چہرے والے نے پر خیال لہجے میں جواب دیا۔

"چیکنگ مشین آن کر دو" ـــــ باس نے آپریٹر کو حکم دیا اور سکرین کے سامنے بیٹھے ہوئے نوجوان نے ایک سرخ رنگ کا بٹن دبا دیا۔ فوراً ہی سکرین پر تیز پیلا رنگ پھیل گیا اور پھر جب رنگ مدھم ہوا تو باس سمیت سب اچھل پڑے۔ کیونکہ سب سے آگے مشین گن بردار کا اصل چہرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ عمران تھا۔

"اوہ یہ تو عمران ہے یقیناً باقی سیکرٹ سروس کے ممبر ہیں" ـــــ باس نے اپنی مسرت دباتے ہوئے پر جوش لہجے میں کہا۔

"انہیں یہیں ختم کیوں نہ کر دیا جائے" ـــــ ایک غیر ملکی نے باس کو رائے دیتے ہوئے کہا۔

"مگر باس کے چہرے پر عجیب سی وحشت کے آثار رقص کر رہے تھے۔ اس کی آنکھوں میں موجود چمک بڑھ گئی تھی۔ ـــــ

"نہیں انہیں آنے دو۔ میں عمران کو ایسی عبرتناک سزا دوں گا کہ جس کا کوئی شخص تصور بھی نہیں کر سکتا" ـــــ

باس نے فخریہ لہجے میں جواب دیا اور باقی سب ممبران خاموش ہو گئے۔

اب عمران اور اس کے ساتھی میٹنگ ہال میں داخل ہو رہے تھے۔

"یہ تہہ خانوں کا راستہ نہیں ڈھونڈ سکیں گے" ـــــ ایک غیر ملکی نے کہا۔

"نہیں یہ عمران ضرور ڈھونڈ لے گا۔ یہ انتہائی خطرناک آدمی ہے۔ اس کے پاس مافوق الفطرت دماغ ہے" ——— باس نے دھیمے لہجے میں کہا۔ اس کے انداز سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ عمران کی صلاحیتوں سے کسی حد تک خوفزدہ ہے۔

"انہوں نے سفارت خانے میں ہماری موجودگی کا کیسے پتہ چلا لیا" ——— ایک غیر ملکی نے باس سے سوال کیا۔

"عمران سب کچھ کر سکتا ہے اور یہ اچھا ہی ہوا کہ خود ہمارے شکنجے میں آ پھنسا ورنہ اسے گھیرنا تقریباً ناممکن ہے" ——— باس نے جواب دیا۔

اور پھر عمران کو سوئچ بورڈ کی سائیڈ میں سرخ بلب جلتے بجھتے دیکھ کر سب چونک پڑے اور باس ان سب کو اول فخریہ انداز میں دیکھنے لگا جیسے اسے اپنی بات صحیح نکلنے سے خوشی ہوئی ہو۔

سکرین پر عمران اور اس کے ساتھی سیڑھیاں اترتے ہوئے نظر آئے۔

"انہیں گیلری میں بند کر دو" ——— باس نے مشین آپریٹر سے کہا اور مشین آپریٹر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

پھر عمران اور اس کے ساتھی جیسے ہی چھوٹی سی گیلری میں داخل ہوئے، آپریٹر نے میز پر موجود ایک چھوٹا سا بٹن دبا دیا اور وہ دروازہ جس سے وہ داخل ہوئے تھے غائب ہو گیا۔ اب وہاں سپاٹ دیوار تھی۔ اسی لمحے انہوں نے عمران کو چونکتے ہوئے اور پھر دیوار کی طرف مڑتے ہوئے دیکھا۔

"گیس چھوڑ دو" ——— باس نے تیزی سے آپریٹر سے کہا اور آپریٹر نے میز پر لگے ہوئے تین چار بٹن پھرتی سے دبا دیئے۔

دوسرے لمحے گیلری میں دودھیا رنگ کا دھواں پھیلنے لگا۔ سب لوگ غور سے سکرین دیکھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے باری باری سب کو فرش پر گرتا دیکھا۔ سب سے

آخر میں عمران فرش پر گرا۔

"عمران پر سکرین کلوز کر دو۔ مجھے شک ہے کہ آیا یہ واقعی بے ہوش ہوا ہے یا اداکاری کر رہا ہے" ——— باس نے آپریٹر کو حکم دیا۔

آپریٹر نے تیزی سے ناب کو دائیں طرف گھمانا شروع کر دیا۔ اب سکرین پر عمران کا چہرہ بڑا ہوتا چلا گیا۔ دھواں ہونے کے باوجود اس کا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے یہ بے ہوش ہو چکا ہے۔ گیلری صاف کر کے باقی کو روم نمبر دو میں پہنچا دو اور عمران کو روم نمبر الیون میں لے آؤ" ——— باس نے غیر ملکی کو حکم دیا اور وہ غیر ملکی سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی باقی غیر ملکی بھی کمرے سے باہر نکل گئے۔ آپریٹر نے تین چار بٹن دبا کر مشین آف کر دی اور سکرین تاریک ہو گئی۔

تھوڑی دیر بعد باقی غیر ملکی اس ہال میں داخل ہوئے جہاں سر سلطان ستونوں سے بندھے ہوئے تھے۔ باس وہاں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

"انہیں روم نمبر دو میں پہنچا دیا گیا ہے" ——— ایک غیر ملکی نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"عمران روم نمبر الیون میں پہنچ گیا ہے" ——— غیر ملکی نے پوچھا۔

"یس باس" ——— دوسرے نے جواب دیا۔ عمران کا نام سن کر سر سلطان جو غنودگی کے عالم میں سر لٹکائے ہوئے تھے بے اختیار چونک پڑے۔

"تم چونک پڑے بڈھے۔ فکر نہ کرو تمہیں بھی عمران کا عبرتناک حشر دکھاؤں گا" ——— باس نے سر سلطان کو چونکتے دیکھ کر فخریہ لہجے میں کہا۔

"خوب۔ عمران تم جیسوں کو انگلیوں پر نچا سکتا ہے۔ تم عمران کو نہیں جانتے اس

لئے ایسی باتیں کر رہے ہو" ——— سر سلطان نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔

"کیا عمران ہی ایکسٹو ہے" ——— غیر ملکی نے اچانک سر سلطان سے سوال کیا۔

"اچھا تو تم عمران کو ایکسٹو سمجھتے ہو۔ بہت خوب۔ عمران تو ایکسٹو کا ایک معمولی مہرہ ہے" ——— سر سلطان نے سنبھل کر جواب دیا۔ انہوں نے حتی الوسع کوشش کی تھی کہ ان کے چہرے پر کوئی تاثر پیدا نہ ہو۔ اور وہ واقعی اس کوشش میں کامیاب بھی رہے۔ واقعی ان کا اپنے اعصاب پر یوں حیرت انگیز کنٹرول قابل تعریف تھا۔ ورنہ جس طرح اچانک غیر ملکی نے یہ سوال کیا تھا وہ ان کے تاثرات سے جواب کا پتہ چلا لیتا۔

"ماجر کمرے میں موجود لوگوں کو نوٹی فیڈر ڈبل انجکشن لگا دو اور عمران کے بارے میں ایکو ناٹ مل دو" ——— باس نے ایک غیر ملکی سے مخاطب ہو کر کہا اور باس کا یہ حکم سنتے ہی سب غیر ملکی چونک پڑے۔ اب انہیں باس کا یہ پروگرام سمجھ میں آ گیا تھا کہ وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو کیا سزا دینے والا ہے۔ ماجر تیزی سے مڑا اور ہال سے باہر نکل گیا۔

"اس بڈھے کو مشین روم میں لے چلو۔ یہ بھی عمران اور اس کے ساتھیوں کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ اسے بڑا فخر ہے عمران پر۔ یہ نہیں جانتے کہ میں عمران جیسے افراد کو حقیر چیونٹی کی طرح مسل سکتا ہوں" ——— باس نے کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ باقی غیر ملکی سر سلطان کی طرف بڑھے۔ انہوں نے سر سلطان کے جسم کے گرد بندھی رسیاں کھولیں اور پھر انہیں ہاتھوں پر تھامے ہال سے باہر نکل آئے۔

مشین روم میں باس ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ "اسے سکرین کے سامنے کرسی پر باندھ دو" ——— اس نے حکم دیا۔

اور باس کے حکم کی تعمیل فوراً ہی کر دی گئی۔

اچانک کمرے میں جھنجھناہٹ کی آواز گونجنے لگی جیسے بہت سی گھنٹیاں اکٹھی بج رہی ہوں۔

باس تیزی سے اٹھا اور ایک اونچے چبوترے پر پڑے ہوئے بڑے سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔ جھنجھناہٹ کی آواز اسی میں سے نکل رہی تھی۔ بٹن دبتے ہی جھنجھناہٹ کی آواز نکلنی بند ہو گئی۔

"ہیلو ہیلو چیف باس پوائنٹ زیرو نمبر تھری سپیکنگ۔ اوور" ——— ایک کرخت آواز ابھری۔

"یس چیف باس سپیکنگ۔ اوور" ——— باس نے مخصوص لہجے میں جواب دیا۔

"چیف ایک خوشخبری ہے کہ کافرستان نے ایسٹ ونگ پر حملہ کر دیا ہے۔ اوور" ——— نمبر تھری نے بتایا۔

"ویری گڈ نیوز۔ ویری گڈ نیوز" ——— باس کا لہجہ مسرت کی زیادتی سے چہک اٹھا۔

"یس باس آپریشن ہنڈرڈ کامیابی کے قریب ہے۔ اوور" ——— نمبر تھری نے بھی چہکتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں یہاں ویسٹ ونگ میں بھی تھوڑی دیر بعد کافی بڑا مشن کامیاب ہونے والا ہے۔ میرے راستے کی ایک بہت بڑی دیوار گرنے والی ہے۔ اوور" ——— چیف باس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے باس ضرور گرنے والی ہو گی۔ کیا میں گریٹ باس کو خوشخبری سنا دوں۔ اوور" ——— نمبر تھری نے پوچھا۔

"میں خود آدھے گھنٹے بعد بات کروں گا۔ اوور اینڈ آل" ——— چیف باس نے کہا اور بٹن آف کر دیا۔

اسی لمحے ماجر اندر داخل ہوا۔

"نوٹی فیڈرس ڈبل ڈوز دے دی گئی ہے باس" ——— اس نے مؤدبانہ لہجے

میں کہا۔

"اب عمران کو روم نمبر فور میں پہنچا دو اور دیواریں سپاٹ کر دو" ——— باس نے کہا اور وہ جبر واپس مڑ گیا۔

"تم سکرین آن کر دو" ——— باس نے ایک اور غیر ملکی سے کہا۔ ایسٹ ونگ کافرستان کے حملے کی خبر سن کر اس کا دل مسرت سے اچھل رہا تھا۔

اس کا حکم ملتے ہی آپریٹر دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے مشین کا بٹن دبا دیا سکرین روشن ہو گئی۔

"روم نمبر فور فوکس کر دو" ——— باس نے سکرین پر دیکھتے ہوئے آپریٹر کو حکم دیا

آپریٹر نے تیزی سے ناب گھمانی شروع کر دی۔

جلد ہی سکرین پر ایک منظر ابھر آیا۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جس کے فرش پر پانچ آدمی پڑے ہوئے تھے۔ ان سب کے ہاتھوں میں بڑے بڑے چاقو پکڑے ہوئے تھے۔ یہ صفدر، چوہان، صدیقی، تنویر اور نعمانی تھے۔ پھر کمرے کا دروازہ کھلا اور جبر عمران کو کمر پر لادے اندر داخل ہوا۔ اس نے عمران کو ان کے درمیان میں لٹایا اور واپس مڑنے لگا۔

باس نے اٹھ کر مشین کا ایک بٹن دبایا اور بولا۔

"عمران کی تلاشی لے لو جبر۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہونا چاہئے"۔ باس نے کہا اور اسی لمحے جبر مڑا اور پھر اس نے عمران کی اچھی طرح تلاشی لی۔

"اس کے پاس کچھ نہیں باس" ——— اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے واپس آجاؤ" ———

باس نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا اور جبر کمرے سے باہر نکل آیا۔

"دیواریں سپاٹ کر دو" ——— باس نے آپریٹر سے کہا اور آپریٹر نے میز پر لگے ہوئے بے شمار بٹنوں میں سے ایک بٹن دبا دیا۔

کمرے کا کھلا دروازہ غائب ہو گیا۔ اب وہاں بھی سپاٹ دیوار تھی۔

"رائونگ گیس چھوڑ دو" ——— باس نے آپریٹر سے کہا اور آپریٹر نے ایک اور بٹن دبا دیا۔

روم نمبر فور میں ہلکا ہلکا دھواں پھیلنے لگا۔ چند ہی لمحوں بعد دھواں چھٹ گیا۔

اب سب لوگ بغور سکرین پر دیکھ رہے تھے۔ سب کے چہروں پر دبے دبے جوش کے آثار تھے۔ البتہ سر سلطان کے چہرے پر الجھن تھی۔ وہ اس تمام کارروائی کو ابھی تک سمجھ نہیں سکے تھے۔ یہ غیر ملکی کیا کرنا چاہتے ہیں یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ اور پھر عمران اور اس کے ساتھی یوں آسانی سے یہاں آ پھنسے یہ بات بھی ان کے ذہن میں الجھن پیدا کر رہی تھی۔

بہرحال وہ چپ بیٹھ کر سکرین کو دیکھنے لگے۔

دھواں چھٹتے ہی فرش پر پڑے ہوئے سب لوگ ہوش میں آ گئے۔ وہ چند لمحوں تک تو بے خیالی کی کیفیت میں پڑے رہے۔ پھر سب اچھل کر بیٹھ گئے۔ عمران تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ تیز نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

پھر باقی سب لوگ بھی کھڑے ہو گئے۔ بڑے بڑے چاقو اب مضبوطی سے ان کے ہاتھوں میں دبے ہوئے تھے۔

"صفدر یہ کہاں پھنس گئے ہیں ہم" ——— عمران نے صفدر سے کہا۔

اس کی آوازیں یہاں مشین روم میں گونج رہی تھیں۔

پھر صفدر کی طرف سے کوئی جواب نہ سن کر وہ تیزی سے صفدر کی طرف مڑا مگر دوسرے لمحے وہ اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ صفدر کے چہرے پر عجیب سی وحشت

کے آثار صاف نظر آ رہے تھے۔ جیسے وہ اپنے ہوش میں نہ ہو۔ پھر عمران نے تیزی سے باقی ممبران کے چہروں پر نظریں دوڑائیں۔ ان سب کے چہروں پر بھی ایسے ہی آثار تھے۔ خاص طور پر تنویر کا چہرہ تو انتہائی خوفناک ہو گیا تھا اور وہ سب بڑی کینہ توز نظروں سے عمران کو دیکھ رہے تھے۔ عمران کے لباس پر نیلے رنگ کے بڑے بڑے دھبے صاف نظر آ رہے تھے۔

"کیا ہو گیا ہے تم لوگوں کو۔ تم ہوش میں تو ہو" ——— عمران نے کچھ نہ سمجھتے چیخ کر کہا۔

"ہا ہا ہا" ——— تنویر کا دہشت سے بھرپور قہقہہ گونج اٹھا۔

"آج میں تمہارے جسم کی بوٹیاں اڑا دوں گا" ———

تنویر نے بھاری لہجے میں کہا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔

باقی لوگ خاموش تھے۔ مگر ان کے چہروں پر بھی خشونت اور وحشت کے آثار نمایاں تھے۔ وہ سب بھی کینہ توز نظروں سے عمران کو گھور رہے تھے۔

عمران سمجھ گیا کہ دشمن چال چل گیا ہے۔ یہ ایک انتہائی بھیانک منظر تھا۔ عمران جانتا تھا کہ ابھی یہ سب اس پر وحشیوں کی طرح ٹوٹ پڑیں گے۔ اور اس وقت تک دم نہیں لیں گے جب تک خود نہ مر جائیں یا اسے نہیں ختم کر دیتے ———

اسے اچھی طرح علم تھا کہ وہ چاروں بہترین لڑاکا ہیں اور اگر وہ ان سے لڑے تو یقیناً اسے اپنی جان بچانے کے لئے انہیں ختم کرنا پڑے گا۔ اور وہ اپنے بہترین ساتھیوں کو یوں اپنے ہاتھوں ختم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر دوسری طرف سے اس کی اپنی جان خطرے میں تھی۔ اگر وہ انہیں ختم نہ کرے تو خود اس کے ساتھی اسے ٹکڑے اڑا دیں گے۔

وہ ایک عجیب کشمکش کا شکار تھا۔ مجرموں نے دو طرفہ وار کیا تھا۔ اب یا تو عمران اپنے ساتھیوں کو قتل کر دے یا خود ان کے ہاتھوں سے موت کا شکار ہو جائے۔

ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کرے اور کیا نہیں کہ اچانک سب نے بیک وقت اس پر حملہ کر دیا۔

عمران تیزی سے نیچے بیٹھ گیا۔ اور جوزف اور صدیقی اس پر سے ہوتے ہوئے دوسری طرف جا گرے۔

مگر صفدر کا چاقو اس کے بازو میں گھستا چلا گیا۔ ادھر تنویر کا چاقو والا ہاتھ اس کی گرفت میں آ گیا اور اس نے ایک جھٹکا دیا۔ اور چاقو تنویر کے ہاتھ سے نکل گیا۔

عمران تیزی سے اپنی جگہ سے ہٹا۔ اس کے بازو سے خون بہنا شروع ہو گیا تھا۔

خون نکلتے دیکھ کر اس کے ساتھیوں کی وحشت کچھ اور بڑھ گئی اور وہ سب عمران سے لپٹ گئے۔ تنویر نے دوڑ کر ایک طرف پڑا ہوا چاقو اٹھا لیا اور وہ بھی عمران کی طرف بڑھا۔

عمران کے جسم میں بیک وقت چار چاقو گھس چکے تھے۔ عمران نے ایک جھٹکا دے کر ان سب کو پرے دھکیل دیا۔

اب اس کے دماغ پر بھی جنون چھا گیا اور پھر کمرے میں ایک خوفناک جنگ کا آغاز ہو گیا۔ پھر تنویر کی زوردار چیخ سے کمرہ گونج اٹھا۔ عمران نے کھڑی ہتھیلی کا وار اس کی گردن پر کیا تھا۔ اور تنویر ہاتھ پیر مارتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

اب عمران باقی چاروں سے لڑ رہا تھا۔ اتنی ہی دیر میں اس کے جسم پر چاقوؤں کے بے شمار زخم لگ گئے تھے۔ تمام جسم خون میں نہا گیا تھا۔

پھر چوہان اس کے پیچھے چیخ کر گیا اور دوسرے لمحے چوہان بھی فرش پر جا چکا تھا۔ اب عمران کافی سے زیادہ نڈھال ہو چکا تھا۔ صفدر، نعمانی اور صدیقی تک عمران سے لڑ رہے تھے۔

عمران کے جسم سے کافی سے زیادہ خون نکل چکا تھا۔ پھر اچانک صفدر کا عمران کے سینے کی طرف لپکا۔ عمران نے اس سے بچنا چاہا۔ مگر نعمانی کا چاقو اس کے پہلو میں گھستا چلا گیا۔

عمران کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ مگر اس نے دوسرے جھٹکے کر نعمانی کو ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ اب اس کی آنکھوں میں بھی وحشت کی چمک تھی۔ جیسے وہ بھی پاگل ہو گیا ہو اور اس نے نعمانی کو اٹھا کر صفدر اور صدیقی پر دے مارا۔ وہ تینوں ساتھ فرش پر گر پڑے۔ عمران نے تنویر کا چاقو اٹھایا اور وحشت انگیز انداز میں تینوں کی طرف بڑھا جیسے وہ انہیں ختم کرنے کا قطعی فیصلہ کر چکا ہو۔ نعمانی اور صدیقی بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

پھر کمرے میں بار بار چاقو بجلی کی طرح لہرائے۔ اور کمرہ تیز چیخوں اور کراہوں سے گونج اٹھا۔

حصہ اول ختم شد

حصہ دوم

کیپٹن شکیل کو جب ہوش آیا تو وہ ایک بڑے کمرے میں بند تھا۔ کمرے میں سوائے ایک روشن دان کے اور ایک بڑے دروازے کے جو باہر سے بند تھا اور کوئی کھڑکی وغیرہ نہیں تھی ـــــ کمرے میں موجود مخصوص قسم کی ٹھنڈک اور نمی سے اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ کسی تہہ خانے میں بند ہے۔ کمرے میں کسی قسم کا کوئی فرنیچر وغیرہ نہیں تھا اور خود بھی فرش پر پڑا ہوا تھا۔

جب اسے کمرے کے ماحول کا اندازہ ہو گیا تو وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر سیدھا دروازے کی طرف بڑھا ـــــ دروازے میں موجود کی ہول سے ہلکی روشنی اندر آ رہی تھی۔ کیپٹن شکیل نے کی ہول سے آنکھ لگا دی۔ اور پھر اسے وہ چونک پڑا۔ کیونکہ اسی لمحے گیلری میں سے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی ـــــ دروازے کے باہر ایک سنگین راہداری نظر آ رہی تھی۔

آنے والے کے قدم چونکہ بے حد تیز اور رفتار میں تھے اس لئے وہ سمجھ گیا کہ آنے والا اس دروازے سے آگے نکل جائے گا ـــــ اس لئے اس نے کی ہول سے آنکھ نہیں ہٹائی اور پھر آنے والا اس کے سامنے سے گزر گیا اور پھر کیپٹن شکیل کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے کوئی انہونی چیز دیکھ لی ہو۔ وہ ایک لمبا تڑنگا غیر ملکی تھا اور اس کے کاندھے پر عمران بے ہوشی کے

عالم میں انکشاف ہوا تھا۔ عمران کا منہ چونکہ اس آدمی کی پشت پر تھا اور جسم آگے
اس لئے کیپٹن شکیل کو اسے دیکھنے کا موقع مل گیا ——— عمران کے چہرے
پر میک اپ صاف کیا گیا تھا۔ کیوں کہ اب بھی کہیں کہیں میک اپ کے نشان
صاف نظر آ رہے تھے۔ شاید ایسا جلدی میں کیا گیا تھا ——— کیپٹن شکیل کو عمران
کے بازو پر نیلے رنگ کے دھبے صاف نظر آ رہے تھے۔ وہ سوچنے لگا کہ یہ لوگ
عمران کو کہاں لے جا رہے ہیں۔

چند لمحوں تک سوچنے کے بعد بھی اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس کے ذہن میں
بار بار ایک بات کھٹک رہی تھی۔

اس کے لاشعور میں تو یہ بات چل رہی تھی۔ مگر وہ بات شعور کی گرفت میں نہ
آ رہی تھی اور وہ اسی الجھن میں پھنسا تھا کہ اس کے ذہن میں کیا کھٹک رہا ہے۔
اچانک جیسے اس نے بجلی کا جھٹکا محسوس کیا ہو ——— اس کے ذہن میں
دھماکہ ہوا اور وہ بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔ اور بات سمجھ میں آتے ہی اس کا
چہرہ زرد پڑ گیا۔

اسے یاد آ گیا کہ ماضی میں ایک دفعہ اس کو ایکونائٹ اور ریولی فینڈز سے
سابقہ پڑا تھا۔ عمران کے جسم پر موجود نیلے دھبوں کے مخصوص رنگ نے اسے
یاد دلایا کہ عمران کے بازوؤں پر ایکونائٹ لگایا گیا ہے ——— اور اب تمام کچھ
اس کے ذہن میں گھوم گئی۔ صاف ظاہر تھا کہ عمران نے سیکرٹ سروس کے ساتھ
مل کر مجرموں کے اڈے پر حملہ کیا اور مجرموں نے ان سب کو گرفتار کر لیا اب
عمران کے جسم پر ایکونائٹ لگا دیا گیا تھا ——— اسی بات سے صاف ظاہر
ہو رہا تھا کہ عمران کے ساتھی بھی پکڑے گئے ہیں کیوں کہ ریولی فینڈز کے افراد کا
قانون تھا اور اسے اس فارمولے کی تباہ کاری کا بھی اچھی طرح اندازہ تھا۔

مجرموں کا تمام منصوبہ اس کے ذہن میں گھوم گیا تھا۔ انتہائی تباہ کن منصوبہ۔ اور اس
بات کا تصور کرتے ہی اس کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔

"نہیں ——— مجھے ہر قیمت پر عمران اور دیگر ساتھیوں کو بچانا چاہئے۔ انہیں
معلوم بھی نہیں ہو گا کہ اس فارمولے کے تحت وہ کیا کریں گے ——— یہ
انتہائی خطرناک ہے" ——— کیپٹن شکیل کمرے میں ٹہلتے ہوئے سوچنے
لگا۔

اس کے اعصاب تن گئے تھے اور اس کے ذہن میں ہل چل مچی ہوئی تھی۔
اس نے ایک نظر دروازے پر ڈالی مگر وہ جانتا تھا کہ وہ
کسی بھی قیمت پر اس میں سے نہیں نکل سکتا تھا ——— اب ایک دروازہ ہی تھا۔
مگر دروازہ بے حد مضبوط تھا اور کیپٹن شکیل اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ اس
دروازے کو نہیں توڑ سکتا۔

اس کے جسم میں اضطراب کی لہریں دوڑنے لگیں۔ ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔
ورنہ پوری سیکرٹ سروس عمران سمیت اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے گی۔

اچانک اسے ایک خیال آیا اور وہ اچھل پڑا۔

دوسرے لمحے وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے اپنے ہاتھ
میں پہنے ہوئے مخصوص کنگن جو بظاہر ایک زیبائشی رنگ نظر آتا تھا کو تیزی سے
کلائی میں گھمایا اور پھر کنگن کے جوڑ پر اس نے انگوٹھا رکھ کے سرخ بٹن کو دبا دیا
دبتے ہی فوراً کھل گئے ——— کنگن کا جوڑ کھل گیا تو اس نے اس کے ایک کھلے
سرے کو دانتوں سے پکڑ کر زور سے کھینچا۔

دوسرے ہی لمحے کنگن کے اندر سے ایک باریک مگر سخت تار نکل آئی جس
کا سرا ایک باریک سا ہک بنا ہوا تھا۔

اس نے بڑی پھرتی سے وہ ہک کی ہول میں داخل کیا اور پھر تار کو گھمانے لگا۔ اس کی آنکھوں میں اضطراب کروٹیں لے رہا تھا۔ مگر وہ ہک کسی جگہ پھنس ہی نہیں رہا تھا۔ چند لمحوں تک وہ تیزی سے تار کو گھماتا رہا اور پھر اس نے اسے ہلکا سا جھٹکا دیا۔

ایک کلک کی آواز آئی اور ہک پھنس گیا۔

کیپٹن شکیل نے تار کے سرے کو پکڑ کر زور سے کھینچا اور دوسرے لمحے ایک زوردار کھٹاک کی آواز سے آٹومیٹک تالا کھل گیا۔

کیپٹن شکیل اپنی کوشش میں کامیاب ہو چکا تھا۔ تالا کھلتے ہی اس نے تار کو الٹی سمت گھمایا اور ہک باہر نکل آیا۔ بڑی پھرتی سے اس نے تار دوبارہ گھڑی میں ڈالا اور ایمرجنسی کو کلائی میں ڈال کر ہک بند کر دیا۔

دوسرے لمحے اس نے ہینڈل گھمایا اور دروازہ بے آواز طریقے سے کھلتا چلا گیا۔

وہ تیزی سے گیلری میں آ گیا۔

گیلری سنسان پڑی تھی۔ دروازے کے ساتھ پشت لگائے وہ چند لمحے کچھ سوچتا رہا اور پھر اس سمت دوڑنے لگا جدھر سے وہ آدمی عمران کو اٹھائے ہوئے آیا تھا۔ دوڑتے وقت وہ ہر ممکن احتیاط کر رہا تھا ——— کہ اس کے قدموں کی چاپ نہ گونجے۔ جلد ہی وہ گیلری کے آخری سرے پر پہنچ گیا۔ گیلری کا یہاں سے گھوم کر بائیں طرف مڑ گئی تھی ——— جیسے ہی وہ مڑا اچانک ایک نقاب پوش اس سے ٹکرا گیا۔ اور وہ دونوں آپس میں ٹکرا کر لڑکھڑا کر دیوار سے جا لگے اور پھر اس کا ردعمل سب سے پہلے کیپٹن شکیل پر ہوا۔ اس نے اپنے ہاتھ کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا اور اس کے کنگن میں چھپا ہوا بلیڈ سامنے آ گیا۔ دوسرے

لمحے اس کا ہاتھ برق کی تیزی سے گھوما اور سنبھلتے ہوئے نقاب پوش کی گردن سے ٹکرایا ——— ایک گھٹی گھٹی سی چیخ اس کے منہ سے نکلی اور وہ الٹ کر فرش پر جا گرا۔ اس کی گردن سے خون کا فوارہ ابل پڑا تھا۔ آدھی سے زیادہ گردن کٹ گئی تھی۔ شاید ابھی شہ رگ پوری طرح نہیں کٹی تھی اس لئے وہ ذبح ہونے والے بکرے کی طرح فرش پر تڑپ رہا تھا ——— کیپٹن شکیل نے ایک لمحے کے لئے تو [illegible] نظروں سے اسے دیکھا اور دوسرے لمحے اسے پھلانگتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

سامنے ہی ایک دروازہ تھا وہ نقاب پوش شاید ابھی ابھی اس دروازے سے باہر نکلا تھا۔ کیونکہ کیپٹن شکیل کے ہاتھ لگاتے ہی دروازہ کھلتا چلا گیا۔ وہ تیزی سے اندر گھستا چلا گیا ——— دوسرے لمحے اس کی آنکھیں چمکنے لگیں کیونکہ وہ ایک خاصی بڑی لیبارٹری میں پہنچ گیا تھا۔ چاروں طرف شیشے کی الماریوں میں بلیک سی بوتلیں بھری ہوئی تھیں۔ اور میزوں پر مشینیں وغیرہ بھی فٹ تھیں۔ لیبارٹری اس وقت خالی تھی۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے پوری لیبارٹری کا چکر لگایا اور پھر ایک الماری کے سامنے رک گیا۔ شیشے کے اندر رکھی ہوئی بوتلیں صاف نظر آ رہی تھیں۔

ایک بوتل پر الکوناٹ اور دوسرے پر لوئی فیڈیز کے سرخ لیبل چپکے ہوئے تھے۔ ان دونوں بوتلوں کے ساتھ ہی ایک تیسری بوتل بھی موجود تھی جس پر مکس الکوفیڈیز کا لیبل لگا ہوا تھا ——— اسے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں مسرت کی چمک ابھری۔ اس نے الماری کا ہینڈل کھینچا مگر وہ بند تھی۔

کیپٹن شکیل نے ایک زوردار مکا شیشے پر مارا اور شیشہ کرچیوں کی صورت میں بکھر گیا۔ اس نے جھپٹ کر مکس الکوفیڈیز کی شیشی اٹھائی۔ اور پھر واپس پلٹ گیا۔

اب عمران اور اس کے ساتھیوں کا علاج اس کے ہاتھ میں تھا۔

دو ہی چھلانگوں میں وہ لیبارٹری سے باہر تھا۔ فرش پہ پڑا ہوا نقاب پوش اب ساکت ہو چکا تھا۔ اس کی گردن سے نکلنے والا خون فرش پہ ہر طرف بکھر رہا تھا۔ کیپٹن شکیل ایک لمحے کے لئے ٹھٹھکا مگر دوسرے لمحے اس نے چھلانگ لگا دی ——— وہ سرخ چکنی طرح سے خون پہ اپنا پیر نہیں پڑنے دینا چاہتا تھا۔ اس کا پیر خون پہ پڑا اور دوسرے لمحے وہ بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی طرح آگے چلا گیا اور پھر پھسلتا ہوا وہ گیلری کی سامنے والی دیوار سے ٹکرایا ——— اس کا پھسلنا اس کے حق میں اچھا ہی ہوا کیونکہ اسی لمحے گیلری میں دو آدمی ہاتھ میں ریوالور اٹھائے موڑ مڑ رہے تھے اور کیپٹن شکیل ان کی ٹانگوں سے ٹکرا گیا۔ چنانچہ وہ دونوں بھی نیچے آ پڑے۔

پھر کیپٹن شکیل بڑی پھرتی سے اٹھا اور ان میں سے ایک کے ہاتھ سے نکلا ہوا ریوالور اٹھا لیا جو ان کے اچانک گرنے سے ہاتھ سے نکل کر پھسلتا ہوا اس کے قریب آ پڑا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے کیپٹن شکیل نے فائر کر دیا اور ایک آدمی سینے پہ ہاتھ رکھے فرش پہ الٹ گیا جب کہ دوسرے کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

"جلدی اٹھو ——— ورنہ گولی مار دوں گا" ——— کیپٹن شکیل نے سائیلنسر لگے ریوالور کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

اس کے لہجے میں سانپ کی سی پھنکار تھی اور آنکھوں میں خون کی لہریں گردش کر رہی تھیں جب کہ باقی چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔

شاید اس نے اس کیپٹن شکیل کی آواز پہچان لی تھی یا اس کی خون رنگ آنکھوں کا کرشمہ تھا یا اس کے سپاٹ چہرے نے اس شخص پہ رعب طاری کر دیا تھا۔

وہ مشینوں کی طرح اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا چہرہ زرد تھا۔

"قیدی کس کمرے میں ہیں" ——— کیپٹن شکیل نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"روم نمبر فور میں" ——— غیر ملکی نے فوراً جواب دیا۔

اس کے لہجے کی لرزش سے کیپٹن شکیل نے اندازہ لگا لیا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔

"یہ روم نمبر فور کہاں ہے۔ جلدی مجھے وہاں لے چلو ورنہ" کیپٹن شکیل نے جان بوجھ کر فقرے کو نامکمل چھوڑتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ ڈرا دینے والا تھا۔

"چلو" ——— غیر ملکی نے کہا۔

اور پھر مڑ کر گیلری میں چلنے لگا۔

"دوڑ کر چلو" ——— کیپٹن شکیل نے ریوالور کی نال سے اس کی کمر میں ٹھوکا دیتے ہوئے کہا۔

شیشی ابھی تک اس کے بائیں ہاتھ میں مضبوطی سے دبی ہوئی تھی۔ شکر ہے گرنے سے وہ ٹوٹی نہیں تھی ——— ویسے اس میں کیپٹن شکیل کی اپنی احتیاط کا بھی دخل تھا۔ کیونکہ گرتے وقت اس نے وہ ہاتھ اونچا کر لیا تھا۔

پھر یہ دونوں گیلری میں دوڑتے گئے۔ اس وقت کیپٹن شکیل کو صرف یہ فکر تھی کہ کسی طرح وہ عمران کے پاس پہنچ جائے۔ پھر وہ غیر ملکی ایک دروازے کے سامنے جا کر رک گیا۔

اسی لمحے کمرے کے اندر سے ایک تیز چیخ کی آواز سنائی دی اور کیپٹن شکیل پہچان گیا کہ چیخ نعمانی کے منہ سے نکلی ہے۔

دوسرے لمحے کیپٹن شکیل کے منہ سے غراہٹ کی ایک آواز نکلی۔ اس نے پوری قوت سے ریوالور کا دستہ غیر ملکی کے سر پر مارا اور وہ بغیر کوئی آواز نکالے فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

کمرے کا دروازہ بند تھا۔ کیپٹن شکیل نے ریوالور کی نال تالے پر رکھ کر ٹریگر دبا دیا۔ ایک تیز کھٹکے سے تالا ٹوٹ گیا اور کیپٹن شکیل نے پوری قوت سے دھکا دے کر دروازہ کھول دیا۔

اس وقت عمران ہاتھ میں چاقو پکڑے نعمانی، صفدر اور صدیقی کی طرف خونخوار انداز میں بڑھ رہا تھا۔ پھر کمرے میں چاقو بجلی کی طرح لہرائے۔ مگر اس سے پہلے کہ چاقو کسی کے جسم میں گھستے کیپٹن شکیل نے دروازے میں کھڑے ہو کر شیشی کا ڈھکن کھولا ۔۔۔ اور دوائی ایک جھٹکے سے عمران پر پھینک دی۔ دوسرے لمحے کمرہ تیز چیخوں اور کراہوں سے گونج اٹھا۔

یہ کراہیں اور چیخیں کمرے کی دیوار میں لگی ہوئی ایک جالی سے نکل رہی تھیں۔

"عمران صاحب ۔۔۔ ان کو پکڑیئے ۔۔۔ میں دوائی ان کے منہ میں ڈالتا ہوں" ۔۔۔ اب کیپٹن شکیل کمرے کے اندر آ گیا۔ اور پھر وہ دونوں تیزی سے صفدر اور صدیقی کی طرف بڑھے۔ نعمانی، صفدر اور صدیقی کی حالت اب بدل چکی تھی۔ عمران کے جسم پر دوائی پڑتے ہی ان کی آنکھوں میں چھائی ہوئی وحشت دور ہو گئی تھی ۔۔۔ اور اب وہاں کرب اور تھکاوٹ کے آثار نمایاں تھے۔

عمران نے تیزی سے صفدر کو گردن سے پکڑا اور گردن دبا دی۔ صفدر کا جسم ڈھیلا تھا۔ اس نے کوئی جدوجہد نہیں کی تھی۔ گردن دبانے سے اس کا منہ کھل گیا ۔۔۔ اور کیپٹن شکیل نے اس کے منہ میں دوائی کے چند قطرے

ڈال دیئے اور پھر یہی عمل صدیقی اور نعمانی کے ساتھ بھی کیا گیا۔

دوسرے لمحے وہ تینوں جھرجھری لے کر سیدھے ہو گئے۔ اب ان کی آنکھوں میں حیرت اور تعجب نمایاں تھا۔

"عمران صاحب یہ کیا ہو رہا ہے" ۔۔۔ صفدر نے عمران سے پوچھا۔ اس کے لہجے میں انتہائی تعجب جھلک رہا تھا۔

"جلدی کرو ۔۔۔ تنویر اور جوہان کو اٹھاؤ" ۔۔۔ عمران نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا۔

اس کے چہرے پر بے پناہ تکلیف کے آثار تھے۔ اس کے جسم سے خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ نعمانی، صفدر اور صدیقی بھی زخمی تھے۔

پھر کیپٹن شکیل نے جھپٹ کر خود ہی تنویر اور جوہان کو جھٹکے سے اٹھایا اور دونوں کاندھوں پر لاد لیا۔

ابھی وہ کمرے سے باہر نہیں نکلے تھے کہ اچانک دروازہ کھلا اور دوسرے لمحے ایک مشین گن کی نال نے اندر جھانکا اور عمران سمیت سب اچھل پڑے۔

عمران اور سیکرٹ سروس کے دیگر ممبران جب سفارت خانے میں داخل ہوگئے تو بلیک زیرو کو قدرے اطمینان ہوگیا۔ اس کے باوجود وہ پوری طرح چوکنا تھا ۔۔۔ اس وقت وہ سفارت خانہ کی عمارت سے تھوڑی دور ایک گھنے درخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ نائٹ ٹیلی سکوپ اس کی آنکھوں سے لگی ہوئی تھی اور دو بار مشین گن جس پر نائٹ ٹیلی سکوپ اور سائیلنسر فٹ تھا قریب ہی ایک شاخ سے اٹکائی ہوئی تھی ۔۔۔ وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو کسی بھی متوقع حملے سے بچانے کے لئے یہاں بیٹھا ہوا تھا۔

جب عمران اور اس کے ساتھیوں کو اندر گئے کافی دیر ہوگئی تو اس کے اعصاب میں خود بخود تناؤ پیدا ہونے لگ گیا۔

اور پھر دوسرے لمحے وہ چونک پڑا کیونکہ اس کی کلائی میں موجود واچ ٹرانسمیٹر پہ بارہ کا ہندسہ جلنے بجھنے لگ گیا تھا۔ یہ خطرے کا کاشن تھا۔

بلیک زیرو نے چونک کر گھڑی کا ونڈ بٹن کھینچا اور پھر سرگوشی کے انداز میں بولنے لگا۔

"ہیلو ۔۔۔ ہیلو ۔۔۔ کیا بات ہے ۔۔۔ عمران صاحب بات کریں۔ اوور"

مگر چند لمحوں تک مسلسل کوشش کرنے کے بعد بھی عمران سے رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ تو اسے خطرے کی صحیح حدود کا علم ہوا۔

عمران اور اس کے ساتھی کسی شدید خطرے سے دوچار ہو چکے تھے اور عمران کو صرف کاشن دینے کا موقع ہی ملا تھا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ عمران اور اس کے ساتھی کسی اچانک حادثے کا شکار ہو گئے ہیں۔

دوسرے لمحے اس نے تیزی سے ونڈ بٹن دبایا۔ مشین گن اٹھا کر کندھے سے لٹکائی اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

اردگرد کا ماحول قطعی ساکت تھا اور وہ تیزی سے درخت سے اترتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ زمین پر تھا اور پھر درختوں کی آڑ لیتا ہوا وہ تیزی سے سفارت خانے کی عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔

صدر دروازہ جس سے عمران وغیرہ داخل ہوئے تھے کی ذیلی کھڑکی ابھی تک کھلی ہوئی تھی مگر وہ اس میں سے داخل نہیں ہونا چاہتا تھا ۔۔۔ کیونکہ وہ خود بھی عمران کی طرح اسی خطرے سے دوچار ہو سکتا تھا۔ سفارت خانے کی عمارت کی سائیڈ سے گھومتا ہوا وہ اس کی پچھلی طرف آ گیا۔ لیکن سفارت خانے کی عمارت کچھ اس ڈیزائن کی بنی ہوئی تھی کہ پچھلی طرف ایک سپاٹ اور سنگین دیوار دوسری منزل تک چلی گئی تھی ۔۔۔ دوسری منزل پر کچھ کھڑکیاں تھیں۔ مگر وہاں تک پہنچنا بھی ایک مسئلہ تھا اور اس مسئلے کا حل اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس نے بڑے بے چین انداز میں ادھر ادھر دیکھا مگر وہاں ایسا کوئی رخنہ نہیں تھا جس سے وہ اندر داخل ہو سکتا۔

مایوس ہو کر وہ مڑنے لگا تھا کہ اچانک چونک پڑا اور اس کی آنکھیں تیزی سے چمکنے لگیں۔ اسے عمارت کے انتہائی دائیں کونے میں عمارت کے قریب ہی گٹر کا ڈھکن نظر آ گیا تھا ـــــ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس گٹر کی طرف بڑھنے لگا۔ صاف ظاہر تھا کہ گٹر مسارت نفلنے کی عمارت کے اندر سے آ رہا تھا۔ اس نے گٹر کے دہانے پر موجود لوہے کے ڈھکن کو ایک لمحے کے لئے دیکھا ـــــ اور پھر کاندھے سے مشین گن اتار کر ایک طرف رکھی اور جھک کر دونوں ہاتھ ڈھکن میں بنے ہوئے کنڈے میں ڈال دیئے ـــــ دوسرے لمحے ایک زوردار جھٹکے سے ڈھکن اوپر اٹھتا چلا گیا اور بلیک زیرو کی ناک سے بدبو کا ایک بھبکا سا ٹکرایا۔ بلیک زیرو نے ڈھکن ایک طرف رکھا اور پھر مشین گن اٹھا کر تیزی سے اندر جاتی ہوئی سیڑھیوں سے اترنے لگا۔

گٹر کی تہہ میں گندہ پانی بہہ رہا تھا مگر اس کی مقدار بے حد معمولی تھی کیونکہ رات کا وقت تھا اور اس وقت پانی کا استعمال نہ ہونے کے برابر تھا۔ پانی نے اس کے جوتوں کو چھپا لیا تھا ـــــ مگر اسے جوتوں سے زیادہ عمران اور اس کے ساتھیوں کی فکر تھی۔ اس لئے وہ تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ گٹر میں موجود زہریلی گیس اس پر اثر انداز ہونے لگ گئی تھی مگر ناک اور منہ پر پڑا ہوا نقاب اسے قدرے بچائے ہوئے تھا ـــــ اس نے کوٹ کی جیب سے چھوٹی سی ٹارچ نکالی اور پھر اس ٹارچ کی تیز روشنی میں وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ کافی دور تک جانے کے بعد بھی ابھی تک اسے ایسا کوئی راستہ نظر نہیں آیا تھا جس سے وہ عمارت میں داخل ہو سکتا۔

پھر اچانک گٹر مڑتا چلا گیا اور پھر جیسے ہی وہ گٹر کے ساتھ ساتھ مڑا اسے اوپر جاتی ہوئی سیڑھیاں صاف نظر آنے لگیں۔ مشین گن کاندھے سے لٹکائے وہ

سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر پہنچا۔ وہاں بھی ویسا ہی فولادی ڈھکن موجود تھا۔ اس نے سیڑھیوں پر اچھی طرح پیر جمائے اور پھر دونوں ہاتھوں سے زور لگا کر ڈھکن اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔

چند لمحوں کی کوشش کے بعد وہ ڈھکن اٹھانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ باہر کناروں پر رکھے اور چند لمحوں بعد اس کا سر باہر آ گیا۔ اس نے چند لمحوں کے لئے ارد گرد کے ماحول کا جائزہ لیا اور پھر کسی کو قریب نہ پا کر وہ باہر نکل آیا ـــــ وہ عمارت کے کمپاؤنڈ میں تھا۔ سامنے ایک طویل گیلری تھی۔ گیلری میں بجلی بلب جل رہے تھے۔ جس سے گیلری اور اس سے قریب کا علاقہ بجلی سی روشنی میں نہایا ہوا تھا۔

بلیک زیرو تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا گیلری میں داخل ہو گیا۔ ابھی اس نے چند ہی قدم اٹھائے ہوں گے کہ اچانک اسے گیلری کے دوسرے سرے سے ایک آدمی اپنی طرف آتا دکھائی دیا ـــــ بلیک زیرو پھرتی سے ایک ستون کی اوٹ میں ہو گیا۔

اور وہ آدمی جیسے ہی اس کے قریب پہنچا بلیک زیرو نے اچانک اسے چھاپ لیا۔

اس سے پہلے کہ آنے والا اس اچانک افتاد سے سنبھلتا بلیک زیرو کے طاقتور بازو اس کی گردن میں حلقہ بنا چکے تھے اور بلیک زیرو تیزی سے حلقہ تنگ کرتا چلا گیا ـــــ اور اس آدمی کی آنکھیں باہر ابل آئیں۔

"بتاؤ باس کہاں ہے؟" ـــــ بلیک زیرو نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"مشین روم میں ہے" ـــــ اس نے بھنچی بھنچی آواز میں کہا۔

"مشین روم کہاں ہے؟" ــــ بلیک زیرو نے بازو کو جھٹکا دیتے ہوئے دوسرا سوال کیا۔

"بتاتا ہوں ــــ مجھے چھوڑ دو" ــــ اس آدمی نے بمشکل کہا کیونکہ بلیک زیرو کا بازو اس کی گردن توڑے دے رہا تھا۔

بلیک زیرو نے دباؤ قدرے کم کر دیا۔

"تم راستہ نہیں جانتے ــــ میں خود تمہیں لے چلتا ہوں"

اس آدمی نے جواب دیا۔

بلیک زیرو نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر دوسرے لمحے ایک جھٹکے سے اس نے اسے چھوڑ کر کاندھے سے لٹکی ہوئی مشین گن ہاتھ میں پکڑ لی۔ اب مشین گن کا رخ اس آدمی کی طرف تھا جو بڑی تیزی سے اپنا گلا مسل رہا تھا۔

"چلو ــــ اگر تم نے دھوکہ کیا تو یاد رکھو میری مشین گن معاف نہیں کرے گی" ــــ بلیک زیرو نے کرخت لہجے میں کہا۔

"بے فکر رہیں ــــ میں دھوکہ نہیں دوں گا" ــــ اس آدمی نے جواب دیا۔

اور پھر وہ تیزی سے گیلری میں چلنے لگا۔

بلیک زیرو بڑے محتاط طریقے سے اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ پھر وہ دونوں ایک کمرے کے سامنے جا کر رک گئے۔

اس آدمی نے بلیک زیرو کو اندر جانے کے لئے کہا۔

"تم پہلے اندر جاؤ" ــــ بلیک زیرو نے کہا۔

اور وہ آدمی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ بلیک زیرو بھی تیزی سے

اندر داخل ہوا۔ کمرہ خالی تھا۔ اس آدمی نے دیوار سے لگی ہوئی ایک تصویر کو دائیں طرف کیا پھر بائیں طرف ــــ اس طرح چند بار اس نے تصویر کو دائیں بائیں حرکت کی تو کمرے کا فرش ایک کونے سے ہٹتا چلا گیا۔ اب سیڑھیاں نیچے جاتی ہوئی صاف نظر آ رہی تھیں۔

"ان سیڑھیوں پر اتر جائیں ــــ آپ مشین روم کے دروازے پر پہنچ جائیں گے" ــــ اس آدمی نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم بھی چلو" ــــ بلیک زیرو نے غراتے ہوئے کہا۔

"نہیں ــــ یہ بہتر نہیں رہے گا" ــــ اس آدمی نے نرم لہجے میں کہا۔

وہ نہ جانے کیوں بلیک زیرو سے پوری ہمدردی کر رہا تھا۔

دوسرے لمحے بلیک زیرو نے اس کا بازو پکڑ کر اسے موڑ دیا اور مشین گن کے دستے کی زوردار ضرب نے اسے فرش بوس کر دیا۔

وہ پہلی ضرب سے ہی بے ہوش ہو چکا تھا۔

بلیک زیرو نے ایک لمحے کے لئے اسے دیکھا اور پھر تیزی سے سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ تقریباً بیس سیڑھیاں اترنے کے بعد وہ ایک دروازے کے سامنے رک گیا ــــ دروازے پر واقعی "مشین روم" کی تختی لگی ہوئی تھی۔ دروازہ بند تھا۔

بلیک زیرو نے جھک کر کی ہول سے آنکھ لگا دی۔ اور پھر چونکنے پر مجبور ہو گیا کیونکہ اس کی نظریں کمرے میں موجود ایک بڑی سی سکرین پر جم کر رہ گئیں جہاں عمران اور اس کے ساتھیوں کی خوفناک جنگ صاف نظر آ رہی تھی۔ بلیک زیرو کی آنکھوں میں عمران اور اس کے ساتھیوں کی حالت دیکھ کر

خون اتر آیا۔

وہ تیزی سے سیدھا ہوا اور دوسرے لمحے اس نے جیب سے ایک پتلا سا تار نکال کر تالے کے سوراخ میں ڈال دیا۔

تار گھماتے ہی ایک کھٹک کی آواز سنائی دی اور تالا کھل گیا۔

بلیک زیرو نے پوری قوت سے دروازے کو لات ماری اور اندر گھس گیا۔ اس کی مشین گن مسلسل گولیاں اگلنے لگی اور کمرہ تیز چیخوں اور کراہوں سے گونج اٹھا۔

اندر داخل ہوتے ہی وہ سر سلطان کو سیدھا ہوا دیکھ چکا تھا۔ اس لئے ظاہر ہے کہ اندھا دھند گولیاں برسانے کے باوجود ایک بھی گولی سر سلطان کو نہ لگی۔

چند ہی لمحوں بعد کمرے میں موجود باقی تمام افراد بے بس فرش پر پڑے تڑپ رہے تھے۔

"عمران کو بچاؤ"۔۔۔۔ سر سلطان نے فائرنگ ختم ہوتے ہی چیخ کر بلیک زیرو سے کہا۔

وہ بلیک زیرو کو اس کے مخصوص نشان کی وجہ سے پہچان گئے تھے۔

اور اسی لمحے بلیک زیرو نے چونک کر سکرین کی طرف دیکھا اور پھر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کیپٹن شکیل بھی اسی کمرے میں پہنچ چکا ہے اور عمران صفدر کا گلا دبا رہا ہے اور کیپٹن شکیل اس کے گلے میں دوائی ڈال رہا تھا۔

بلیک زیرو نے اطمینان کا سانس لیا اور پھر بڑی پھرتی سے سر سلطان کی بندشیں کھول دیں۔

"میرے پیچھے آیئے"۔ بلیک زیرو نے سر سلطان سے کہا۔

اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔

سر سلطان بھی انتہائی تیزی سے اس کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔

سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہ جلد ہی دوبارہ اسی کمرے میں پہنچ گئے۔ وہ آدمی ابھی تک بے ہوش پڑا تھا۔ بلیک زیرو نے جھک کر بڑی پھرتی سے اس کے گالوں پر تھپڑ مارنے شروع کر دیئے۔ اور نتیجہ حسب توقع رہا۔

چند لمحوں بعد اس نے آنکھیں کھول دیں اور پھر بلیک زیرو کو دیکھ کر وہ تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔

"وہ قیدی کون سے کمرے میں ہیں؟"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے سوال کیا۔

"کون سے قیدی؟"۔۔۔۔ اس نے سادگی سے پوچھا۔

ویسے سر سلطان کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک ابھر آئی تھی۔

"روم نمبر نو میں۔۔۔۔ اس سے روم نمبر نو کا پتہ پوچھو"۔

اس سے پہلے کہ بلیک زیرو کوئی جواب دیتا۔ سر سلطان بول پڑے۔

"روم نمبر نو۔۔۔۔ وہ تو نیچے تہہ خانے میں ہے"۔۔۔۔ اس آدمی نے جواب دیا۔

"ہمیں روم نمبر نو میں لے چلو۔۔۔۔ جلدی کرو"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے مشین گن کی نال اس کے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"چلیے جناب"۔۔۔۔ اس بار اس آدمی کا لہجہ بڑا مودبانہ تھا۔

بلیک زیرو نے اسے حیرت سے دیکھا۔ اس کے ذہن میں شدید الجھن تھی کہ یہ شخص اس کی یوں کیوں مدد کر رہا ہے۔

بہرحال وہ خاموش رہا۔ کیونکہ وہ جلد از جلد عمران تک پہنچنا چاہتا تھا۔ اس آدمی نے آگے بڑھ کر دیوار سے لگی ہوئی ایک اور تصویر کو مخصوص انداز میں گھمایا ۔۔۔۔ اور کمرے کی ایک دیوار اپنی جگہ سے کھسکتی چلی گئی۔ سامنے ایک اور چھوٹا سا کمرہ نظر آ رہا تھا۔

"اس کمرے سے نکلتے ہی سیڑھیاں نچلی گیلری میں جاتی ہیں۔ اس کے آخر میں روم نمبر فور ہے" ۔۔۔۔ اس آدمی نے بلیک زیرو کو بتلایا۔

"چلو ۔۔۔۔ آگے جلدی"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

اور پھر وہ تینوں تیزی سے اس کمرے میں داخل ہوئے۔ وہاں سے سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں ۔۔۔۔ سیڑھیاں اتر کر وہ ایک گیلری میں پہنچے اور پھر چند ہی لمحوں بعد وہ روم نمبر فور کے سامنے کھڑے تھے۔

بلیک زیرو نے جیب سے ریوالور نکال کر سر سلطان کے حوالے کیا اور انہیں اشارے سے اس آدمی کو کور کرنے کے لئے کہا۔

اور مشین گن دروازے کے اندر داخل کی اور دوسرے لمحے وہ خود بھی چونک گیا۔ کیونکہ عمران، صفدر، صدیقی، نعمانی اس کے سامنے کھڑے تھے۔ کیپٹن شکیل نے تنویر اور چوہان کو اٹھایا ہوا تھا۔

"آپ" ۔۔۔۔ عمران سمیت باقی ساتھیوں نے ایکسٹو کو یوں اپنے سامنے دیکھ کر تعجب سے کہا۔

"ہاں ۔۔۔۔ جلدی کرو ۔۔۔۔ باہر نکلو" ۔۔۔۔ بلیک زیرو نے ایکسٹو کے مخصوص انداز میں کہا۔

اور اسے عمران اور باقی ساتھیوں کی حالت دیکھ کر تعجب ہو رہا تھا کیونکہ وہ سب خون میں نہائے ہوئے تھے۔

"عمران بیٹے ۔۔۔۔ تم زخمی ہو" ۔۔۔۔ سر سلطان تیزی سے عمران کی طرف بڑھے۔

اور بلیک زیرو نے بڑی پھرتی سے مشین گن کا رخ اس آدمی کی طرف کر دیا۔ جو ان کے پیچھے کھڑا تھا۔

سر سلطان عمران کو زخمی دیکھ کر اسے بھول کر عمران کی طرف بڑھ گئے تھے۔

"جلدی کرو ۔۔۔۔ ہمارے ایک ساتھی کو اٹھاؤ" ۔۔۔۔ بلیک زیرو نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"کیپٹن شکیل ۔۔۔۔ چوہان کو اس کے حوالے کر دو" ۔۔۔۔ اس نے کیپٹن شکیل سے کہا اور کیپٹن شکیل نے چوہان کو اس آدمی کے کاندھے پر لاد دیا۔ بلیک زیرو نے ایک لمحے کے لئے عمران کی طرف دیکھا جو شدید زخمی ہونے کے باوجود کھڑا مسکرا رہا تھا ۔۔۔۔ مگر عمران کی لڑکھڑاہٹ اس سے چھپی نہ رہ سکی۔ چنانچہ اس نے جھپٹ کر عمران کو کاندھوں سے پکڑا اور اسے اٹھا کر کاندھے پر لاد لیا۔

"ارے ارے" ۔۔۔۔ عمران نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر بلیک زیرو تیزی سے چلنے لگا۔ اس نے عمران کو اور کچھ کہنے کا موقع ہی نہ دیا اور عمران بھی خاموش ہو گیا۔

کیپٹن شکیل تنویر کو کاندھے پر لادے سب سے آخر میں تھا۔ پھر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس کمرے میں آ گئے اور بلیک زیرو ان سب کو اسی کمرے کے

راستے عمارت سے باہر لے آیا۔

چوہان ابھی تک اس آدمی کے کاندھے پر لدا ہوا تھا۔

"صدیقی ——— تم چوہان کو لے لو ——— تمہاری حالت قدرے بہتر ہے" بلیک زیرو نے صدیقی کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

"رہنے دیجیے جناب ——— میں خود ہی اسے لے جاؤں گا" اس آدمی نے جواب دیا۔

"نہیں" ——— بلیک زیرو نے تیز لہجے میں کہا۔

اور پھر صدیقی نے آگے بڑھ کر چوہان کو اٹھا لیا۔

"اب تم چھٹی کرو ——— تمہاری ہمدردی کا شکریہ ——— مگر میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑ سکتا" ——— بلیک زیرو نے کہا۔

اور اسی لمحے عمران نے آنکھیں کھولیں اور پھر بلیک زیرو کے کاندھے سے نیچے اتر آیا۔

بلیک زیرو نے مشین گن کا رخ اس آدمی کی طرف کر دیا اور ٹریگر دبانا ہی چاہتا تھا کہ وہ آدمی یک دم بول پڑا۔

"عمران صاحب" ——— اور عمران نے اسے چونک کر دیکھا۔ دوسرے لمحے عمران نے تیزی سے بلیک زیرو کے ہاتھ میں پکڑی مشین گن پر ہاتھ مار کر اسے جھٹکا دیا۔

"ٹائیگر" ——— عمران نے دبے لہجے میں بلیک زیرو سے کہا۔

اور بلیک زیرو حیرت زدہ رہ گیا۔ اب اسے اس کی غیر معمولی ہمدردی کے راز کا پتہ چل گیا۔

"چلو ——— جلدی کرو ——— اب یہاں سے کھسک جاؤ"

بلیک زیرو نے حیرت کے جھٹکے سے سنبھلتے ہوئے سب سے کہا اور پھر خود بھی تیزی سے ایک طرف بڑھتا چلا گیا۔

مسٹر سیف علی [illegible] کی پر اسرار روپوشی کی خبر جب صدر مملکت کو ملی تو وہ بری طرح جھلا اٹھے۔ اور سامنے کھڑے انسپکٹر جنرل پولیس پر الٹ پڑے۔

"تم قطعی نا اہل، جاہل اور نکمے ہو۔ ایک آدمی تم سے نہیں پکڑا گیا۔ وہ کہاں غائب ہو گیا ہے۔ اسے ڈھونڈو۔ اس کا پکڑا جانا بے حد ضروری ہے" ——— صدر مملکت نے میز پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"جناب ——— میں شرمندہ ہوں کہ آپ کے حکم کی بروقت تعمیل نہ ہو سکی۔ مسٹر سیف علی کی روپوشی ایک سازش ہے جناب ——— جب پولیس انہیں گرفتار کرنے ان کی کوٹھی پر پہنچی تو وہ موجود تھے۔ پولیس نے جیسے ہی انہیں گرفتاری کے وارنٹ دکھائے اسی وقت انہیں فون ملا جس میں کسی نے ڈی۔ آئی۔ جی کے روپ میں گرفتاری ملتوی کرنے کا آرڈر دیا۔ وہ واپس آ گئے ——— مگر جیسے کوارٹر پہنچ کر پتہ چلا کہ ڈی۔ آئی۔ جی نے

ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ آدھ وہ دوبارہ کوٹھی پہنچے تو سیف علی صاحب کے کمرے پر ان کے پرسنل سیکرٹری اور پی اے بے ہوش پڑے تھے اور سیف علی صاحب غائب تھے۔ کمرے میں بے ہوشی کی گیس چھوڑنے والا بم پھینکا گیا تھا۔ اس کے بعد لیا۔ کوشش کے باوجود ان کا پتہ نہیں چل سکا۔"

آئی جی نے پوری تفصیل بیان کر دی۔

"تو کیا انہیں اغوا کیا گیا ہے" ——— صدر مملکت نے چونکتے ہوئے سوال کیا۔

ان کی پیشانی پر تردد کی بے شمار شکنیں نمودار ہو گئی تھیں۔

"نہیں جناب ——— ابھی ابھی رپورٹ ملی ہے کہ انہوں نے اپنے گھر فون کیا ہے"

انسپکٹر جنرل پولیس نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔

"تمہیں معلوم ہوا کہ وہ کس جگہ چھپے بیٹھے ہیں۔ ایکسچینج سے ان کا پتہ لگ سکتا ہے" ——— صدر مملکت کے لہجے میں ایک بار پھر جوش عود کر آیا۔

"میں نے پوری کوشش کی ہے جناب ——— مگر اس ٹیلی فون نمبر کا ایکسچینج والوں کو بھی علم نہیں۔ میں نے ملٹری ایکسچینج سے بھی رابطہ قائم کیا۔ مگر وہ بھی نہیں بتلا سکے" ——— انسپکٹر جنرل پولیس نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب ——— یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی ٹیلی فون نمبر کا ایکسچینج والوں کو علم نہ ہو اور وہ ٹیلی فون سیٹ کام بھی کر رہا ہو۔ کیا تم مجھے بچہ سمجھتے ہو۔ میرا خیال ہے یہ سب تمہاری سازش ہے ——— تم سیف علی سے در پردہ مل چکے ہو۔ میں تمہیں عبرت ناک سزا دوں گا" ——— صدر مملکت کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ وہ اچھل کر اپنی کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"جی ——— جناب ——— آپ پہلے تحقیق انٹیلی جنس چیف سے معلوم کر لیں میں نے ان سے بھی رابطہ قائم کیا تھا۔ وہ بھی اس سلسلے میں ناکام رہے ہیں"

آئی جی پولیس نے خوف زدہ لہجے میں جواب دیا۔

وہ صدر مملکت کی تلون مزاجی سے اچھی طرح واقف تھے۔

صدر مملکت نے چند لمحوں کے لئے کچھ سوچا اور پھر انٹرکام کا بٹن دبا دیا۔

"پی اے ——— مسٹر رحمان سے فون ملاؤ ——— فوراً"

صدر مملکت نے گونج دار لہجے میں کہا۔

چند لمحوں بعد ٹیلی فون سے دلکش موسیقی پھوٹ پڑی۔ صدر مملکت نے رسیور اٹھا لیا۔

"میں رحمان بول رہا ہوں جناب" ——— دوسری طرف سے مسٹر رحمان کی باوقار آواز سنائی دی۔

"مسٹر رحمان ——— آپ انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل ہیں۔ میں نے مسٹر سیف علی کی گرفتاری کے احکامات جاری کئے تھے۔ مگر سیف علی پولیس کی نظروں میں دھول جھونک کر کہیں روپوش ہو گئے ہیں ——— میں چاہتا ہوں کہ آپ فوراً ان کو گرفتار کریں" ——— صدر مملکت نے قدرے نرم لہجے میں گفتگو کا آغاز کیا۔

"سر ——— کیسے معلوم ہوا کہ وہ روپوش ہے" ——— مسٹر رحمان نے سوال کیا۔

"آئی جی نے رپورٹ دی ہے اور وہ کسی نامعلوم ٹیلی فون سیٹ سے اپنے گھر والوں سے باقاعدہ رابطہ قائم کئے ہوئے ہیں" ——— صدر مملکت نے آئی جی کی طرف قہر آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے جناب ۔۔۔۔ کہ وہ دانستہ طور پر روپوش ہیں۔ اور جس شیلی فون کے متعلق آپ بتلا رہے ہیں اس کے متعلق مجھے معلومات ہیں جناب"۔۔۔ سر رحمان نے جواب دیا۔

"جلدی بتلایئے وہ کس کا نمبر ہے۔ میں اس کی گرفتاری کا آرڈر بھی جاری کر دیتا ہوں"۔۔۔ صدر مملکت اس انکشاف پر اچھل پڑے۔

"ایکسٹو ۔۔۔ چیف آف سیکرٹ سروس جناب"۔۔۔ سر رحمان نے جواب دیا۔

"اوہ"۔۔۔ صدر مملکت چونک پڑے۔ چند لمحے وہ خاموش رہے۔

"ایکسٹو کون ہے ۔۔۔ آپ کو علم ہے"۔۔۔ صدر مملکت نے سوال کیا۔

"نہیں جناب ۔۔۔ ان کے متعلق صرف سر سلطان جانتے ہیں اور سر سلطان کو آپ کے حکم سے گرفتار کیا گیا تھا۔ مگر راستے میں نامعلوم مجرم انہیں اغوا کر کے لے گئے اب تک ان کا پتہ نہیں چل سکا"۔۔۔ سر رحمان نے مدبرانہ لہجے میں جواب دیا۔

"سر سلطان پر لعنت بھیجو ۔۔۔ مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ مگر میں سیف علی کی فوری گرفتاری چاہتا ہوں"۔۔۔ صدر مملکت غصے سے چیخ پڑے۔

سیف علی اور ایکسٹو کے معاملے میں ان کی انا کو شدید دھچکا پہنچا تھا اور وہ زخمی سانپ کی طرح بل کھا رہے تھے۔

"سر۔۔۔ اس کی ایک ہی صورت ہے"۔۔۔ سر رحمان نے جواب دیا۔

"جلدی بتلاؤ"۔۔۔ صدر مملکت غصے میں اخلاق سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔

"سر۔۔۔ آپ مسٹر سیف علی کی گرفتاری کے آرڈر کینسل کر دیں"۔

سر رحمان نے قدرے ناگواری سے جواب دیا۔

"شٹ اپ ۔۔۔ تم سٹھیا تو نہیں گئے ہو۔ میں تم سے جواب طلب کروں گا کہ تم نے مجھ سے مذاق کرنے کی جرأت کیسے کی"۔۔۔ صدر مملکت غصے سے چیخ اٹھے۔ غصے کی شدت سے ان کے منہ سے کف جاری ہو گیا۔

وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ سر رحمان ان سے یوں مذاق کریں گے۔

"سر ۔۔۔ آپ میری بات تو سنیئے ۔۔۔ جب آپ ان کی گرفتاری کے آرڈر کینسل کر دیں گے تو وہ اپنے ٹھکانے سے باہر آ جائیں گے۔ آپ بعد میں دوبارہ آرڈر ایشو کر دیں۔ صرف یہی صورت ہے ان کی گرفتاری کی"۔

سر رحمان نے جلدی سے تفصیل بیان کی۔

"ہونہہ"۔۔۔ صدر مملکت کچھ دیر تک اس کی تجویز کے متعلق سوچتے رہے۔ پھر ان کا چہرہ کھل اٹھا۔

"بہت خوب مسٹر رحمان ۔۔۔ بہت خوب ۔۔۔ آپ کی تجویز مجھے پسند آئی ہے"۔۔۔ صدر مملکت نے اس بار نرم لہجے میں کہا۔

اور غصہ ٹھنڈا ہوتے ہی ان کے الفاظ میں اخلاق بھی شامل ہو گیا۔

"جی جناب ۔۔۔ میری نظر میں یہ ایک بہترین تجویز ہے"۔

سر رحمان نے قدرے مسرت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"او۔کے ۔۔۔ میں ابھی مسٹر سیف علی کی گرفتاری کے آرڈر کینسل کرتا ہوں۔ ہاں ۔۔۔ جیسے ہی وہ ظاہر ہوں آپ کی یہ ڈیوٹی ہے کہ آپ مجھے فوراً اطلاع دیں تاکہ ان کی گرفتاری کے آرڈر جاری ہو سکیں"۔

صدر مملکت نے کہا۔
اور پھر انٹرکام کا بٹن دبا کر پی اے سے کو مسٹر سیف علی کی گرفتاری کے آرڈرز کینسل کرنے کی ہدایات جاری کرنے لگے۔

بلیک زیرو جو ان سب سے علیحدہ ہو کر ایک بار پھر کشمیر میں داخل ہو گیا۔ اب وہ مخبروں کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کا پروگرام بنا چکا تھا۔ تاکہ پوری طرح ان کی بیخ کنی کی جا سکے ۔۔۔ اسے اس بات کی خوشی تھی کہ وہ بروقت وہاں پہنچ گیا تھا۔

ویسے وہ ٹائیگر کی اس خلاف توقع وہاں موجودگی پہ ابھی تک حیران تھا۔ ممکن تھا کہ عمران نے اندر کی صورت حال معلوم کرنے کے لیے صبح ہی سے سفارت خانے میں بھیج دیا ہو گا ۔۔۔ ورنہ ظاہر ہے ٹائیگر کو اتنی معلومات کیسے ہو جاتیں۔ بہرحال وہ ٹائیگر کی کارکردگی پہ خوش تھا کیونکہ اسی کی وجہ سے وہ باس اور عمران تک پہنچنے میں کامیاب ہوا تھا۔ ورنہ ظاہر ہے اسے کافی مشکلات پیش آتیں ۔۔۔ اسے اس بات پہ بھی حیرت تھی کہ باس اور دیگر ساتھیوں کو ختم کرنے کے بعد ان کے باہر نکلنے تک کسی نے ان سے مزاحمت نہیں کی اور اسی بات پہ غور کرتے ہی اس نے دوبارہ واپس جانے کا فیصلہ کیا تھا ۔۔۔ کیونکہ صاف ظاہر تھا کہ مجرموں کے اڈے میں کچھ زیادہ

افراد نہیں تھے۔ شاید انہیں تصور بھی نہیں ہوگا کہ سفارت خانے کے اندرونی
تہہ خانوں میں بھی کوئی پہنچنے کی جرات کر سکے گا —— اگر خطرہ تھا تو بیرونی
دروازے سے تھا اور وہاں انہوں نے مشینی چیکنگ سسٹم بنایا ہوا تھا جس
کے تحت عمران اور اس کے ساتھی گرفتار ہو گئے تھے۔

گنشر میں چلتا ہوا وہ ایک بار پھر اندرونی گنشر سے باہر نکل آیا۔ مشین گن
ابھی تک اس کے کاندھوں سے لٹکی ہوئی تھی۔

اب چونکہ اسے راستے کا علم تھا اس لئے وہ بڑی آسانی سے مشین
روم تک پہنچ گیا۔ مگر مشین روم میں داخل ہوتے ہی اسے حیرت کا شدید جھٹکا
لگا —— کیونکہ وہاں باقی لاشیں تو پڑی ہوئی تھیں۔ مگر باس غائب تھا۔
وہ باس کو اس لئے پہچانتا تھا کہ صرف وہی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور باقی
افراد کھڑے ہوئے تھے۔

"اس کا مطلب ہے باس صرف زخمی ہوا تھا" —— بلیک زیرو
بڑبڑایا۔

اس نے مشین روم کو غور سے دیکھا۔ خون کی ایک باریک سی لکیر دروازے
سے باہر کی طرف گئی تھی۔ بلیک زیرو نے بغور لکیر کو دیکھا اور پھر دروازے سے
باہر نکل آیا —— لکیر گیلری میں چلی گئی تھی۔ وہ خون کے نشانات پر چلتا ہوا آگے
بڑھتا چلا گیا۔ ایک دروازے کے سامنے جا کر وہ رک گیا۔ خون کی لکیر اس
دروازے کے اندر جا رہی تھی مگر دروازہ بند تھا۔

اس نے جھک کر کی ہول سے آنکھ لگائی۔ اندر وہ باس موجود تھا۔ اور
وہ میز پر بازوؤں کے بل جھکا ہوا تھا۔ اس نے سامنے ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا۔ کی
ہول سے اس کا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا —— جس پر اذیت، مایوسی اور

غصے کی آمیزش صاف نظر آ رہی تھی۔

بلیک زیرو نے ادھر ادھر دیکھا۔ وہ باس کی گفتگو سننا چاہتا تھا تاکہ ان
کے آئندہ عزائم کے متعلق معلوم کر سکے۔

اور پھر اس کی نظریں دروازے کے اوپر موجود روشندان پر پڑ گئیں۔
اس نے مشین گن کاندھے سے لٹکائی اور اچھل کر دروازے کے اوپر بنی
ہوئی کنگری پکڑ لی —— مگر وہ کنگری اتنی چھوٹی تھی کہ اس کی انگلیوں کی گرفت اس
پر مکمل طور پر نہ ہو سکی۔ اور نتیجے میں وہ دوسرے لمحے پھر فرش پر تھا۔ مگر یوں
پنجوں کے بل آنے کی وجہ سے اس کے گرنے سے آواز نہ نکلی۔
اس نے روشندان تک پہنچنے کا ارادہ ترک کر دیا —— اور پھر اس نے کی
ہول سے کان لگا دیئے۔ اس کے کانوں سے ہلکی ہلکی آوازیں ٹکرانے لگیں۔

"یس باس —— میں شرمندہ ہوں —— مجھے تصور بھی نہیں تھا کہ ایسا
ہوگا۔ اوور"۔ —— باس انتہائی غصے بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"تم فوراً ویسٹ ونگ میں اپنی سرگرمیاں بند کر دو۔ ایسٹ ونگ
کی صورت حال بڑی تیزی سے بدل رہی ہے —— ہم پہلے اسے کلیئر
کرنا چاہتے ہیں پھر بعد میں ویسٹ ونگ کو دیکھ لیں گے۔ اوور"
چیف باس کی کرخت آواز سنائی دی۔

"مگر چیف —— سیف علی کی گرفتاری سے یہاں بھی خود بخود صورت حال
خراب ہو جائے گی۔ آپ کافرستان کو ویسٹ ونگ پہ بھی حملے کی شہ دیں۔
اوور" —— باس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے —— بہرحال تم فوراً ہیڈ کوارٹر کو چھوڑ کر کسی اور اڈے میں
پناہ لو اور پھر مجھے ویسٹ ونگ کی صورت حال کے بارے میں مطلع کر دو۔ اوور"
باس نے کہا

"بہتر جناب اوور" ——— باس نے کہا۔

"اوور اینڈ آل" ——— چیف باس کی آواز آئی۔

اور باس نے کراہتے ہوئے بٹن بند کر دیا۔

اس سے پہلے کہ بلیک زیرو کی جوالہ سے کان ہٹاتا۔ اچانک اس کی چھٹی حس نے خطرے کا الارم بجا دیا اور وہ اچھل کر سیدھا ہوا اور اس کے یوں اچھلنے سے اس کی کھوپڑی بچ گئی ——— رائفل کا دستہ اس کے کاندھے پر پڑا۔ خاصی زوردار ضرب آئی تھی۔ مگر بلیک زیرو نے جواب میں پوری قوت سے رائفل لینے والے کے پیٹ میں ٹکر دے ماری۔

اور ٹکر کھاتے ہی وہ جیسے ہی دوہرا ہوا، بلیک زیرو نے بجلی کی سی تیزی سے کاندھے سے رائفل ہاتھ میں لے کر اس کے دستے سے اس کی کھوپڑی بجا دی اور وہ ایک چیخ مار کر فرش پر لیٹ گیا۔

ابھی بلیک زیرو سیدھا بھی نہیں ہوا تھا کہ ایک دم دروازہ کھلا اور باس نے ریوالور اس کی کمر سے لگا دیا۔

"مشین گن پھینک دو ——— ورنہ ———" باس نے اپنی آواز کو زوردار بناتے ہوئے کہا۔

مگر بلیک زیرو اس کی حالت کو جانتا تھا کہ وہ شدید زخمی ہے۔ اس لئے آسانی سے ٹریپ کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ اس نے مشین گن پھینکنے کی بجائے بڑی پھرتی سے اپنے جسم کو موڑا اور اس کی مشین گن کا دستہ بجلی کی طرح لہراتا ہوا باس کے زخمی جسم سے پوری شدت سے ٹکرایا اور وہ اندر کمرے میں جا گرا ——— ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔

بلیک زیرو اچھل کر کمرے میں آیا۔ مگر باس اس دوران میز کے پائے سے

ٹکرا ہوا ایک بٹن دبا چکا تھا اور پھر چاروں طرف خطرے کا الارم بجنے لگا۔

بلیک زیرو نے پھرتی سے ایک بار پھر اس کی کھوپڑی پر مشین گن کا دستہ مارنے کی کوشش کی ——— وہ اسے زندہ ساتھ لے جانا چاہتا تھا تاکہ پوری معلومات حاصل کر سکے۔ مگر باس زخمی ہونے کے باوجود بڑا ہوشیار نکلا۔ اس نے تیزی سے کروٹ لی اور مشین گن کا دستہ اس کے سر کی بجائے زمین سے ٹکرایا اور نشانہ غلط ہونے کی وجہ سے بلیک زیرو خود بھی نیچے جھکنے پر مجبور ہو گیا۔ اسی لمحے باس نے زمین پر لیٹے ہی لیٹے قلابازی لگائی اور اس کی دونوں ٹانگیں پوری قوت سے بلیک زیرو کی پشت پر پڑیں ——— اور بلیک زیرو توازن خراب ہونے کی وجہ سے میز کے پاس آتے جا گرا۔ اس کا آدھا جسم میز کے نیچے چلا گیا تھا۔ اور یوں اسی میز نے اس کی زندگی بچا لی کیونکہ باس نے اس کے ہاتھ سے نکلی ہوئی مشین گن اٹھا کر اس پر فائر کرنا چاہا ——— مگر بلیک زیرو تیزی سے اٹھا اور میز اس کے جسم کے دباؤ سے الٹتی چلی گئی۔

دوسرے لمحے میز پوری قوت سے باس کے اوپر جا پڑی اور وہ اس بھاری میز کے نیچے دب کر رہ گیا۔

بلیک زیرو نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر ایک طرف چھلانگ لگائی اور مشین گن جھپٹ لی۔ میز کا کونا باس کے سر پر لگا تھا۔ چنانچہ وہ بے ہوشی کی قلمرو میں داخل ہو چکا تھا۔

بلیک زیرو نے جھپٹ کر باس کو کاندھے پر ڈالا اور پھر دروازے سے باہر نکلنے لگا۔ مشین گن اس کے ہاتھ میں تھی۔

اسی لمحے اس پر فائرنگ ہوئی مگر بلیک زیرو بچ گیا۔ سامنے دو غیر ملکی چلے آ رہے تھے اور پھر بلیک زیرو کی مشین گن چل پڑی۔ وہ دونوں لوگوں کی ہوائیں

رقص کرتے ہوئے گر گئے۔

بلیک زیرو باس کو کاندھے پر لادے تیزی سے گیلری میں بھاگتا چلا گیا۔ مشین روم کے قریب پہنچتے ہی اسے پھرتی سے آڑ لینی پڑی کیونکہ ایک غیر ملکی ہاتھ میں ریوالور لئے سیڑھیوں کے قریب چھپا ہوا تھا ——— بلیک زیرو کی پوزیشن ایسی تھی کہ وہ بغیر باس کو نیچے پھینکے اس کا نشانہ نہیں لے سکتا تھا۔ اس نے بڑی احتیاط سے باس کو کاندھے سے اتار کر دیوار کے ساتھ لٹکایا اور پھر مشین گن کو ہاتھ میں لے کر اچانک سامنے آ گیا۔

وہ غیر ملکی بُری طرح چونکا۔ اس کے ریوالور سے نکلی ہوئی گولی بلیک زیرو کے کان کے قریب سے نکلتی چلی گئی۔ مگر دوسرے لمحے بلیک زیرو کی مشین گن نے اسے بھون ڈالا ——— مشین گن پر لگا ہوا نفیس ترین سائیلنسر اس کے بے حد کام آ رہا تھا۔ ورنہ ظاہر ہے گیلری میں مشین گن کی آواز سن کر غیر ملکی چوکنا ہو جاتا اور پھر اس کا مارا جانا بے حد مشکل تھا۔

غیر ملکی کے ختم ہوتے ہی بلیک زیرو نے ایک بار پھر باس کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور سیڑھیاں چڑھنی شروع کر دیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ باس کو لئے گٹر میں اترتا چلا گیا۔

وہ اپنی کامیابی پر بے حد خوش تھا کیونکہ باس سے کافی قیمتی معلومات حاصل کی جا سکتی تھیں۔

ابھی اس نے گٹر میں آدھا راستہ ہی طے کیا ہو گا کہ اچانک باس کے ہاتھوں نے اس کے گلے کو گرفت میں لے لیا۔ ادھر باس کے بوٹ کی ٹھوکر پوری قوت سے بلیک زیرو کے گھٹنے پر پڑی ——— یہ سب کچھ اتنا اچانک ہوا تھا کہ بلیک زیرو سنبھل بھی نہ سکا اور وہ دونوں گٹر کے پانی میں جا گرے۔

باس کو شاید ہوش آ گیا تھا۔ گٹر میں گرتے ہی اس کے ہاتھوں سے ٹارچ بھی چھوٹ گئی تھی۔ چنانچہ اب وہاں گھپ تاریکی چھا گئی تھی۔

بلیک زیرو نے نیچے گرتے ہی قلابازی کھائی۔ باس کے ہاتھوں کی گرفت تو اس کے گلے سے چھوٹ گئی ——— مگر قلابازی کھانے سے باس کہیں دور جا گرا۔

بلیک زیرو نے بڑی تیزی سے اس کی تلاش میں ادھر ادھر ہاتھ مارے مگر اس کا ہاتھ گندے پانی اور گٹر کی دیوار سے ہی ٹکراتا رہا۔

بلیک زیرو نے تیزی سے پانی میں پڑی ہوئی مشین گن اٹھانا چاہی۔ مگر جھکتے ہی اس کی گردن پر قیامت ٹوٹ پڑی ——— باس کی زوردار لات اس کی گردن پر پڑی تھی اور بلیک زیرو لڑکھڑا کر گٹر کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس نے گٹر کی دیوار پر ہاتھ رکھنے کی کوشش کی تاکہ اس کا سر دیوار سے نہ ٹکرا جائے مگر اندازہ غلط ہوا ——— دیوار اس کے اندازے سے قدرے دور تھی۔ اس کے ہاتھ تو خلا میں تیر کر نیچے گر گئے اور اس کا سر پوری قوت سے دیوار سے جا ٹکرایا۔

ایک لمحے کے لئے بلیک زیرو کو یوں محسوس ہوا جیسے اندھیرے میں ہزاروں وولٹ کے بلب جل اٹھے ہوں ——— مگر دوسرے لمحے ایک بار پھر گھپ اندھیرا چھا گیا تھا۔ ضرب کی شدت سے اس کا دماغ چکرا گیا تھا۔

اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی بہت بڑے لٹو پر گھوم رہا ہو۔ اس نے دیوار کی جڑ میں پڑے پڑے سر کو تین چار بار جھٹکا۔ پھر جیسے ہی اس نے آنکھیں کھولیں اسے اپنے سامنے ایک سایہ پانی پر جھکا نظر آیا۔ اب اس کی نظریں اندھیرے سے کسی حد تک مانوس ہو چکی تھیں۔

اور ظاہر ہے اس کی نسبت باس کی نظریں اندھیرے میں زیادہ مانوس تھیں۔ کیونکہ جو لمحے بلیک زیرو نے اپنے ہوش ٹھیک کرنے میں ضائع کئے تھے۔ باس کو ان لمحات کا فائدہ ہو گیا تھا۔

باس شاید یہی مشین گن ڈھونڈ رہا تھا۔ کیونکہ دوسرے لمحے وہ سیدھا ہوا تو مشین گن اس کے ہاتھ میں تھی اور ظاہر ہے اس کا رخ بھی بلیک زیرو کی طرف ہی تھا۔

بلیک زیرو کو اپنی موت سامنے نظر آئی۔ اس نے آخری بچاؤ کی خاطر وہیں سے چھلانگ لگا دی۔

مگر باس ٹریگر دبا چکا تھا۔

عمران کا جسم پٹیوں سے جکڑا ہوا تھا۔ ڈاکٹر رحمانی نے بڑی جانفشانی سے اس کا اور سیکرٹ سروس کے دیگر ممبران کا علاج کیا تھا۔ اور وہ سب اس وقت دانش منزل کے مخصوص کمروں میں موجود تھے ——— اور ان سب کی حالت خطرے سے باہر تھی۔ عمران نے ڈاکٹر رحمانی کو حکم دے کر دانش منزل سے جانے کی کوشش کی۔ مگر ڈاکٹر رحمانی نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر اور منتیں کر کے اسے صبح تک روکے رکھا ——— وہ جانتا تھا کہ عمران اچھلنے کودنے سے باز نہیں آئے گا اور ایک بار پھر اس کے زخموں کے ٹانکے ٹوٹ گئے تو معاملہ خطرناک ہو جائے گا۔ عمران بھی اپنی حالت جانتا تھا۔ اس لئے وہ بھی مان گیا۔ مگر اس نے وہ رات آنکھوں میں کاٹی۔

پھر صبح کو ڈاکٹر رحمانی نے پٹیاں بدلیں اور عمران کو چلنے کی اجازت دے دی۔ عمران سیدھا آپریشن روم میں پہنچا۔

بلیک زیرو ابھی تک نہیں پہنچا تھا اور عمران کو اس پر غصہ آ رہا تھا۔ کہ اتنے نازک وقت میں وہ نجانے کہاں رہ گیا تھا۔

ٹائیگر دانش منزل کے دروازے سے ہی ان سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ عمران نے اسے ملکی حالات کے متعلق تازہ ترین رپورٹ دینے کے لئے کہا تھا۔

چند لمحے بعد ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ عمران نے پھرتی سے رسیور اٹھا لیا۔

"ٹائیگر سپیکنگ سر ——— دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں۔ رپورٹ دو ——— عمران نے قدرے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"سر ——— آپ کی طبیعت کا کیا حال ہے ——— مجھے بڑا فکر ہے"۔ ٹائیگر نے مزاج پرسی کرتے ہوئے کہا۔

"ٹائیگر ——— میں نے رپورٹ مانگی ہے ——— مجھے یہ عورتوں کی طرح چونچلے پسند نہیں ہیں" ——— عمران نے انتہائی کرخت لہجے میں اسے ڈانٹ دیا۔ اسے اس قسم کی رسومات سے خدا واسطے کا بیر تھا۔

"سوری سر ——— ملکی حالات انتہائی خراب ہو گئے ہیں۔ کافرستان نے ایسٹ ونگ پر باقاعدہ حملہ کر دیا ہے۔ ایسٹ ونگ میں پاکیشیا کی فوجیں بڑی دلیری سے اس کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ مگر دشمن نے سمندر کے راستے اس کی رسد بند کر دی ہے۔ ہماری نیوی رسد پہنچانے میں ناکام ہو چکی ہے" ——— ٹائیگر نے تفصیل بتلائی۔

"ویری سیڈ نیوز ——— مگر ہماری نیوی تو خاصی طاقت ور تھی کیا تمہیں صحیح رپورٹ ملی ہے" ——— عمران کے لہجے میں دل گرفتگی تھی۔

"جی ہاں جناب ——— وائس ایڈمرل کے دفتر میں میں نے اپنے ایک دوست کو لگوایا ہوا ہے۔ اس نے یہ اطلاعات دی ہیں۔ سر دراصل

بات یہ ہے کہ ہماری نیوی کے مقابلے میں روسیاہی نیوی کے افراد زیادہ ہیں اور ان کے پاس جدید ترین ایٹمک ہتھیار ہیں" ——— ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے اس سازش میں روسیاہ بھی پورا پورا کردار ادا کر رہا ہے" ——— عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اور کوئی رپورٹ ہے" ——— عمران نے سوال کیا۔

"سر ——— پولیس آفس سے معلوم ہوا ہے کہ صدر مملکت نے مسٹر سیف علی کی گرفتاری کے آرڈر منسوخ کر دیئے ہیں" ٹائیگر نے ایک اور رپورٹ دی۔

"اوہ ——— عمران بڑبڑایا۔

"اوکے ——— دیکھو اب تمہاری ڈیوٹی یہ ہے کہ تم مسٹر سیف علی کے قریب رہو۔ میرا خیال ہے کہ ان کی گرفتاری کے آرڈر کی منسوخی بھی کوئی سازش ہے۔ شاید اس طرح وہ مسٹر سیف علی کو باہر نکالنا چاہتے ہوں۔ بہرحال تم قریب رہ کر ان کی ہر ممکن نگرانی کرو ——— اگر کسی بھی وقت کوئی گڑبڑ ہو تو یہ تمہارا فرض ہے کہ تم ان کی گرفتاری یا قتل کو ہر ممکن طریقے سے روک دو" ——— عمران نے اسے نئی ڈیوٹی بتلاتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب ——— مگر سیف علی صاحب اسے کیسے گوارا کریں گے"؟ ٹائیگر نے سوال کیا۔

"میں ان سے کہہ دوں گا ـــــــ تم ان سے مل کر صرف میرا نام کہہ دینا۔ وہ تمہیں اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دیں گے" ـــــــ عمران نے جواب دیا۔

"بہتر جناب ـــــــ میں اپنا فرض ہر ممکن طریقے سے پورا کروں گا" ٹائیگر نے جواب دیا۔

اور عمران نے رسیور رکھ دیا۔

چند لمحوں تک کچھ سوچنے کے بعد وہ اٹھا اور پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جدھر مسٹر سیف علی موجود تھے۔ جوزف نے جیسے ہی عمران کو اس حالت میں دیکھا وہ آنکھیں پھاڑے دیکھتا رہ گیا۔

"باس ـــــــ تم زخمی ہو۔ کس نے تمہیں زخمی کیا ہے۔ مجھے بتلاؤ باس ـــــــ میں اس کا خون پی جاؤں گا۔ جوزف کی زندگی میں نا ممکن ہے کہ اس کے باس کو کوئی ہاتھ لگا کر زندہ بچ جائے"

جوزف کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئی تھیں۔ اس کی مٹھیاں بے اختیار بھنچ گئی تھیں۔

"رہنے دو جوزف ـــــــ تم میں بھلا اتنی طاقت کہاں کہ تم اس سے لڑ سکو" ـــــــ عمران نے اسے چڑاتے ہوئے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو باس ـــــــ کیا تم میری انسلٹ کر دو گے۔ جوزف صرف تم سے ڈرتا ہے ورنہ وہ موت سے بھی لڑ جانے کی طاقت رکھتا ہے!"

جوزف کا چہرہ اپنی توہین سے مزید سیاہ ہو گیا۔

"تو پھر سنو ـــــــ کہ آلی کی پہاڑیوں پہ انڈہ دینے والی سرخ چیل نے مجھے زخمی کیا ہے ـــــــ بولو کیا تم اس سے لڑ دو گے"

عمران نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

اور جوزف کی حالت عمران کا یہ فقرہ سن کر ایسے ہو گئی جیسے غبارے سے ہوا اچانک نکل گئی ہو۔ فقرہ سنتے ہی اس کا چہرہ یکسر دم زرد پڑ گیا۔ اور خوف سے اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔

"باس ـــــــ کیا کہہ رہے ہو ـــــــ" بولی خاور" جوزف نے سینے پر صلیب بناتے ہوئے کہا۔

"بس ـــــــ بڑے رستم بن رہے تھے۔ ہونہہ ـــــــ موت سے لڑ جاؤں گا" ـــــــ عمران نے مسکراتے ہوئے اسے اور چڑھایا۔ وہ ذہنی کوفت دور کرنے کے لئے جوزف سے چھیڑ چھاڑ کر رہا تھا۔

"باس ـــــــ مگر تم کیسے بچ گئے ـــــــ گریٹ باس ـــــــ میرا باس مر گیا ہے تم اس کی روح ہو" ـــــــ جوزف اچانک پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

دیو ہیکل حبشی کے رونے کا سین اتنا مضحکہ خیز تھا کہ عمران کا بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔

"ارے ارے ـــــــ میں روح نہیں اصلی عمران ہوں۔ مت ڈرو ننھے بچے ـــــــ چاؤ میں تمہیں ٹافیاں لے دوں گا" ـــــــ عمران نے اسے پچکارتے ہوئے کہا۔

مگر جوزف کے آنسو اور زیادہ تواتر سے گرنے لگے۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ سرخ چیل کسی پہ حملہ کرے اور وہ بچ جائے ـــــــ سرخ چیل تو ہاتھوں کو اپنی جگہ سے ہلنا دیتی ہے۔

"اچھا ـــــــ تم یہاں ٹھہر کر روتے رہو ـــــــ میں تو چلا"

عمران نے کہا
اور پھر دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہو گیا۔ چھوٹے کمرے سے گزر کر جب وہ بڑے کمرے میں پہنچا تو اس نے مسٹر سیف علی کو صوفے پر سر گرائے بیٹھے دیکھا۔

"ہیلو مسٹر تلوار علی ——— کیا تلوار کو زنگ لگ گئی ہے؟"

عمران نے جاتے ہی ہانک لگائی۔

اس کی آواز سنتے ہی مسٹر سیف علی چونک کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کا چہرہ غصے سے سرخ تھا۔ مگر عمران کو پٹیوں میں لپٹا دیکھ کر ان کے چہرے پر ہمدردی کے آثار پھیلتے چلے گئے۔

"کیا ہوا عمران ——— کیا تم زخمی ہو گئے ہو؟" ——— مسٹر سیف علی نے ہمدردی سے بھرپور لہجے میں پوچھا۔

"زخمی ہوا نہیں بلکہ کر دیا گیا ہوں ——— آپ نے گرامر کے لحاظ سے غلط فقرہ بولا ہے اور اگر ایک لیڈر غلط زبان بولے گا تو ظاہر ہے ملک کے پڑھے لکھے عوام کا بھلا کیا قصور ہے" ——— عمران کا ذہن پٹڑی سے اتر گیا۔

"چھوڑو اس گرامر کے چکر کو" ——— مسٹر سیف علی عمران کی اس بے تکی بکواس سے جھنجھلا گئے۔

"چلیے چھوڑ دیا ——— میں خود بھی گرامر کے مضمون میں کبھی پاس نہ کر سکا" ——— عمران نے حسب عادت جواب دیا۔

"دیکھو عمران ——— میں صرف تمہاری وجہ سے یہاں قید ہو کر رہ گیا لیکن اب میں مزید نہیں رک سکتا۔"

مسٹر سیف علی نے سنجیدگی سے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— میں اسی لئے آیا تھا کہ آپ کو آزادی کی خوشخبری سناؤں۔ آپ کی گرفتاری کے آرڈر کینسل ہو چکے ہیں۔ اب آپ آزاد ہیں"

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایجنسی کا دباؤ حکومت پر آخر چل گیا ہے نا" ——— مسٹر سیف علی نے طنز آمیز لہجے میں کہا۔

"ہے ——— ایجنسی تو کس باغ کی مولی ہے۔ علی عمران کے آگے کون دم مار سکتا ہے" ——— عمران نے اکڑتے ہوئے کہا۔

اور مسٹر سیف علی دھیرے سے مسکرا دیئے۔ عمران کی فطرت کو وہ اچھی طرح جانتے تھے۔ آخر آکسفورڈ میں وہ چار سال اکٹھے رہے تھے۔

"اچھا پھر مجھے اجازت" ——— مسٹر سیف علی صوفے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ٹھہریئے ——— میں نے آپ سے چند باتیں کرنی ہیں"

عمران نے اس بار سنجیدگی سے کہا۔

اور مسٹر سیف علی حیرت سے اس کا چہرہ دیکھنے لگے۔ جیسے یہ سمجھنے کی حماقتوں کی لہریں کہاں غائب ہو گئی تھیں ——— اور اب عمران کے چہرے پر انتہائی سنجیدگی اور دبدبہ چھایا ہوا تھا۔ مسٹر سیف علی نے زندگی میں پہلی بار عمران کو اس روپ میں دیکھا تھا۔

"کیا باتیں کرنی ہیں؟"

دوبارہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

"سیف علی صاحب ——— ملکی حالات کی نزاکت پر مجھے سخت پریشانی ہے۔"

مجھے اطلاع ملی ہے کہ ہماری نیوی ایسٹ ونگ میں رسد پہنچانے میں ناکام ہو چکی ہے اور رسد سپاہی نیوی کے افراد کا فرستانی نیوی میں باقاعدہ کام کر رہے ہیں ـــــ اس طرح ہم کب تک ایسٹ ونگ کا دفاع کر سکتے ہیں۔ جب کہ ایسٹ ونگ کے عوام بھی بیشتر تعداد میں کافرستانی سپاہیوں کی امداد کر رہے ہیں"۔ ـــــ عمران نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں ـــــ یہ بات بالکل درست ہے ـــــ مجھے پاکیشیا ایک عظیم تباہی سے دوچار ہوتا نظر آ رہا ہے"۔ ـــــ سیف علی نے گلوگیر لہجے میں جواب دیا۔

"لیکن ہمیں اس کی ابھی سے روک تھام کرنی چاہئے۔ میرے خیال میں اگر حکومت شوگران ہماری امداد پر اتر آئے تو ہم عظیم المیہ سے بچ سکتے ہیں"۔ عمران نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"میں پہلے حکومت شوگران سے ہر قسم کی امداد کا وعدہ لے آیا تھا۔ مگر صدر صاحب نے ایکریمیا کے دباؤ کی وجہ سے انہیں ٹال دیا۔ اب بتلائیے میں کیا کر سکتا ہوں۔ میرے پاس کون سا اختیار ہے"۔ مسٹر سیف علی نے جواب دیا۔

"بہرحال ـــــ اب میرے خیال میں آپ کی ذات سے ہی کم از کم ایسٹ ونگ کے عوام کی امیدیں وابستہ ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ آپ انہیں مایوس نہیں کریں گے"۔ ـــــ عمران نے بڑے دلآویز انداز میں کہا۔

"یہ مجھے بھی علم ہے عمران صاحب"۔ ـــــ مسٹر سیف علی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اچھا ـــــ ایک بات اور آپ کی گرفتاری کے آرڈرز کی کیفیت کیا

ہیں مجھے حکومت کی کوئی چال نظر آتی ہے"۔ ـــــ عمران نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"کیسی چال"۔ ـــــ مسٹر سیف علی نے چونک کر انتہائی متعجبانہ لہجے میں کہا۔

"مودی والی چال کہہ لیجئے یا پھر تھپکی والی چال ـــــ جس کی تشبیہیں ہمارے شاعر دیتے ہیں"۔ ـــــ عمران کا ذہن سنجیدگی کی لائن سے ایک بار پھر ہٹ گیا۔

واقعی عمران کی فطرت ہی ایسی تھی کہ وہ زیادہ دیر تک سنجیدگی اختیار نہیں کر سکتا تھا۔

مسٹر سیف علی اتنی سنجیدہ گفتگو میں عمران کی یہ بات سن کر مسکرا دیئے۔

"آپ بھی کمال کرتے ہیں عمران صاحب ـــــ اچھی خاصی باتیں کرتے کرتے یکدم بہک جاتے ہیں"۔ ـــــ مسٹر سیف علی نے کہا۔

"اچھی خاصی کے لفظ سے مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی جلادی بد صورت چلی آ رہی ہو"۔ ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"عمران صاحب ـــــ آپ بیٹھے یہاں مذاق کرتے رہیں ـــــ میں تو چلا"۔ ـــــ مسٹر سیف علی نے جب دیکھا کہ عمران کی بے تکی گفتگو اب مزید طول پکڑتی ہی جائے گی تو انہوں نے نفسیاتی انداز اختیار کیا۔

"ارے بیٹھئے صاحب ـــــ وہ چال والی بات تو درمیان میں ہی رہ گئی"۔ ـــــ عمران نے مسٹر سیف علی کو بلنے پر پوری طرح آمادہ دیکھا تو سنجیدگی اختیار کر لی۔

"اچھا بتائیے" ——— مسٹر سیف علی دوبارہ بیٹھ گئے۔ ظاہر ہے اور کیا کر سکتے تھے۔

"مجھے خدشہ ہے کہ جیسے ہی آپ پبلک میں ظاہر ہوئے آپ کی نگرانی کی جائے گی اور پھر آپ کی دوبارہ گرفتاری کے آرڈر جاری کر دیئے جائیں گے" ——— عمران نے کہا۔

"وہ کیوں" ——— مسٹر سیف علی نے تعجب آمیز لہجے میں کہا۔

"اس لئے کہ جن حضرات نے صدر سے آپ کی گرفتاری کے آرڈر جاری کرائے تھے۔ وہ یوں آسانی سے آپ کا پیچھا نہیں چھوڑتے"

عمران نے مبہم سا جواب دیا۔

"مجھے تفصیل سے بتلاؤ" ——— مسٹر سیف علی نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"تفصیل کا وقت نہیں ہے سیف علی صاحب ——— بہر حال آپ محتاط رہیں اور دوسری بات یہ کہ میرا ایک آدمی ہر وقت آپ کے ساتھ رہے گا۔ وہ آج آپ سے مل لے گا۔ بس وہ میرا نام لے گا۔ آپ حتی الوسع کوشش کریں کہ اسے آپ کے ساتھ رہنے کی سہولت حاصل رہے تاکہ وہ آپ کی حفاظت اور نگرانی باقاعدہ طور پر کر سکے"

"اس کی کیا ضرورت ہے ——— میں اپنی حفاظت کرنا جانتا ہوں۔ پھر مجھے خدا پر مکمل بھروسہ ہے۔ موت اور زندگی اس کے قبضے میں ہے۔ جو رات قبر میں آنی ہے وہ باہر نہیں آ سکتی" ——— سیف علی فوراً ہی رضامند ہو گئے۔

"خیر ——— اگر تم کہتے ہو تو ٹھیک ہے"

"اب آپ بصد خوشی تشریف لے جا سکتے ہیں۔ آپ کی مہمان نوازی کا

بے حد شکریہ" ——— عمران نے کھڑے ہو کر بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"او بے ——— طنز کر رہے ہو فرزند" ——— مسٹر سیف علی نے بھی جواب میں مذاحیہ انداز میں کہا۔

"توبہ توبہ ——— قبلہ و کعبہ ——— کرو بدمینہ ——— محترم انکل صاحب کی خدمت میں میں ایسی گستاخی کر سکتا ہوں"

عمران نے باقاعدہ کان پکڑ لیے۔

اور مسٹر سیف علی مسکراتے ہوئے دروازے کی طرف چل دیئے۔

جیسے ہی باس نے مشین گن کا ٹریگر دبایا، بلیک زیرو نے درمیان میں ہی رخ پلٹ لیا۔ وہ مشین گن کی بوچھاڑ سے ہر قیمت پر بچنا چاہتا تھا۔ گو جگہ بے حد تنگ ہونے کی وجہ سے بے بس ہو کر رہ گیا۔

ٹریگر دبتے ہی گولیوں کی تڑتڑاہٹ کی بجائے ٹھس کی آواز نکلی۔ مشین گن چونکہ کافی دیر پانی میں پڑی رہی تھی۔ اس لئے میگزین گیلا ہو چکا تھا۔ چنانچہ مشین گن نہ چل سکی اور بلیک زیرو کی موت اس کے قریب سے ہو کر نکل گئی۔

بلیک زیرو رخ موڑنے کی وجہ سے سائیڈ میں گرا تھا۔

باس نے جب دیکھا کہ مشین گن نے جواب دے دیا ہے تو اس نے جھنجھلاہٹ میں گن ایک طرف پھینکی اور نیچے گرے ہوئے بلیک زیرو پر چھلانگ لگا دی۔

بلیک زیرو نے تیزی سے قلابازی کھائی اور دوبارہ الٹی قلابازی کھاتے ہی وہ نیچے گرنے والے باس پر آ پڑا۔

اور پھر گندے پانی میں وہ دونوں زخمی بھیڑیوں کی طرح لڑنے لگے۔ ان کے جسم گندگی سے لت پت ہو چکے تھے اور وہ دونوں ایک دوسرے پر بدحواسی سے برسا رہے تھے ۔۔۔۔ وہ گندے پانی میں قلابازیاں کھاتے کبھی گٹر کی ایک دیوار سے جا ٹکراتے کبھی دوسری دیوار سے۔

پھر باس کے ہاتھ امر بیل کی طرح بلیک زیرو کی گردن کے گرد جھپٹ گئے اور اس نے بلیک زیرو کی گردن پوری قوت سے دبانی چاہی۔ باس کسی چیتے کی طرح طاقتور تھا ۔۔۔۔ ایک لمحے کے لئے بلیک زیرو کی بند آنکھوں میں ستارے سے چمک اٹھے۔ گندے پانی کی وجہ سے اس نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں۔ چنانچہ دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے اپنے سر کو آگے کی طرف جھٹکا ۔۔۔۔ اور باس کی گھٹی گھٹی چیخ نکل گئی۔ بلیک زیرو کے سر کی ٹکر باس کی ناک پر پڑی تھی۔

اور پھر بلیک زیرو نے مشینی انداز میں ٹکریں مارنی شروع کر دیں۔ تقریباً پانچویں ٹکر پر باس کی گرفت یک دم ڈھیلی پڑ گئی اور وہ گندے پانی میں مردہ چھپکلی کی طرح چت ہو گیا۔

بلیک زیرو تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس دہشت ناک لڑائی میں اس کی کافی سے زیادہ انرجی ضائع ہو چکی تھی۔ اور گٹر کی زہریلی ہوا بھی اس کے اعصاب پر اثر انداز ہونی شروع ہو گئی تھی۔

چند لمحے تک لمبے لمبے سانس لینے کے بعد بلیک زیرو نیچے جھکا اور اس نے باس کی بغلوں میں ہاتھ دے کر ایک جھٹکے سے اٹھا کر اسے دوبارہ کندھے پر اٹھا لیا ۔۔۔۔ مشین گن چونکہ کہاں گر گئی تھی اس لئے اس کی تلاش فضول تھی چنانچہ وہ تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ تھوڑی دور آگے جانے کے

بعد وہ گٹر کے اس دہانے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا جو سفارت خانے کی عمارت سے باہر تھا۔

دہانے کے ساتھ لگی ہوئی سیڑھیاں چڑھتا ہوا وہ باہر نکل آیا۔ اس کے کپڑوں سے گندہ پانی نیچے ٹپک رہا تھا۔ چہرے پر پڑا نقاب گندگی سے تر ہو چکا تھا۔ باس کے جسم کی بھی یہی حالت تھی ——— بلیک زیرو نے ایک ہاتھ سے نقاب اپنے منہ سے کھینچ کر گٹر میں پھینک دیا۔ اور پھر خود تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ اب صبح ہونے والی تھی۔ سڑکوں پر صفائی کرنے والا عملہ اپنا کام شروع کر چکا تھا۔

وہ بڑی تیزی سے چلتا ہوا مختلف درختوں کی آڑ لیتا ہوا سفارت خانے کی عمارت سے دور ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اس کی حالت بے حد مشکوک تھی۔ کوئی بھی شخص اسے اس حالت میں دیکھ کر اس کے بارے میں مشکوک ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا ——— اس لئے وہ جان بوجھ کر سڑک سے ہٹ کر چل رہا تھا۔ وہ جلد از جلد کسی محفوظ مقام تک پہنچ جانا چاہتا تھا۔ سڑکوں پر لمحہ بہ لمحہ ٹریفک بڑھتی جا رہی تھی۔

اس وقت وہ ایک گلی میں سے گزر رہا تھا۔ گلی ختم ہوتے ہی وہ ایک چوراہے پر پہنچ گیا۔ اس کا خیال سڑک کراس کر کے سامنے والی گلی میں گھسنے کا تھا کہ اچانک ایک جیپ اس کے قدموں کے قریب پہنچ کر رک گئی ——— ڈرائیور نے پوری قوت سے بریک مارے تھے ورنہ بلیک زیرو یقیناً کچلا جاتا۔ بریکوں کی چیخ سے بلیک زیرو بدک کر آگے ہو گیا اور پھر جیسے ہی اس نے جیپ پر نظریں ڈالیں اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات نمایاں ہو گئے ——— جیپ سے کیپٹن فیاض بڑے غصے کے عالم میں

نیچے اتر رہا تھا۔ اس کے چہرے پر جلال تھا اور جلال کیوں نہ ہوتا۔ اس وقت وہ پولیس وردی میں تھا۔

"رک جاؤ ——— خبردار اگر آگے بڑھے تو ———" کیپٹن فیاض نے ہولسٹر سے ریوالور نکالتے ہوئے بڑے جلالی انداز میں بلیک زیرو سے کہا۔

کیپٹن فیاض کے نیچے اترتے ہی ڈرائیور نے جیپ سڑک کے درمیان سے ہٹا کر سائیڈ میں کر دی تھی ——— اور پھر جیپ سے دو اور سپاہی بھی نیچے اتر آئے۔

بلیک زیرو ایک طویل سانس لیتے ہوئے رک گیا۔ وہ اپنے ذہن میں ایک پلان بنا چکا تھا۔ بے ہوش باس کو کاندھے پر اٹھائے وہ دانش منزل تک پیدل نہیں جا سکتا تھا ——— اور پھر راستے میں ہر شخص اسے مشکوک نظروں سے دیکھتا۔ اس نے سوچا کہ کیپٹن فیاض کو عمران کا حوالہ دے کر وہ اس کی جیپ میں بڑی آسانی سے اپنی منزل تک پہنچ سکتا تھا۔ اگر وہ کسی ٹیکسی میں بیٹھنے کی کوشش بھی کرتا تو ٹیکسی والا بھی اسے یقیناً پولیس اسٹیشن ہی لے جاتا۔ اور پولیس کے ہتھے چڑھنے سے وہ کیپٹن فیاض کی جیپ کو زیادہ محفوظ سمجھ رہا تھا۔

بلیک زیرو کیپٹن فیاض کی آواز سن کر رک گیا۔ بے ہوش باس بدستور اس کے کاندھے پر تھا۔

کیپٹن فیاض ہاتھ میں ریوالور لئے اس کے قریب آیا۔ اس کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے وہ اس کی حیثیت سے بے حد مشکوک ہو۔

"کون ہو تم ——— اور یہ کسے اٹھائے جا رہے ہو؟"

کیپٹن فیاض کا لہجہ پھاڑ کھانے والا تھا۔

اور بلیک زیرو دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا کہ وہ اگر اسے بتا دے کہ وہ ایکسٹو ہے تو شاید کیپٹن فیاض مر کر بھی اس کی بات پر یقین نہیں کرے گا کیونکہ اس کی حالت چور اچکوں والی تھی اور ایکسٹو کے تصور سے ہم آہنگ نہیں تھی۔

"میں عمران کا ساتھی ہوں فیاض صاحب ــــــ اور میرے کاندھے پر ایک اہم مجرم ہے"۔ ــــــ بلیک زیرو نے بڑے پر وقار لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ ــــــ تم عمران کے ساتھی ہو۔ کیا تم سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتے ہو"۔ ــــــ کیپٹن فیاض کی آنکھوں میں پراسرار سی چمک لہرائی۔

"ہاں ــــــ میرا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے اور میں ایکسٹو کے ماتحت کام کرتا ہوں"۔ ــــــ بلیک زیرو نے تسلیم کیا۔

"یہ مجرم کون ہے ــــــ اور تم اسے کہاں سے لے کر آ رہے ہو"۔ کیپٹن فیاض کا لہجہ بدستور سخت تھا۔

ایکسٹو اور سیکرٹ سروس کے نام بھی اس کے لہجے میں کوئی فرق نہ ڈال سکے تھے۔

بلیک زیرو کو کیپٹن فیاض کے اس لہجے سے شدید حیرت ہوئی۔ وہ کیپٹن فیاض کی حیثیت کو اچھی طرح جانتا تھا کہ ایکسٹو کا نام ہی اس کا خون خشک کرنے کے لئے کافی تھا ــــــ مگر تعجب کی بات تھی کہ آج ایکسٹو اور سیکرٹ سروس کے نام نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا تھا۔

"یہاں باتیں کر کے وقت ضائع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تم مجھے اور اس مجرم کو جیپ میں ڈال کر لے چلو"۔ ــــــ بلیک زیرو نے جان بوجھ کر نرم

لہجہ اختیار کرتے ہوئے کیپٹن فیاض سے کہا۔

"تم مجھے حکم دینے والے کون ہو۔ میں تمہیں اس مشکوک حالت میں گرفتار بھی کر سکتا ہوں"۔ ــــــ کیپٹن فیاض نے انتہائی جلال کے عالم میں بلیک زیرو سے کہا۔

"اس بے ہوش آدمی کو اس کے کاندھے سے اتار دو"۔ کیپٹن فیاض نے ایک سپاہی کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

اور وہ سپاہی بلیک زیرو کی طرف بڑھا۔ بلیک زیرو نے خود ہی اس کو کاندھے سے اتار کر نیچے رکھ دیا۔

اب ان کے گرد راہ چلتے لوگوں کی بھیڑ لگنے لگی تھی۔ لوگ بڑی دلچسپی سے یہ عجیب تماشا دیکھ رہے تھے۔

"اوہ ــــــ یہ غیر ملکی ہے ــــــ شاید امریکن ہے"۔ کیپٹن فیاض باس کو دیکھ کر حیرت سے اچھل پڑا۔

"ہاں ــــــ یہ امریکن ہے"۔ ــــــ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"میں نے تمہیں کبھی عمران کے ساتھ نہیں دیکھا۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم کوئی خطرناک مجرم ہو۔ اور اس بے ہوش غیر ملکی کو دیکھ کر میرا شک یقین میں بدل گیا ہے اس لئے تم میرے ساتھ چلو ــــــ تم اپنے آپ کو حراست میں سمجھو"۔ ــــــ کیپٹن فیاض کے لہجے میں رعونت تھی۔

"میں کہہ رہا ہوں کہ وقت ضائع مت کرو اور یہاں سے چلو"۔ بلیک زیرو نے غصے میں جھنجھلا کر کہا۔

"شٹ اپ ــــــ تم مجھے حکم دینے والے کون ہوتے ہو ــــــ میں چاہوں تو تمہیں ہتھکڑیاں لگا کر پیدل ہیڈ کوارٹر لے چلوں"۔

کیپٹن فیاض کو بلیک زیرو کے لہجے پر غصہ آ گیا اور ظاہر ہے آنا تھا کیونکہ سپاہیوں کے سامنے وہ ایسی بات سننے کا بھلا کہاں روادار ہو سکتا تھا۔

"ہتھکڑیاں لگا کر دیکھو ——— میں تمہارا لحاظ کر رہا ہوں ——— اس لئے کہ تم عمران کے دوست ہو۔ اگر میں چاہوں تو تمہاری وردی یہیں سڑک پر اتروا لوں گا ——— بلیک زیرو بھی چیخے سے اکڑ گیا۔ اب تک وہ حالات کی نزاکت کی بنا پر کیپٹن فیاض کی باتیں برداشت کر رہا تھا۔

"اوہ ——— تمہاری یہ جرأت ——— فضل دین ——— جیپ سے ہتھکڑیاں اٹھا لاؤ اور اسے ہتھکڑیاں لگا کر ہیڈ کوارٹر لے آؤ۔"

کیپٹن فیاض نے ایک سپاہی سے مخاطب ہو کر انتہائی کڑک دار لہجے میں کہا اور سپاہی فضل دین اس کا حکم سنتے ہی تیزی سے جیپ کی طرف مڑا۔

بلیک زیرو نے جب کیپٹن فیاض کو ضد پر اترتے دیکھا تو اس نے اسے سیکرٹ سروس کا مخصوص بیج دکھانے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ اس نے کوٹ کا کالر الٹا کیا اور پھر اندر لگا ہوا سیکرٹ سروس کا مخصوص بیج کیپٹن فیاض کے سامنے تھا۔

عام حالات میں تو اس بیج کے دیکھتے ہی فیاض کے چھکے چھوٹ جاتے مگر اس بار بلیک زیرو کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب بیج دیکھ کر کیپٹن فیاض نے استہزائیہ انداز میں ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

"اس بیج سے مجھے مرعوب کرنے کی کوشش مت کرو۔ اب اس کی کوئی حیثیت نہیں رہی۔ صاحب صدر سیکرٹ سروس کو معطل کر چکے ہیں۔ اور سیکرٹ سروس کی گرفتاری کے آرڈر مجھے موصول ہو چکے ہیں ——— چنانچہ اب تمہاری گرفتاری لازمی ہو چکی ہے۔" ——— کیپٹن فیاض نے بڑے

طنزیہ انداز میں کہا۔

"اوہ ——— تو یہ بات ہے۔" ——— بلیک زیرو نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے سوچا۔

اب اسے سمجھ آ گئی تھی کہ کیپٹن فیاض پر سیکرٹ سروس اور ایکسٹو کے الفاظ نے کیوں اثر نہیں کیا تھا۔ اسے تو یہ بات یاد ہی نہیں رہی تھی کہ صدر مملکت سیکرٹ سروس کو معطل کر چکے ہیں ——— اور ظاہر ہے فیاض محکمہ سراغرسانی کا سپرنٹنڈنٹ تھا وہ احکامات اس کے پاس بھی ضرور پہنچ گئے۔

"بہرحال ——— اب مجھے یقین آ گیا ہے کہ تم عمران کے ساتھی ہو گے۔ اس لئے تمہارے ساتھ میں نے یہ رعایت کرنے کا فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں ہتھکڑیاں نہیں لگاؤں گا ——— چلو جیپ میں بیٹھو۔"

کیپٹن فیاض باقاعدہ فیاضی پر اتر آیا۔ انداز بادشاہانہ تھا۔ اور بلیک زیرو خاموشی سے آگے بڑھ کر جیپ میں بیٹھ گیا۔

وہ درحقیقت یہاں سے ہٹنا چاہتا تھا۔ کیونکہ کیپٹن فیاض تو اپنے اختیارات اور وردی کی نمائش کر کے عوام پر رعب ڈال کر نفسیاتی تسکین حاصل کر رہا تھا ——— مگر بلیک زیرو کو شدت سے وقت ——— کے ضیاع کا احساس ہو رہا تھا۔

اس کے جیپ میں بیٹھتے ہی سپاہی نے بے ہوش پاسو کو بھی اٹھا کر جیپ میں ڈال لیا۔ پاسو کو شدید ذہنی چوٹ لگی تھی۔ کیونکہ اس کی بے ہوشی ابھی تک نہیں ٹوٹی تھی۔

کیپٹن فیاض نے سپاہی کو ڈرائیونگ سیٹ پر بٹھایا اور خود بلیک زیرو کے قریب

بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اکڑتا ہوا ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اسے اس بات سے دلی تسکین ہو رہی تھی کہ وہ سیکرٹ سروس کے ایک ممبر کو گرفتار کر کے لے جا رہا ہے۔ سر رحمان پر اس کی کارکردگی کا خاصا اثر ہو گا۔

"ہیڈ کوارٹر چلو" ـــــــ فیاض نے سیٹ پر بیٹھتے ہی ڈرائیور سے کہا۔

اور ڈرائیور نے جیپ سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

"تم کب سے سیکرٹ سروس میں کام کر رہے ہو" کیپٹن فیاض نے بڑے بارعب لہجے میں بلیک زیرو پر جرح کرنی شروع کر دی۔

"شٹ اپ" ـــــــ بلیک زیرو نے انتہائی سخت لہجے میں جواب دیا۔

"کیا کہا ـــــــ تم مجھے شٹ اپ کہہ رہے ہو۔ تمہیں اتنی جرأت کیسے ہوئی۔ تم نہیں جانتے میں سپرنٹنڈنٹ انٹیلی جنس بیورو ہوں۔ میں چاہوں تو......" ـــــــ فیاض سخت غصے کے عالم میں اس پر چڑھ دوڑا۔

"میں جانتا ہوں تمہاری کیا اوقات ہے اور تم کس حیثیت کے حامل ہو اگر مجھے عمران کا خیال نہ ہوتا تو اب تک تمہاری لاش مردہ خانے پہنچ چکی ہوتی" ـــــــ بلیک زیرو نے جان بوجھ کر اسے چڑاتے ہوئے کہا۔

"روکو جیپ ـــــــ روکو ـــــــ میں اسے یہیں سڑک پر گولی مار دوں گا" ـــــــ سوپر فیاض کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ غصے کی شدت سے اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگ گیا تھا۔

بلیک زیرو نے دیکھا کہ جیپ اب ایک سنسان سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ کیونکہ وہ جان بوجھ کر سوپر فیاض سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا۔ سوپر فیاض کے دھاڑنے پر ڈرائیور نے بوکھلا کر جیپ روک دی۔

"نیچے اترو" ـــــــ کیپٹن فیاض اچھل کر جیپ سے نیچے اترا اور ریوالور کی نال بلیک زیرو کی طرف کرتے ہوئے اسے نیچے اترنے کا حکم دیا۔ بلیک زیرو کے قریب جو سپاہی ریوالور پکڑے بیٹھا تھا ـــــــ اس نے بلیک زیرو کو نیچے اترنے کے لئے راستہ دینا چاہا۔ مگر بلیک زیرو تو پہلے ہی پروگرام بنا چکا تھا۔

چنانچہ اس نے ظاہر تو یوں کیا جیسے وہ نیچے اتر رہا تھا۔ مگر دوسرے لمحے وہ سپاہی پر بندوق سے نکلنے والی گولی کی طرح اڑتا ہوا سوپر فیاض پر جا پڑا ـــــــ جو جیپ کا دروازہ کھولے بلیک زیرو کے نیچے اترنے کا انتظار کر رہا تھا۔

اس سپاہی کو نیچے گراتے ہی بلیک زیرو نے کھڑی ہتھیلی کا بھرپور وار جیپ چلانے والے ڈرائیور کی گردن پر کیا اور وہ بیچارہ چیخ نکالے بغیر جھٹکے سے کھلے دروازے سے باہر جا گرا ـــــــ اس کی گردن کی ہڈی یقیناً ٹوٹ چکی تھی۔

اس سے پہلے کہ سوپر فیاض اور وہ سپاہی جو اس پر جا پڑا تھا سنبھلتے بلیک زیرو چھلانگ لگا کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ چکا تھا اور دوسرے لمحے جیپ ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھی اور پھر کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح سڑک پر دوڑتی چلی گئی۔

سوپر فیاض نے پیچھے سے اس پر گولیاں برسائیں۔ مگر بھلا ریوالور کی

گولیاں پولیس جیپ کا کیا بگاڑ سکتی تھیں۔

بلیک زیرو نے بیک مرر سے سوپر فیاض اور سپاہی کو اندھا دھند جیپ کے پیچھے بھاگتے دیکھا۔ تو بے اختیار اس کے منہ سے قہقہہ نکل پڑا۔

وہ دونوں ظاہر ہے کب تک جیپ کے پیچھے بھاگتے۔

بلیک زیرو نے جیپ کی سپیڈ کچھ اور تیز کی اور پھر واپسی منزل جانے والی سڑک پر اس کا رخ موڑ دیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ سوپر فیاض بڑے وقت سے مل گیا تھا ورنہ باس کو اٹھائے وہ کہاں پیدل چلتا پھرتا۔ اور دوسرے لمحے اچانک اسے باس کا خیال آگیا جو کھلی سیٹوں کے درمیان بے ہوش پڑا تھا ——— اس گڑبڑ میں وہ اسے بھول چکا تھا۔

اس کا خیال آتے ہی اس نے تیزی سے مڑ کر پیچھے دیکھنا چاہا۔ اور اس اچانک مڑنے سے اس کی کھوپڑی بچ گئی۔

باس کو اس دوران اچانک ہوش آگیا تھا اور جس سپاہی کو بلیک زیرو نے اٹھا کر باہر سوپر فیاض پر پھینکا تھا اس کا ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر جیپ میں ہی گر گیا تھا ——— بلیک زیرو کو اس وقت اس کا خیال بھی نہ رہا۔ باس کو ہوش آتے ہی ریوالور قریب پڑا مل گیا۔ چنانچہ وہ جس لمحے اس کا دستہ بلیک زیرو کی کھوپڑی پر مارنا چاہتا تھا اسی لمحے بلیک زیرو کو بھی باس کا خیال آیا اور اس نے مڑ کر اسے دیکھنا چاہا ——— چنانچہ ریوالور کا دستہ اس کی کھوپڑی پر پڑنے کی بجائے اس کے کاندھے پر پوری قوت سے لگا ۔ اور بلیک زیرو کو یوں لگا جیسے اس کے جسم کا ایک حصہ مفلوج ہو کر رہ گیا ہو ——— باس نے اپنا وار خطا ہوتے دیکھ کر بلیک زیرو کی گردن کے

گرد اپنے بازوؤں سے حلقہ ڈال دیا۔

اب بلیک زیرو بے بس ہو گیا۔ اس نے سر کو پیچھے سے آگے جھٹکا دیا مگر گرفت بے حد مضبوط تھی۔

"جیپ روکو ——— ورنہ" ——— باس نے انتہائی خونخوار لہجے میں بلیک زیرو کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

بلیک زیرو نے سوچا کہ واقعی جیپ روک دینی چاہیے۔ چنانچہ اس نے پوری قوت سے بریک پیڈل پر دباؤ ڈال دیا۔ اور اپنے ہاتھ سٹیئرنگ سے ہٹا کر اس کا سر پوری قوت سے پکڑ لیا۔

اور پھر ایک زوردار جھٹکا لگتے ہی باس کا جسم پیچھے سے اچھلتا ہوا سامنے ونڈ سکرین اور سٹیئرنگ کے درمیان آگرا۔ بلیک زیرو اس کے نیچے دب سا گیا ——— کیونکہ جگہ خاصی کم تھی اور باس کا جسم بھی خاصا بھاری بھرکم تھا۔

ادھر جیسے ہی بلیک زیرو نے بریک پیڈل پر بریک کا دباؤ ڈالا اس کا اندازہ غلط ہو گیا اور پیر بریک پیڈل پر پڑنے کی بجائے دوبارہ ایکسیلیٹر پر جا پڑا ——— چنانچہ جیسے ہی باس کا جسم سٹیئرنگ اور ونڈ سکرین کے درمیان آیا جیپ ایکسیلیٹر پوری طرح دبنے اور سٹیئرنگ کے فری ہونے سے سڑک سے اتر کر ایک بڑے درخت کے تنے کی طرف تیزی سے لپکی۔

ایک زوردار دھماکہ ہوا اور جیپ ایک خوفناک تصادم سے قلابازیاں کھاتی ہوئی ٹوٹ پھوٹ کے ساتھ موجود گہرے کھڈوں میں گرتی چلی گئی۔ کافی دور جا کر جیپ رکی تو اس میں سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے ——— جیپ کی پیٹرول ٹنکی آگ پکڑ چکی تھی اور کسی لمحے ٹنکی ایک

خوف ناک دھماکے سے پھٹنے والی تھی۔

اچانک سٹیئرنگ کی سائیڈ والا پچکا ہوا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور پھر اس میں سے بلیک زیرو باہر آگرا۔

ایک لمحے تک وہ بے حس و حرکت زمین پر پڑا رہا۔ دوسرے لمحے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

اس نے تیزی سے اپنے جسم پر ہاتھ پھیرا جیسے اپنی ہڈیوں کی سلامتی کا یقین کر رہا ہو ——— دوسرے لمحے وہ تیزی سے بھاگتا ہوا کھڈے سے باہر نکل کر ایک چھوٹی سی جھاڑی کی آڑ میں ہو گیا کیونکہ اسے احساس ہو گیا تھا کہ پٹرول کی ٹنکی پھٹنے والی ہے۔

وہ سوچ رہا تھا کہ جب زندگی بچتی ہے تو اس طرح بچتی ہے۔

تصادم کے وقت باس کا جسم اس کے لئے ڈھال ثابت ہوا کیونکہ انجن اور اس کے درمیان باس کا جسم آگیا تھا اور سیٹ ٹوٹنے کی وجہ سے وہ پیچھے جا گرا تھا۔

اسی لمحے اوپر سڑک پر ایک ٹیکسی آکر رکی اور پھر اس میں سے سوپر فیاض اور سپاہی ہاتھ میں ریوالور لئے فٹ پاتھ کے کنارے آکھڑے ہوئے۔ نیچے گہرائی میں ان کی جیپ جل رہی تھی۔

پھر سوپر فیاض نے نیچے اترنا شروع کر دیا۔ ابھی اس نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ پٹرول ٹنکی ایک ہولناک دھماکے سے پھٹ گئی۔ اور جیپ کے ٹکڑے ہوا میں اڑنے لگے۔

سوپر فیاض اور سپاہی فوراً ہی زمین پر لیٹ گئے۔ جیپ گرد و غبار اور دھواں چھٹا تو وہ آہستہ آہستہ نیچے اترے۔

جلتی ہوئی جیپ کے ہزاروں پرزوں کے ساتھ انسانی جسم کے ٹکڑے بھی چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے۔

"منحوس کہیں کا۔ خود ہی مر گیا۔ ورنہ میں آج یقیناً اسے گولی مار دیتا" سوپر فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

وہ شاید سمجھ رہا تھا کہ یہ ٹکڑے بلیک زیرو کے ہوں گے اور بلیک زیرو جھاڑی کی اوٹ میں لیٹا ہوا اپنے مقدر پر مسکرا رہا تھا۔

"ہیلو ہیلو ——— کم آن دی لائن ——— گریٹ باس کالنگ یو۔
ہیلو ہیلو اوور۔"

میز پر رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر سے بار بار یہ فقرے دوہرائے جاتے رہے مگر کمرہ خالی ہونے کی بنا پر انہیں کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔

ابھی تین چار بار ہی یہ فقرے دوہرائے گئے تھے کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک غیر ملکی تیزی سے اندر داخل ہوا۔

اس کے چہرے پر شدید ترین پریشانی کے تاثرات تھے اور آنکھوں میں بے چینی اور اضطراب کا ایک آبشار بہہ رہا تھا۔

اس نے بڑی تیزی سے ایک بٹن دبایا اور آنے والی آواز بند ہو گئی۔

"یس ——— زیرو دن آن دی لائن گریٹ باس اوور۔"

غیر ملکی نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"کوڈ اوور ———" دوسری طرف سے کرخت لہجے میں سوال کیا گیا۔

"آپریشن سینڈ ویچ ہیڈ کوارٹر اوور ———" زیرو دن نے کوڈ دوہرایا۔

"اوکے ——— زیرو دن چیف باس کہاں ہے اوور۔"

دوسری طرف سے قدرے تشویش زدہ لہجے میں سوال کیا گیا۔

"گریٹ باس ——— مجھے افسوس ہے کہ چیف باس ہلاک کر دیئے گئے اوور ———" زیرو دن نے دل گرفتہ لہجے میں جواب دیا۔

"کیا کہہ رہے ہو تم ہوش میں تو ہو اوور۔"

دوسری طرف سے گریٹ باس کا لہجہ انتہائی خطرناک تھا۔ جیسے کوئی زخمی بھیڑیا غرا رہا ہو۔

زیرو دن کے جسم میں سردی کی ایک لہر دوڑتی چلی گئی۔

"یس باس ——— میں صحیح خبر دے رہا ہوں اوور ———" زیرو دن کے لہجے میں کپکپاہٹ تھی۔

"تفصیلی رپورٹ دو اوور۔"

"باس ——— کل رات ہیڈ کوارٹر میں چیف باس موجود تھے۔ ان کے ساتھ چار ہی آدمی تھے۔ باقی گروپس اپنے اپنے مشن پر کام کر رہے تھے۔ کہ سیکرٹ سروس کے افراد ہیڈ کوارٹر میں داخل ہو گئے ——— چیف باس نے انہیں گرفتار کر لیا۔

ان کے ساتھ ہی یہاں کا خطرناک شخص علی عمران بھی تھا اس پر باس نے جان فیلڈ برادر ایکوناٹ کا قانون استعمال کیا۔ اس فارمولے کا بھی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا اور علی عمران رات ہی کل گرفتار کر کے ہیڈ کوارٹر لایا گیا تھا ——— وہ کمرے سے نکل کر ہمارے آدمی کو قتل کر کے لیبارٹری میں سے

ایمنٹی ایکو فیلڈ کا حاصل کر لیا اور پھر سیکرٹ سروس کے ممبران پر اسے چھوڑ دیا۔ اس سے پہلے کہ انہیں دوبارہ تالا کیا جاتا ایک نقاب پوش نے آپریشن روم میں اندھا دھند گولیاں برسانی شروع کر دیں ——— وہ نقاب پوش کیسے آپریشن روم میں پہنچ گیا تھا۔ اس طرح وہ سب نکل جانے میں کامیاب ہو گئے۔ ہیڈکوارٹر چونکہ سائنسی طور پر محفوظ تھا اس لئے وہاں حفاظتی عملے کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی ——— باس بھی ان کے ساتھ ہی غائب ہو گئے۔ آج صبح ان کی لاش کے ٹکڑے ایک تباہ شدہ پولیس جیپ کے قریب پائے گئے ہیں۔ اوور۔ زیرو ون نے تفصیلی رپورٹ دی۔

"تم اس وقت کہاں تھے اور اتنی تفصیلی رپورٹ تمہیں کہاں سے ملی۔ اوور ——— گریٹ باس نے سوال کیا۔

"باس نے رات کو میری ڈیوٹی پوائنٹ نمبر سکس پر لگائی تھی۔ میں آج صبح چیف باس کو رپورٹ دینے کے لئے ہیڈکوارٹر آیا تو اس واقعے کا علم ہوا ——— نصیرالدین ہنڈرڈ شدید زخمی ہوا تھا۔ اس کے بیان سے مجھے تمام تفصیلات کا علم ہوا۔ پھر میں نے باس کی گمشدگی کی تحقیقات شروع کیں تو پتہ چلا کہ جیسن روڈ پر ایک پولیس جیپ تباہ ہو گئی ہے وہاں انسانی لاش کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے ——— باس کی مخصوص انگوٹھی سے معلوم ہوا کہ وہ باس کی لاش تھی۔ ان کا ہیرا بھی صحیح حالت میں پایا۔ اس پر موجود پیدائشی گول نشان بھی موجود تھا۔ میں ابھی ابھی وہیں سے واپس آ رہا ہوں۔ اوور ——— زیرو ون نے تفصیلات بتائیں۔

"مگر سیکرٹ سروس کو تو صدر مملکت نے معطل کر دیا تھا اور ان کی گرفتاری کے احکامات بھی جاری کر دیئے گئے تھے پھر انہوں نے کس طرح

ہیڈکوارٹر میں ریڈ کیا اور پھر چیف باس کی لاش پولیس جیپ کے قریب ملنے سے تو صاف ظاہر ہے کہ اس ریڈ میں سیکرٹ سروس کے ساتھ ساتھ کوئی اور بھی کام کر رہی ہے اوور ——— گریٹ باس نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔

"سیکرٹ سروس تو معطل کر دی گئی ہے مگر چونکہ ان کا کوئی ریکارڈ یہاں کی حکومت کے پاس نہیں ہے اس لئے ان کی گرفتاری نہیں ہو سکی۔ اور وہ پرائیویٹ طور پر کام کر رہی ہے ——— ان کا باس ایکسٹو حکومت کے احکامات کی پرواہ کئے بغیر کام کر رہا ہے اوور ——— زیرو ون نے جواب دیا۔

"اوکے زیرو ون ——— اب چیف باس کی موت کے بعد میں تمہیں ویسٹ ونگ کا چیف باس مقرر کرتا ہوں اور اب ویسٹ ونگ میں تم تمام مشن کے انچارج ہو گئے۔ تحریری آرڈر تمہیں جلد ہی موصول ہو جائیں گے اوور ——— گریٹ باس نے کہا۔

"اوکے باس ——— میں ممکن کوشش کروں گا کہ میری کارکردگی آپ کے معیار کے مطابق ہو اوور ——— زیرو ون نے جواب دیا۔

"سنو ——— اب ایسٹ ونگ میں حالات پر ہمارا مکمل کنٹرول ہے۔ جلد ہی کافرستان فوج کو ہم ویسٹ ونگ پر حملے کے احکامات دینے والے ہیں اور پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق پاکیشیا کا صدر فوجوں کو ایڈوانس کا حکم نہیں دے گا ——— اس طرح کافرستانی فوجیں ویسٹ ونگ پر بھی آسانی سے کامیابی حاصل کر لیں گی۔ مگر اس دوران تمہارا کام یہ ہو

گا کہ نمبر ایک مسٹر سعید علی کو غائب کرادو۔ تاکہ وہ حکومت شوگران سے امداد حاصل نہ کر سکے ——— نمبر دو ——— فوری طور پر اپنی قوت سیکرٹ سروس کے خلاف مرکوز کر دو۔ سیکرٹ سروس کا کوئی ممبر زندہ نہ بچے بعد ایکس ٹو نمبر تین ——— علی عمران کو ہر قیمت پر فوری طور پر گولی مار دو۔ اگر تم یہ تینوں کام سرانجام دے لو تو پھر آپریشن سینڈ وچ کے سامنے کوئی رکاوٹ باقی نہیں بچے گی اوور" ——— گریٹ باس نے چیف باس کو نئے احکامات دیتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے جناب ——— میں ایک ویک کے اندر ہی آپ کو نمایاں کامیابی کی خوشخبری سنا دوں گا اوور" ——— زیرو ون نے جواب دیا۔

"اور سنو زیرو ون ——— فوری طور پر ہیڈ کوارٹر چھوڑ دو اور یہاں سے تمام ثبوت وغیرہ ہٹا دو بلکہ ضائع کر دو اور پوائنٹ نمبر تھری کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا لو اوور" ——— گریٹ باس نے مزید احکامات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب ——— میں آدھے گھنٹے کے اندر اندر ہیڈ کوارٹر تبدیل کرلوں گا اوور" ——— زیرو ون نے جواب دیا۔

"اور روزانہ رات کو بارہ بجے مجھے اپنی کارکردگی کی رپورٹ دو۔ میں کسی قسم کا تساہل برداشت نہیں کروں گا۔ اوور اینڈ آل"

گریٹ باس نے کہا۔

اور پھر اس کی آواز آنی بند ہو گئی۔

زیرو ون نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا اور پھر اپنی نئی ذمہ داریوں کے متعلق سوچنے لگا۔

چند لمحوں کے بعد وہ تیزی سے اٹھا اور پھر اس نے کمرے کے کونے میں تپائی پر پڑے ہوئے ٹیلی فون سیٹ کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے ——— جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"یس زیرو ٹو سپیکنگ" ——— دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"میں زیرو ون بول رہا ہوں۔ گریٹ باس نے مجھے چیف باس مقرر کر دیا ہے اور اب تمہارا عہدہ زیرو ون ہو گا۔ اور سنو ——— فوری طور پر پوائنٹ نمبر تھری پر زیرو میٹنگ کال کرو۔ میں آدھے گھنٹے بعد وہاں پہنچ جاؤں گا۔ گریٹ باس نے نئے احکامات دیئے ہیں ان پر بات چیت کرنی ہے"

زیرو ون نے بارعب لہجے میں کہا۔

"او۔ کے چیف باس" ——— دوسری طرف سے زیرو ٹو نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"او۔ کے" ——— چیف باس نے کہا۔

اور پھر رسیور رکھ کر تیزی سے کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

عمران نے سیف علی کو دانش منزل سے بھیج کر دوبارہ آپریشن روم میں آبیٹھا۔ بلیک زیرو ابھی تک واپس نہیں آیا تھا اور اسے اس کے متعلق بے حد فکر تھی ـــــــ سیکرٹ سروس کے بیشتر ممبر ابھی تک آپریشن روم کے تہہ خانوں میں موجود ہسپتال پر پڑے ہوئے تھے۔ گو ڈاکٹر بے حد تندہی سے ان کے علاج میں مصروف تھا مگر پھر بھی وہ دو تین دن تک دوبارہ کام کرنے کے قابل نہیں ہو سکتے تھے ـــــــ خود عمران کی یہ حالت تھی کہ وہ بھی بس عہد کر کے اور کچھ اپنی بے پناہ خود اعتمادی کی بنا پر بستر سے اٹھ کر آپریشن روم میں آبیٹھا تھا۔ مگر اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ زیادہ اچھا کام نہیں کر سکتا ـــــــ مگر ملکی حالات لمحہ بہ لمحہ نازک سے نازک تر ہوتے چلے جا رہے تھے اور اس وقت سیکرٹ سروس کا اور خود عمران کا یوں عضو معطل ہو کر بیٹھ جانا عمران کے نزدیک انتہائی خطرناک تھا ـــــــ لے دے کے اب کیپٹن شکیل، ٹائیگر اور خود بلیک زیرو، یہ تین ایسے آدمی ایسے رہ گئے تھے جو کام کر سکتے تھے۔ ٹائیگر کو تو وہ ایک اہم ڈیوٹی پر لگا چکا تھا ـــــــ

بلیک زیرو غائب تھا۔ اب صرف کیپٹن شکیل کیا کر سکتا تھا۔ جولیا ٹرانسمیٹر روم میں مستقل ڈیوٹی دے رہی تھی۔

یہی سوچتے ہوئے اس نے میز پر پڑا ہوا ٹیلی فون سیٹ اپنی طرف کھسکایا اور پھر رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

دوسری طرف سے صدر مملکت کا پی۔ اے بول رہا تھا۔

"ایکسٹو سپیکنگ ـــــــ صدر مملکت سے بات کراؤ"

عمران نے باوقار مگر انتہائی کرخت لہجے میں پی۔ اے سے کہا۔

"بہتر جناب ـــــــ ایک سیکنڈ ہولڈ کیجئے"

دوسری طرف سے پی۔ اے کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ عمران کے لہجے نے ہی اسے بوکھلا دیا تھا۔

"ہونہہ" ـــــــ عمران نے ہنکارا بھرا۔

اور پھر صدر مملکت سے رابطے کا انتظار کرنے لگا۔

"کون بول رہا ہے" ـــــــ اس بار دوسری طرف سے صدر مملکت کی باوقار آواز سنائی دی۔ مگر لہجے میں ہلکی سی لڑکھڑاہٹ کی آمیزش تھی۔

عمران سمجھ گیا کہ صدر مملکت اس وقت بھی دختِ رز سے شغل فرما رہے تھے۔

"ایکسٹو" ـــــــ عمران نے بھی جواب میں سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اوہ ـــــــ مسٹر ایکسٹو ـــــــ آپ کہاں سے بول رہے ہیں"

صدر مملکت کے لہجے میں اشتیاق تھا۔ جیسے وہ ایکسٹو کی جائے رہائش جاننے کے بے حد متمنی ہوں۔

سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر سے ؟"
عمران نے جواب دیا۔
ویسے وہ صدرِ مملکت کے اشتیاق پر دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔
"آپ کو معلوم نہیں کہ میں نے سیکرٹ سروس کو معطل کر دیا ہے آپ کی گرفتاری کے احکامات بھی جاری کر دیئے گئے ہیں ——— آپ اپنے آپ کو فوری طور پر حکومت کے حوالے کر دیں " ——— صدرِ مملکت کے لہجے میں غصہ تھا۔
"سب کچھ معلوم ہے۔ میں نے اسی لئے آپ کو فون کیا تھا کہ ان احکامات کی وجوہات دریافت کر سکوں " ——— عمران نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔
"میں وجوہات بتانے کا پابند نہیں ہوں " ——— صدرِ مملکت کے لہجے میں بے حد تلخی تھی۔
"اور میں ان احکامات پر عمل کرنے کا پابند نہیں ہوں "
عمران نے بھی اسی لہجے میں کہا۔
"مسٹر ایکسٹو ——— تم میری توہین بھی کر رہے ہو اور ملک سے غداری بھی "
صدرِ مملکت عمران کے اس جواب پر غصے سے اکھڑ گئے۔
"آپ غصے میں اخلاق کا دامن بھی چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اب آپ تو تم پر اتر آئے ہیں۔ یہ آپ کے لئے مناسب نہیں ہے۔ ایکسٹو کبھی ملک سے غداری نہیں کر سکتا ——— یہ بات سمجھ لی جانی چاہیے اور اس لئے ملک دشمن طاقتیں آپ پر زور ڈال رہی ہیں کہ سیکرٹ سروس کو معطل کر کے گرفتار کر لیا جائے کہ وہ ان کے جرائم میں سدِراہ ثابت نہ ہو سکے۔ نگران

مظہر کلیم ایم اے ——— کا قلم ایک نئے موڑ پر

شیزوفرینیا

کہ یہ خواب کبھی شرمندۂ عمل نہ ہوگا۔ ——— عمران نے جواب دیا۔

"میں دیکھوں گا کہ تم کس طرح حکومت کی گرفت سے بچ سکتے ہو۔" صدر مملکت کے لہجے میں غصے کے ساتھ ساتھ بے بسی کی آمیزش بھی تھی۔

——— رسیور کریڈل پر پٹخنے کی آواز سنی کہ عمران نے مسکراتے ہوئے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"اسی لمحے آپریشن روم میں ایک مخصوص گھنٹی کی آواز گونج اٹھی۔ اس کا مطلب تھا کہ کوئی شخص صدر دروازے پر کال بیل بجا رہا ہے۔ عمران نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور پھر سامنے دیوار پر لگی ہوئی ایک چھوٹی سی سکرین روشن ہو گئی۔

سکرین پر نظر ڈالتے ہی عمران چونک پڑا۔ کیونکہ دروازے پر بلیک زیرو تھا۔ مگر انتہائی خستہ حالت میں ——— اس کے کپڑے جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے تھے اور جگہ جگہ سے لیٹ چکے تھے۔ جسم کے مختلف حصوں پر پٹی ہوئی خراشیں صاف نظر آ رہی تھیں۔

عمران نے پھرتی سے دوسرا بٹن دبا دیا اور پھر سکرین پر صدر دروازہ کھلتا نظر آنے لگا۔ عمران نے سکرین بٹن آف کر دیا اور بلیک زیرو کا انتظار کرنے لگا۔

چند لمحوں بعد بلیک زیرو آپریشن روم میں داخل ہوا۔

"کیا ہوا بلیک زیرو ——— کیا بیوی سے لڑائی ہو گئی ہے؟" عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں سوال کیا۔

"بیوی سے تو ——— " بلیک زیرو عمران کی سنجیدگی سے گڑبڑا گیا۔

"کسی شریف آدمی کا ایسا حشر تو صرف بیوی سے لڑائی کے بعد ہی ہو سکتا ہے اور پھر جب بیگم صاحبہ کم از کم چھ بچوں کی ماں ہو تو پھر شوہر کا یہی حشر ہو جانا کم ہے ——— " عمران نے اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب ——— ہمارے نصیب میں بھلا بیوی جیسی نعمت کہاں ہے ——— " بلیک زیرو نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"ارے ——— تو کیا تم بھی میری طرح سدا بہار کنوارے ہو۔ میں تو سمجھا تھا کہ اب تک تمہارے بچوں کی تعداد اتنی ہو گئی ہو گی کہ اس سے ایک نئی سیکرٹ سروس مرتب کی جا سکے ——— کیونکہ پرانی سیکرٹ سروس تو سب تباہی شکست و ریخت کے عمل سے گزر رہی ہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں ——— دوسرے ممبروں کا کیا حال ہے۔ کسی کی حالت خطرناک تو نہیں ——— " بلیک زیرو کو اچانک خیال آ گیا۔

"بلیک زیرو ——— کیا بتلاؤں میں تو ڈھیٹ ہڈی کا بنا ہوا ہوں۔ اس لئے بچ گیا۔ مگر صفدر، تنویر تو ہمارا ساتھ چھوڑ گئے ہیں۔ باقی جو ہیں بس تیار بیٹھے ہیں ——— " عمران نے انتہائی گلوگیر لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھیں نم آلود ہو گئی تھیں اور چہرے پر گہرے دکھ کی پرچھائیاں منڈلا رہی تھیں۔

"کیا واقعی؟" ——— بلیک زیرو کو اپنی تکلیف بھول گئی اور وہ چونک کر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ دراصل اس خبر نے شدید دھچکا پہنچایا تھا اور ساتھ ہی عمران کی بے داغ اداکاری نے اسے مزید بھر دیا تھا۔

"میں تمہارے انتظار میں بیٹھا تھا تاکہ......"

اور عمران کا لہجہ اتنا گلوگیر ہوگیا کہ وہ فقرہ بھی مکمل نہ کر سکا اور ہچکیاں شروع ہوگئیں۔ بلیک زیرو کا رہا سہا شک بھی جاتا رہا اور وہ دھم سے کرسی پر یوں گرا جیسے اس کے جسم سے روح نکل گئی ہو۔

"ارے ارے ——— کیوں کرسی توڑنے کا ارادہ ہے۔ اب تو چیف نے بھی دوسری کرسی منگوانے کا بجٹ نہیں دینا" ——— عمران نے چونک کر کہا۔

اور اس کے چہرے سے یکسر غم کی پرچھائیاں غائب ہوگئیں۔ اب وہ دھیرے سے مسکرا رہا تھا۔

"عمران صاحب ——— آپ کو کم از کم اس موقع پر مذاق نہیں کرنا چاہیے جب کہ ہمارے ممبر" ——— بلیک زیرو نے جھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

عمران کا یہ بے موقع مذاق بلیک زیرو کو بری طرح کھل گیا تھا اور پہلی بار اس نے عمران کے سامنے جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا تھا۔

"جب کہ ہمارے تمام ممبر بڑے آرام سے بستروں پر پڑے اینٹھ رہے ہیں اور اس مہنگائی کے زمانے میں مفت کی دوائیاں کھا رہے ہیں؟"

عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا مطلب ——— کیا آپ اب تک مذاق کر رہے تھے؟"

بلیک زیرو دوبارہ چونک پڑا۔

"میں تو تمہارے ذہنی بوجھ کو ختم کرنا چاہتا تھا تاکہ تم آئندہ حالات کے لیے تیار ہو سکو۔ اب اس ناقابل برداشت صدمے کے بعد امید کی کرن نے تمہیں باقی دکھ چند نہیں کر دیا" ——— عمران نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— یہ تو ٹھیک ہے ——— میں جب آیا تھا تو میرے ذہن پر منوں بوجھ تھا۔ مگر اب واقعی میں اپنے آپ کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا ہوں" ——— بلیک زیرو نے بھی جواب میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"بوجھ تھا ——— مگر مجھے تو تمہارے سر پر کوئی بوجھ نظر نہیں آیا تھا۔ کیا بوجھ کے اوپر سلیمانی ٹوپی رکھی ہوئی تھی" ——— عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

اور جواب میں بلیک زیرو صرف مسکرا دیا۔

"اچھا بس ——— اب مسکرانے کی اداکاری ختم کرو اور ڈریسنگ روم میں جا کر اپنا حلیہ تبدیل کرو۔ کئی بڑے اہم کام ادھورے پڑے ہیں"

عمران یکدم سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔

"اہم کام؟" ——— بلیک زیرو نے کرسی سے اٹھتے ہوئے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں ——— شہر سے دو چار مکھیاں پکڑ کر گل قند بنانی ہے تاکہ......"

عمران نے اہم کام کی تشریح شروع کر دی۔

مگر بلیک زیرو تیزی سے ڈریسنگ روم میں گھستا چلا گیا کیونکہ اسے

معلوم تھا کہ اب عمران کی زبان میر تقی کی قینچی کی طرح چل پڑتی ہے۔

اس کے ڈرائینگ روم میں جاتے ہی عمران خاموش ہو گیا اور پھر اس نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"کیا بکواس ہے ——— تم لوگوں کو چین نہیں آتا۔ ہر وقت شریف آدمیوں کو تنگ کرتے رہتے ہو" ——— دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

"مسٹر سلیمان اعظم ——— کس چین کی بات کر رہے ہو۔ آج کل تو ہر ایک کے چین ڈھیلے ہو رہے ہیں اور پھر ہمارے کارخانے جو چین بنا رہے ہیں اس میں پتہ نہیں کون سی دھات استعمال کرتے ہیں کہ اگر کبھی بھی پیڈل پر پیر رکھئے تو ایک کڑاکے سے چین ٹوٹ جاتا ہے"

عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"ارے ارے صاحب ——— آپ نے تو اچھی خاصی تقریر کر ڈالی میں سائیکل والے چین کی بات نہیں کر رہا تھا۔ بلکہ......"

سلیمان نے عمران کی آواز پہچانتے ہی معذرت آمیز لہجے میں کہا۔

"تو پھر گھڑی کے چین کی بات کر رہے ہو گے یوں سمجھو......"

عمران نے اب شروع ہوتا تھا کہ سلیمان نے اس کا فقرہ کاٹ لیا۔

"ارے نہیں صاحب ——— سکھ چین والی بات تھی۔ لوگوں نے آپ کا پوچھ پوچھ کر میرے ناک میں دم کر رکھا ہے" ——— سلیمان نے جواب دیا۔

"تو اچھا ہے ——— ایک چھینک مارو اور دم ناک سے باہر نکل جاتا

بھی بلکہ بقول تمہارے چین ہی چین"

"ٹھیک ہے صاحب ——— پھر آپ آ کر باورچی خانہ سنبھالیں۔ میں چھینک مارنے کی کوشش کرتا ہوں" ——— سلیمان نے جواب دیا۔

"ارے باپ رے ... ——— باورچی خانہ ——— بھائی میرے بس کا روگ نہیں ہے۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ تم ہو سکے تو الٹی چھینک مار دو تاکہ تمہارا دم حلق سے نیچے اتر جائے اور اس طرح میرا باورچی خانہ آباد رہ جائے" ——— عمران نے التجائیہ لہجے میں کہا۔

اس دوران بلیک زیرو بھی لباس وغیرہ بدل کر واپس آ بیٹھا تھا اور عمران اور سلیمان کی نوک جھونک سے محظوظ ہو رہا تھا۔

"اچھا صاحب ——— آپ نے کیا کہنا ہے ——— جلدی کہیے میں مرغا پکا رہا ہوں کہیں وہ جل نہ جائے" ——— سلیمان نے جان چھڑانے کے انداز میں کہا۔

"مرغا پکا رہے ہو ——— اچھا تو یہ بات ہے ——— جب میں فلیٹ پر ہوتا ہوں تو تم مونگ کی دال کے سوا کچھ پکاتے نہیں کہ صاحب مہنگائی ہے۔ اس زمانے میں دال ہی بڑی مل رہی ہے اور جب میں نہ ہوں تو مرغے پکاتے ہو ——— اسی لئے دن بدن تمہارے جسم پر چربی چڑھتی جا رہی ہے" ——— عمران نے انتہائی ناراضگی کے عالم میں جواب دیا۔

"صاحب کیا کروں ——— وہ ہمارے ساتھ تیسرے فلیٹ میں جو بیگم صاحبہ ہیں ناں ——— وہ بس مجھے نہیں چھوڑتی۔ کہتی ہے بیچارے سلیمان تمہارے ہاتھ کا مرغا بڑا مزے دار ہوتا ہے۔ لہذا صاحب مجبوری ہے"

سلیمان نے معذرت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"اچھا ۔۔۔۔۔ پھر میں آرہا ہوں مرغا کھلانے"

عمران نے کہا۔

"ارے نہیں صاحب ۔۔۔۔۔۔ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ چنگیں نکالا ہوں۔ کھلانے ہوں تو حضرو رآجائیں"۔ ۔۔۔۔۔ سلیمان کے لہجے میں گھبراہٹ تھی۔

"لاحول ولا قوۃ ۔۔۔۔ کس کا نام لے دیا۔ چلو کھاؤ، میری عیش کرو"۔

عمران نے بڑے فیاضانہ لہجے میں جواب دیا۔

"بڑی مہربانی صاحب ۔۔۔۔۔ ویسے کتے کے طور پر کچھ ہڈیاں رکھوں گا"؟ ۔۔۔۔۔ سلیمان نے جواب دیا۔

"کیا مطلب ۔۔۔۔۔ ہڈیاں چنگیں کریں"۔ ۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ وہ سلیمان کی رگ رگ سے واقف تھا۔

"اوہو ۔۔۔۔۔ مالی زبان ہی پھسل جاتی ہے۔ آپ یوں سمجھ لیں صاحب کہ آپ نے میرا پچھلا فقرہ سنا ہی نہیں"۔ ۔۔۔۔۔ سلیمان نے یقیناً دوسری طرف اپنے گال پیٹ لئے ہوں گے۔

"نہیں سلیمان ۔۔۔۔۔ اب تمہیں سزا دینا ضروری ہو گیا ہے۔ تیار رہو جلد ہی تمہیں فون کروں گا"۔ ۔۔۔۔۔ عمران نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

"آپ بڑے اچھے موڈ میں ہیں عمران صاحب"؟

بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خاک اچھے موڈ میں ہوں۔ کافی عرصے سے زبان پر کھجلی ہو رہی تھی۔ مگر کھجلانے کی فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ آج ذرا موقع ملا ہے تو سوچا ایک آدھ

بار کھجلا لوں پھر شاید فرصت ملے یا نہ ملے۔ پھر کھجلی تو چین رہنے گا"۔

عمران نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

اور بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

"سنو بلیک زیرو ۔۔۔۔۔ حالات بے حد خراب ہو گئے ہیں۔ اب جاما بھی ایک محفوظ جگہ ہے۔ ہمیں بے حد کام کرنا ہے اور ادھر سیکرٹ سروس بھی ہوئی پڑی ہے"۔ ۔۔۔۔۔ عمران یک دم سنجیدہ ہو گیا۔

اس کا چہرہ کسی چٹان کی طرح سپاٹ نظر آرہا تھا۔

"آپ نے ٹھیک سوچا ہے۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا"۔

بلیک زیرو نے عمران کو سنجیدہ دیکھ کر مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اس کا ایک حل میں نے سوچا ہے کہ جب تک سروس کے ممبر ٹھیک نہ ہوں ہم سلیمان اور جوزف سے کام لینے کی کوشش کریں"۔

عمران نے جواب دیا۔

"ویری گڈ ۔۔۔۔۔ واقعی مجھے ان کا تو خیال بھی نہیں آیا تھا۔ مگر کیا سلیمان ان نازک حالات میں کام کر لے گا"؟ ۔۔۔۔۔ بلیک زیرو کو سلیمان کی طرف سے تشویش تھی۔

"تم فکر نہ کرو سلیمان ۔۔۔۔۔ میرے ساتھ رہتے رہتے خاصا ہوشیار ہو گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ اپنا کام بڑی اچھی طرح سرانجام دے گا"۔

عمران نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔

اس سے پہلے کہ بلیک زیرو کوئی جواب دیتا اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ عمران نے رسیور اٹھالیا۔

"ایکسٹو ۔۔۔۔۔" عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"کیپٹن شکیل بول رہا ہوں جناب ۔۔۔ میں نے ہوٹل شیب روز میں کمرہ لیا ہے ۔ ابھی ابھی نزدیکی کمرے میں موجود آدمیوں کی گفتگو سننے کا موقع ملا ہے ۔" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"تمہید مت باندھو کیپٹن ۔"

عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"سوری سر ۔۔۔ یہ دو غیر ملکی تھے ۔ ان کی گفتگو کے دوران سیکرٹ سروس کا ذکر آ گیا تھا اس لئے میں چوکنا ہو گیا ۔ ان کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ وہ آج رات دانش منزل پر ریڈ کریں گے ۔" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"کیا کہا ۔۔۔ دانش منزل پر ۔" ۔۔۔ عمران نے چونک کر پوچھا۔

یہ ایک قطعی نیا انکشاف تھا۔

"جی ہاں ۔۔۔ ان کا پروگرام تو یہی ہے ۔" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"مگر انہیں دانش منزل کا سراغ کیسے ملا ۔" ۔۔۔ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"سر ۔۔۔ جہاں تک میرا خیال ہے صدر مملکت نے ان کی رہنمائی کی ہو گی ۔" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"صدر مملکت کو دانش منزل کے متعلق کیسے علم ہو سکتا ہے ۔"

عمران نے پرخیال لہجے میں کہا۔

"سر ۔۔۔ میں صدر مملکت کا پی ۔ اے بنا تھا تو [illegible] نے مجھے بک کر صدر کے سامنے پیش کیا تھا ۔ صدر نے اس وقت مجھ سے سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر کے متعلق سوال کیا تھا ۔ مجھے چونکہ علم نہیں تھا کہ آیا صدر مملکت جانتے ہیں یا نہیں ۔ میں نے انہیں دانش منزل کا نام بتا دیا تھا ۔"

کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"مگر صرف نام بتا دینے سے تو عمارت کا محل وقوع معلوم نہیں ہو سکتا ۔"

عمران نے جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے کسی ذریعے سے انہوں نے معلوم کر لیا ہو ۔"

کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہونہہ ۔۔۔" ۔۔۔ عمران چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"اب وہ آدمی کہاں ہیں ؟"

"سر ۔۔۔ ابھی تک کمرے میں موجود ہیں ۔"

کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ اگر وہ باہر جائیں تو ان کا تعاقب کرو ۔ عمران کے ملازم سلیمان کو بھیج دوں گا ۔ دوسرے آدمی کی نگرانی وہ کرے گا ۔"

عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"عمران کا ملازم سلیمان ۔" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے حیرت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"ہاں ۔۔۔ سیکرٹ سروس کے ممبران زخمی ہیں اس لئے سلیمان کو استعمال کریں گے ویسے مجھے امید ہے کہ وہ اپنا کام بخوبی سرانجام دے گا ۔"

عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جناب ۔۔۔ آپ سلیمان کو فوراً کمرہ نمبر [illegible] میں بھیج دیں ۔ ان میں سے وہ غیر ملکی دکھا دوں گا جس کی اس نے نگرانی کرنی ہے ۔"

کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"او کے تھینکس" ——— عمران نے کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

"بلیک زیرو ——— تمام ممبران کو فوری طور پر زیرو بلاک میں بھجوا دو اور دانش منزل کی خودکار حفاظت کا انتظام فوری طور پر آن کر دو۔ آج دانش منزل کو مجرموں کا قبرستان بننا چاہیے" ——— عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔

"بہتر جناب" ——— بلیک زیرو نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

اور عمران نے رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ رابطہ ملتے ہی عمران نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"سلیمان ——— میں عمران بول رہا ہوں۔ فوراً لباس تبدیل کرو ہوٹل شب رنگ کے کمرہ نمبر چوبیس میں کیپٹن شکیل تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ وہاں ایک غیر ملکی کی تم نے نگرانی کرنی ہے" ——— عمران نے اسے احکامات دینے شروع کر دیئے۔

"نگرانی کرنی ہے ——— کیا مطلب صاحب" ——— سلیمان واقعی عمران کے اس حکم کو سمجھ نہیں سکا تھا۔

"ہاں اب میں تمہیں باورچی سے جاسوس بنانا چاہتا ہوں۔ اتنا عرصہ ہو گیا ہے اور تم باورچی کے باورچی رہے" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"صاحب ——— آپ مجھ پر کرم کریں اور مجھے باورچی ہی رہنے دیں۔ کم از کم اپنی مرضی کا کھانا تو کھا لیتا ہوں۔ جاسوس بن کر تو بھوکا مرنا پڑے گا۔" سلیمان نے جان چھڑاتے ہوئے کہا۔

"سلیمان ——— جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو اور سنو ——— میں اس کام میں کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کروں گا" ——— عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"جی ——— بہتر جناب" ——— سلیمان عمران کی سنجیدگی سے خوف زدہ ہو گیا۔

کیوں کہ عمران کے ساتھ ساتھ رہتے ہوئے اس کے موڈ کا اچھی طرح علم تھا اور عمران نے رسیور رکھ دیا۔

جولیا نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر دوسرے لمحے اس نے تیزی سے پڑے ہوئے پیڈ کو تیزی سے اپنی طرف کھسکایا اور اس پر لکھنا شروع کر دیا ۔۔۔ اس کے سر پر ہیڈ فون چڑھا ہوا تھا اور ٹرانسمیٹر پر نشر ہونے والی آوازیں وہ بخوبی سن رہی تھی ۔ تقریباً آدھے گھنٹے کی گفتگو کے بعد کال ختم ہو گئی اور جولیا نے ایک طویل سانس لیا ۔۔۔ اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا اور آنکھوں سے بے پناہ پریشانی ہویدا تھی ۔

اس نے تیزی سے ہیڈ فون کانوں سے اتارا اور پھر ٹیلی فون اپنی طرف گھسیٹ کر اس کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے وہ جلد از جلد یہ اہم ترین پیغام ایکسٹو تک پہنچانا چاہتی تھی ۔۔۔ لیکن کافی دیر تک کوشش کرنے کے باوجود ایکسٹو سے رابطہ قائم نہ ہو سکا ، اس نے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا ۔

اور پھر کرسی سے اٹھ کر بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگی پیغام اتنا اہم تھا کہ وہ ہر قیمت پر جلد از جلد اسے ایکسٹو تک پہنچانا چاہتی تھی ۔ مگر ایکسٹو

سے رابطہ قائم نہیں ہو رہا تھا ۔ پیغام کی نوعیت اس قدر اہم تھی کہ اس کے ذہن میں زلزلے سے آ رہے تھے دل بڑی طرح دھڑک رہا تھا جیسے ابھی سینے کی دیواریں توڑ کر باہر نکل آئے گا ۔

اس نے اچانک کسی خیال سے قریب پڑی ہوئی گھڑی دیکھی اور پھر اس کی آنکھوں میں ایک فیصلہ کن چمک ابھر آئی اس نے تیزی سے لکھے ہوئے کاغذات اٹھا کر کوٹ کی جیب میں رکھے اور پھر کمرے سے باہر آئی ۔۔۔ کمرہ کو لاک کر کے وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی عمارت سے باہر نکل آئی ۔

رات کے دس بجے تھے ۔ عام حالات میں تو دس بجے دارالحکومت میں چہل پہل اپنے عروج پر ہوتی تھی ۔۔۔ مگر آج کل چونکہ حالات نازک تھے اور کسی بھی لمحے کافرستان سے جنگ چھڑنے کا خطرہ تھا اس لئے رات کو مکمل بلیک آؤٹ کیا جاتا تھا ۔ اس لئے رات کسی بیوہ کی مانگ کی طرح سنسان اور ویران ہو کر رہ گئی تھی ۔

عمارت سے باہر نکل کر جولیا تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی قریبی ٹیکسی سٹینڈ کی طرف بڑھی ۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ خود دانش منزل جا کر یہ پیغام ایکسٹو کو پہنچا دے گی ۔۔۔ وہ یہ پیغام ٹیلی فون پر ٹیپ بھی کرا سکتی تھی مگر پیغام اتنا اہم تھا کہ وہ اسے ٹیپ کرانے کی نسبت براہ راست پہنچانا زیادہ مناسب خیال کر رہی تھی ۔

ٹیکسی سٹینڈ پر اس وقت صرف دو ہی ٹیکسیاں موجود تھیں ۔ ان کے ڈرائیوروں پر سوتے کا غنودگی کی شدت چڑھی ہوئی تھی ۔

" ہیروڈ مارکیٹ جانا ہے " ۔۔۔ اس نے ڈرائیور سے مخاطب

ہو کر کہا۔

"مادام میرو نا گیٹ تو اس وقت بالکل بند ہو چکی ہو گی۔"
ٹیکسی ڈرائیور نے بڑے مشکوک لہجے میں جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس نے جولیا کو بحیثیت غیر ملکی کے پہچان چکا تھا۔ اور ان حالات میں عام آدمی ہر غیر ملکی کو مشکوک سمجھتا تھا۔

"تمہیں اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہئے۔" ——— جولیا نے اسے تقریباً ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— بیٹھئے۔" ——— ڈرائیور نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔ جیسے وہ دل ہی دل میں کوئی فیصلہ کر چکا ہو۔

جولیا نے پچھلا دروازہ کھولا اور پھر سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ پورا شہر تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اور سڑکیں سنسان تھیں۔ اکا دکا گاڑیاں گزر رہی تھیں۔

جولیا خاموش بیٹھی ارد گرد کی عمارتوں پر نظریں دوڑا رہی تھی کہ اچانک وہ چونک پڑی۔ گاڑی اصل راستے سے ہٹ کر ایک اور سڑک پر مڑ گئی تھی۔

"ارے ——— ادھر کیوں جا رہے ہو ——— سیدھے چلو۔"
جولیا نے کرخت لہجے میں ڈرائیور سے کہا۔

"ادھر روڈ بند ہے میم صاحب ——— مڑ کر ہی گزرنا ہے۔"
ڈرائیور نے نرم لہجے میں جواب دیا اور جولیا خاموش ہو گئی۔ کیونکہ وجہ معقول تھی۔

مگر چند لمحوں بعد وہ دوبارہ چونک پڑی۔ کیونکہ ٹیکسی ایک تھانہ کے گیٹ میں گھس چکی تھی۔

"یہ کہاں سے آئے ہو؟" ——— جولیا کو ڈرائیور کی اس حرکت پر بے پناہ غصہ آیا تھا۔

"پہلے آپ تھانے میں اپنی شخصیت کا اطمینان کرا لیجئے پھر میں آپ کو میرو نا گیٹ لے جاؤں گا۔" ——— ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"میں تمہیں کرایہ نہیں دوں گی ——— تم میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔"
جولیا کو بے پناہ غصہ آ گیا۔

"مجھے کرایہ سے زیادہ اپنا ملک عزیز ہے محترمہ۔"
ڈرائیور نے کہا اور پھر دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ اور دوسرے لمحے جولیا ایک آدمی کی جب الوطنی پر مسکرا اٹھی۔ وہ سپاہی ٹیکسی کو رکتے دیکھ کر ان کے قریب آ گئے تھے۔

جولیا خاموشی سے اتری اور پھر تھانے کے انچارج کے پاس چلی گئی۔ ڈرائیور پہلے ہی وہاں پہنچا ہوا تھا اور انچارج کو حقیقت بتا رہا تھا۔

"میرا وقت بہت قیمتی ہے انچارج صاحب ——— یہ ڈرائیور میرے متعلق مشکوک ہے۔ آپ نے جو تسلی کرنی ہے جلدی سے کر لیجئے۔"
جولیا نے بڑے خشک لہجے میں انچارج سے کہا۔

"آپ اپنا پاسپورٹ دکھا دیجئے۔" ——— انچارج نے بھی جواب میں خشک لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"پاسپورٹ؟" ——— جولیا نے حیرت سے کہا اور پھر مسکرا پڑی۔

"آپ غلط سمجھے مسٹر ——— میں غیر ملکی نہیں ہوں بلکہ اس ملک کی شہریت کے حقوق مجھے حاصل ہیں۔" ——— جولیا نے اس کی غلط فہمی دور

کرتے ہوئے جواب دیا۔

"اس کا ثبوت ـــــ" انچارج کا لہجہ یکسر خشک ہو گیا۔ خود انچارج کا بار ارف کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس کے دل میں مسرت کے طوفان اٹھ رہے تھے کہ اس نے یوں اچانک ایک غیر ملکی جاسوس گرفتار کرا دیا ہے۔

اور جولیا سوچ رہی تھی کہ وہ انچارج کی تسلی کس طرح کرائے۔ سیکرٹ سروس کا بیج اسے دکھانا نہیں چاہتی تھی ـــــ کیونکہ ایکسٹو کا حکم تھا کہ پولیس کی نظروں سے حتی الامکان بچ کر رہا جائے۔ آخر اسکے دماغ میں سوپر فیاض کا خیال آیا اور وہ مسکرا دی۔

"آپ انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ مسٹر فیاض کو جانتے ہیں؟"

جولیا نے جو اب کرسی پر بیٹھ چکی تھی، انچارج سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی ہاں ـــــ اچھی طرح جانتے ہیں" ـــــ انچارج نے قدرے نرم پڑتے ہوئے کہا۔

"آپ ان سے فون ملائیں ـــــ میں ان سے بات کرتی ہوں۔ آپ کی تسلی کرا دیں گے" ـــــ جولیا نے جواب دیا۔

"آپ کا ان سے کیا تعلق ہے" ـــــ انچارج شاید دانستہ فیاض کو فون کرنے سے ہچکچا رہا تھا کیونکہ وہ فیاض کی سخت طبیعت سے واقف تھا۔

"اس سے آپ کا کوئی مطلب نہیں ـــــ اور سنیئے ـــــ جو کچھ کرنا ہے جلدی کیجئے۔ میرا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے" ـــــ جولیا نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔ کیونکہ اسے جیب میں پڑے ہوئے اہم کاغذات کا خیال آ گیا تھا۔

انچارج چند لمحے خاموش بیٹھا کچھ سوچتا رہا پھر اس نے کندھے اچکاتے اور ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"میں ایس۔ ایچ۔ او تھانہ ندرون بول رہا ہوں جناب" ایس۔ ایچ۔ او نے اپنا تعارف کرایا۔

"اس وقت فون کرنے کی وجہ" ـــــ سوپر فیاض نے تقریباً چیختے ہوئے کہا۔

"جناب ایک ٹیکسی ڈرائیور ایک غیر ملکی خاتون کو مشکوک حالت میں تھانے لے آیا ہے۔ وہ آپ کا حوالہ دے رہی ہیں۔ میں نے سوچا آپ سے تصدیق کر لوں" ـــــ ایس۔ ایچ۔ او نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"کیا نام ہے" ـــــ سوپر فیاض نے غیر ملکی خاتون کا فقرہ سن کر قدرے نرم لہجے میں سوال کیا۔

"آپ خود ہی بات کر لیں جناب... ـــــ انہوں نے نام نہیں بتلایا" ایس۔ ایچ۔ او نے بغور جولیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بات کراؤ" ـــــ دوسری طرف سے سوپر فیاض نے آفیسرانہ لہجے میں کہا اور ایس۔ ایچ۔ او نے رسیور جولیا کی طرف بڑھا دیا۔

"ہیلو ـــــ سپرنٹنڈنٹ فیاض ـــــ میں جولیانا بول رہی ہوں" جولیا نے رسیور لیتے ہوئے کہا۔

"جولیا" ـــــ سپرنٹنڈنٹ فیاض یقیناً اچھل پڑا ہوگا کیونکہ اس کے لہجے میں شدید حیرت تھی۔

"جی ہاں ——— آپ ایس۔ ایچ۔ او کی تسلی کرا دیں۔ میں انتہائی ضروری کام سے جا رہی ہوں" ——— جولیا نے انتہائی میٹھے لہجے میں جواب دیا کیونکہ وہ سوپر فیاض کی کمزوریوں کو خوب اچھی طرح جانتی تھی۔

"عمران کہاں ہے مس جولیا" ——— سوپر فیاض نے ایک نیا سوال کیا۔

"مجھے نہیں معلوم" ——— جولیا نے جواب دیا۔

"اوہ۔ کے ——— آپ وہیں ٹھہریں ——— میں خود آرہا ہوں" سوپر فیاض کے لہجے میں اشتیاق کی جھلک نمایاں تھی۔

"مگر آپ ان کی تسلی کروا دیں ——— مجھے جانا ہے ——— یقین کریں میرا کام انتہائی اہم ہے" ——— جولیا اس کے نہ دینے پر حیران رہ گئی۔

"میں نے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ آپ وہیں ٹھہریں میں پانچ منٹ میں پہنچ جاؤں گا۔ آپ ٹیلی فون ایس۔ ایچ۔ او کو دیں" سوپر فیاض نے جواب دیا۔

اور جولیا نے برا سا منہ بناتے ہوئے رسیور ایس۔ ایچ۔ او کو پکڑا دیا جس کا چہرہ جولیا کو سوپر فیاض سے یوں بے تکلفانہ باتیں کرتے دیکھ کر لٹک چکا تھا ——— اور ڈرائیور بھی بیچارہ اب منہ لٹکائے کھڑا تھا کیونکہ جاسوس والا اس کا ذہنی محل اب ریت کی دیوار ثابت ہونے والا تھا۔

"ایس۔ ایچ۔ او صاحب ——— محترمہ کو وہیں روکئے ——— میں خود پہنچ رہا ہوں" ——— سوپر فیاض نے ایس۔ ایچ۔ او کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب" ——— ایس۔ ایچ۔ او نے جواب دیا۔ اور پھر رسیور رکھ دیا۔

"کیا مجھے ٹیلی فون کرنے کی اجازت ہے" ——— جولیا نے اچانک سے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"نہیں محترمہ ——— سوپر صاحب کی مرضی کے بغیر میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا" ——— ایس۔ ایچ۔ او نے جواب دیا۔

اور جولیا خاموش ہو گئی۔ وہ سوپر فیاض کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ وہ کیوں اس سے خود ملنا چاہتا ہے۔ تقریباً پانچ منٹ ہی گزرے تھے کہ ایک جیپ تھانے کے گیٹ میں داخل ہوئی اور پھر سوپر فیاض پوری وردی میں ملبوس نیچے اتر آیا۔ اس کے ساتھ دو انسپکٹر بھی تھے۔

ایس۔ ایچ۔ او اس کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر اس نے زوردار سلیوٹ مارا۔ سوپر فیاض نے جواب میں بڑے نخوت آمیز انداز میں سر ہلایا اور تیر کی طرح سیدھا جولیا کی طرف بڑھتا چلا آیا۔

"آپ لوگ ہمیں اکیلا چھوڑ دیں۔ میں نے ان سے ضروری بات کرنی ہے" سوپر فیاض نے ایک کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے کہا اور ایس۔ ایچ۔ او ڈرائیور کو لے کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

جولیا اس تمام کارروائی کو بڑی حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

"مس جولیا ——— مجھے عمران کا پتہ چاہیئے اور فوراً" سوپر فیاض نے بڑے رازدارانہ لہجے میں جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"وہ اپنے فلیٹ میں ہوگا" جولیا نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"نہیں ——— وہ اپنے فلیٹ میں نہیں ہے۔ اگر وہ وہاں ہوتا تو میں اب تک اسے گرفتار کر چکا ہوتا" ——— سوپر فیاض نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"گرفتار ——— وہ کیوں؟" ——— جولیا اس کے فقرے سے چونک پڑی۔

"ہا ——— ہا ——— ہا" ——— سوپر فیاض نے ایک فاتحانہ قہقہہ لگایا اور بولا۔

"عمران کی گرفتاری کے آرڈرز جاری ہو چکے ہیں اس لئے کہ وہ سیکرٹ سروس کی مدد کرتا ہے اور اس سے سیکرٹ سروس کے دیگر ممبران کے پتے بھی حاصل ہو سکتے ہیں"

"کیا مطلب ——— کیا تم سیکرٹ سروس کے ممبران کو گرفتار کرو گے" ——— جولیا نے انتہائی حیرت سے سوال کیا۔ اس کے لئے یہ قطعی نئی بات تھی۔ کافی عرصے سے وہ ٹرانسمیٹر والے کمرے میں مقید ہو کر رہ گئی تھی اور اسے علم نہیں تھا کہ صدر مملکت نے سیکرٹ سروس کو معطل کر دیا ہے۔ اور ان کی گرفتاری کے احکامات جاری کر دیئے ہیں۔

"مس جولیا ——— آپ اتنی بھولی نہ بنیں ——— آپ کو علم ہے کہ سیکرٹ سروس کو معطل کیا جا چکا ہے اور ان کی گرفتاری کے احکامات جاری کر دیئے گئے ہیں ——— عمران چونکہ سیکرٹ سروس کی امداد کرتا ہے اس لئے اس کی گرفتاری کے آرڈرز بھی جاری ہو چکے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ اسی لئے آپ نے ایس ایچ او کو سیکرٹ سروس کا ہیڈ کوارٹر دکھانے کی بجائے میرا سہارا لیا ——— مگر میں اپنے فرائض سے مجبور ہوں۔ میں فرض کے راستے

میں رشتے کو حائل نہیں ہونے دیتا۔ میں آپ کو گرفتار کرنے آیا ہوں"
سوپر فیاض نے فاتحانہ لہجے میں تفصیل بتلائی۔

"مگر میرا سیکرٹ سروس سے کیا تعلق ہے" ——— جولیا نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"میں جانتا ہوں کہ آپ سیکرٹ سروس سے متعلق ہیں اس لئے عذر خواہی کی ضرورت نہیں اور پھر آپ کی گرفتاری ہمارے لئے یوں اہم ہے کہ آپ کی وجہ سے عمران بھی ہماری گرفت میں آ جائے گا ——— اور آپ سے ہم دیگر ممبروں کے پتے بھی حاصل کر سکیں گے" ——— کیپٹن فیاض بڑا اکڑا ہوا۔

جولیا اب تمام قصہ سمجھ گئی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اسے ہر قیمت پر یہاں سے فرار حاصل کرنا ہے کیونکہ ایک تو وہ ان کے ہتھے چڑھ کر ایکسٹو کا نقاب اپنے سر نہیں لینا چاہتی تھی ——— اور پھر اس کی جیب میں موجود کاغذات اتنے اہم تھے کہ وہ کسی بھی قیمت پر انہیں سوپر فیاض کے پاس نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ وہ بھی اٹھ کر کھڑی ہو گئی ——— اس وقت اسے افسوس ہوا کہ وہ ریوالور ساتھ کیوں نہیں لے آئی۔ وہ جلدی میں ریوالور ٹرانسمیٹر کی دراز میں بھول آئی تھی۔

سوپر فیاض نے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا اور پھر اس نے انسپکٹر کو بولنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اچانک جولیا نے اس کے ریوالور پر جھپٹا مارا اور کیپٹن فیاض کا ریوالور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں تھا ——— اور کیپٹن فیاض یوں آنکھیں پھاڑے جولیا کو دیکھ رہا تھا جیسے اسے جولیا کی اس پھرتی اور جرات پر شدید حیرت ہو رہی ہو۔ اس کے تصور میں بھی نہیں آتا

کہ ایک عورت اس پھرتی اور جرأت سے کام لے سکتی ہے۔ وہ شاید اپنی فتح کے نشے میں اس قدر سرشار ہو گیا تھا کہ وہ یہ بھول گیا کہ جولیا عمران کی ساتھی ہونے کے علاوہ سیکرٹ سروس کی ممبر بھی تھی۔

"اب اپنے ہاتھ اوپر کر لو سپرنٹنڈنٹ صاحب" ۔۔۔ جولیا نے سرخت لہجے میں سوپر فیاض کو حکم دیا۔

سوپر فیاض کی آنکھوں میں غصے کی جھلکیاں نمایاں ہونے لگیں۔ اسے شاید اپنی غفلت پہ غصہ آ رہا تھا اور پھر یہ اس کی بے پناہ توہین تھی کہ وہ کھلنے میں اس طرح عورت کے ریوالور کی زد پہ ہاتھ اٹھائے باہر نکلے۔

"تم یہ ریوالور مجھے دے دو ۔۔۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں گرفتار نہیں کروں گا۔ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ بھلا عمران کی ساتھی کو گرفتار کر کے مجھے عمران سے ہاتھوں پٹنا ہے" ۔۔۔ فیاض نے کچھ سوچتے ہوئے بات کا رخ پلٹنا چاہا۔

"یہ تم جانو اور عمران ۔۔۔ بہرحال اگر تم نے ایک منٹ کے اندر ہاتھ اٹھانے تو میں گولی مار دوں گی" ۔۔۔ جولیا کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

اور بادل نخواستہ فیاض نے ہاتھ اٹھا لیے۔ کیونکہ جولیا کے لہجے سے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ جولیا گولی مارنے سے دریغ نہیں کرے گی۔

"اب اسی طرح باہر چلو اور سوچ لو کہ اگر کسی اور فرد نے مجھے روکنے کی کوشش کی تو تم اپنی جان سے ہر قیمت پہ ہاتھ دھو بیٹھو گے"

جولیا نے اسے دوسرا حکم دیتے ہوئے کہا۔

سوپر فیاض کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر وہ مڑ گیا۔ اس نے باہر جانے کے لئے قدم بڑھائے مگر اسی لمحے بجلی کی سی پھرتی سے وہ مڑا اور جولیا کے ہاتھ سے ریوالور اڑتا ہوا دور جا گرا ۔۔۔ اس بار جولیا نے اس کے متعلق غلط اندازہ

لگایا تھا۔ وہ بہرحال انٹلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ تھا۔ یوں چپ چاپ ہتھیار کیسے ڈال دیتا۔

ریوالور ہاتھوں سے نکلتے ہی اس نے پوری قوت سے جولیا کو تھپڑ مارنے کی کوشش کی مگر جولیا پھرتی سے پہلو بچا گئی اور فیاض کا ہاتھ فضا میں ہی گھوم گیا ۔۔۔ دوسرے لمحے جولیا کی نوک دار جوتی پوری قوت سے اس کے پیٹ میں لگی اور بے اختیار اس کے منہ سے چیخ سی نکل گئی۔ جولیا نے بجلی کی سی پھرتی سے درد کی شدت سے دوہرے ہوتے فیاض کی کنپٹی پہ کھڑے ہاتھ کا وار کر دیا ۔۔۔ فیاض ایک لمحے کے لئے لڑکھڑایا مگر دوسرے لمحے اس کے دماغ پر جیسے بھوت سوار ہو گیا۔ اس نے جھپٹ کر جولیا کو گردن سے پکڑ لیا۔ اس کی گرفت خاصی مضبوط تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ جولیا کی گردن پر جمے تھے اور وہ انہیں پوری قوت سے دبائے چلا جا رہا تھا۔

جولیا کا دم گھٹنے لگا۔ جولیا نے جان چھڑانے کے لئے اپنا گھٹنا پوری قوت سے اس کے پیٹ میں دے مارا اور فیاض کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی ہو گئی۔ جولیا کا گھٹنا ٹھیک نازک جگہ پر لگا تھا اور فیاض کے منہ سے اس بار کافی بلند چیخ نکل گئی ۔۔۔ ضرب کی شدت سے اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا گیا۔ جولیا اس کے ہاتھوں سے گردن چھڑاتے ہی چیتے کی طرح اس طرف لپکی جدھر ریوالور پڑا تھا۔

اور پھر جیسے ہی وہ ریوالور لے کر مڑی اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایس پی تنویر اور فیاض کے ساتھ آنے والے انسپکٹر اندر داخل ہو گئے۔ شاید فیاض کے منہ سے نکلنے والی چیخ نے انہیں اندر گھس آنے پر مجبور کر دیا تھا۔

اور انسپکٹر ایچ۔ او تو بھاگا۔ فیاض اور جولیا کو دیکھنے لگا مگر انسپکٹروں نے بڑی پھرتی سے ریوالور نکال لئے تھے مگر اس سے پہلے جولیا ٹریگر دبا چکی تھی اور پھر ان دونوں کے ہاتھوں سے ریوالور نکلتے چلے گئے ——— تیسری گولی ایس۔ ایچ۔ او کی ٹانگ پر لگی اور پھر جولیا ہوا کے جھونکے کی طرح دونوں ان کے درمیان سے گزر کر دروازے سے باہر نکلتی چلی گئی۔

فیاض کے حواس اب قدرے بحال ہو چکے تھے چنانچہ وہ چیختا ہوا کمرے سے باہر نکلا اور پھر اسے چیختا دیکھ کر انسپکٹروں کو بھی ہوش آیا اور وہ بھی باہر کی طرف لپکے ——— مگر اس دوران جولیا تیزی سے ٹیکسی کا دروازہ کھول کر سٹیرنگ پر بیٹھ چکی تھی ٹیکسی ڈرائیور نے چابیاں جلدی میں اگنیشن میں ہی چھوڑ دی تھیں۔

جولیا نے ایک ہاتھ سے چابی گھما کر انجن سٹارٹ کیا اور دوسرے ہاتھ سے جس میں ریوالور پکڑا ہوا تھا کھڑکی سے باہر نکال کر ایک ہوائی فائر کر دیا ——— اس کا نتیجہ خاصا خوش گوار برآمد ہوا کیونکہ فیاض اور انسپکٹر جو تیزی سے ٹیکسی کی طرف لپکے چلے آ رہے تھے گولی کی آواز سنتے ہی تیزی سے ادھر ادھر بکھر گئے ——— اور جولیا نے ایک ہاتھ سے گیئر تبدیل کر کے گاڑی آگے بڑھا دی اور پھر ٹیکسی ایک سائرن سی گونجتی ہوئی انتہائی تیز رفتاری سے تھانے کے دوسرے گیٹ سے باہر نکلتی چلی گئی۔

سڑک پر آتے ہی جولیا نے ریوالور ساتھ والی سیٹ پر رکھا اور پھر دونوں ہاتھوں سے سٹیرنگ سنبھال کر ٹیکسی کی رفتار اور زیادہ تیز کر دی۔

ابھی وہ تھوڑی ہی دور گئی تھی کہ اسے بیک مرر میں اپنے پیچھے فیاض کی جیپ تیزی سے آتی دکھائی دی۔ فیاض اپنے انسپکٹروں سمیت

جیپ میں اس کا تعاقب کر رہا تھا اور جولیا جانتی تھی کہ اب فیاض غصے میں پاگل ہو چکا تھا اس لئے وہ اسے گولی مارنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔

جیپ کی رفتار خاصی تیز تھی۔ جولیا کی ٹیکسی پرانے ماڈل کی تھی اس لئے پورا ایکسیلیٹر دبانے کے باوجود اس کی رفتار کچھ زیادہ تیز نہیں تھی اور جیپ ایک بڑے سے بلے دیو کی طرح لمحہ بہ لمحہ قریب سے قریب تر ہوتی چلی آ رہی تھی ——— جولیا نے سوچا کہ اس طرح تو وہ بڑی آسانی سے ان کے نرغے میں پھنس جائے گی چنانچہ اس نے فوری طور پر ایک فیصلہ کیا اور دوسرے لمحے اس نے ٹیکسی ایک نزدیکی تنگ گلی میں موڑ دی ——— یہ گلی سامنے ایک اور بڑی سڑک پر جا نکلتی تھی۔ مگر جولیا نے دوسری سڑک تک پہنچنے سے پہلے ہی ٹیکسی کو بریک لگا دیئے اور پھر ٹیکسی کا دروازہ بند کر کے ریوالور سنبھالتی ہوئی ٹیکسی سے باہر نکل آئی۔

اسی لمحے فیاض کی جیپ بھی گلی کے سرے میں داخل ہوتی نظر آئی۔ جولیا ٹیکسی سے نکل کر تیزی سے بھاگتی ہوئی سڑک کی طرف بڑھی۔ گلی میں گھپ اندھیرا تھا ——— اور جیپ کی ہیڈ لائٹس پر بھی موٹے کاغذ کی شیٹس چڑھی ہوئی تھیں۔ اس لئے اس کے دیکھے جانے کا خطرہ بے حد کم تھا۔ اس لئے جولیا انتہائی تیزی سے بھاگتی ہوئی سڑک پر پہنچ گئی ——— اس نے ایک لمحے کے لئے رک کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر اسے وہاں سے تھوڑی ہی دور کوڑے کا ایک ڈرم نظر آیا۔

ڈرم کی چونکہ شام کو صفائی ہو چکی تھی اور ابھی صبح نہیں ہوئی تھی اس لئے اس کا اندازہ تھا کہ ڈرم خالی ہوگا۔ وہ بھاگتی ہوئی ڈرم کے قریب آ گئی۔

ڈرم واقعی خالی تھا اور دوسرے لمحے اس نے ڈرم کے کنارے پر ہتھیلی رکھ کر
ایک جمپ لگایا اور پھر وہ ڈرم میں دبک گئی ——— اب وہ قدرے محفوظ
تھی۔ تیز دوڑ لگانے کی کوشش میں اس کی سانسیں قدرے پھول گئی تھیں۔ وہ
ڈرم سے پشت لگائے اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہی اور
جب سانس ٹھیک ہو گئی تو اس نے آہستہ سے سر اٹھایا اور پھر تیزی سے نیچے
کر لیا ——— کیونکہ فیاض اور اس کے ساتھی انسپکٹر اسے تلاش کرتے
ہوئے اب سڑک پر پہنچ چکے تھے۔ ان کے قدموں کی آوازیں اب جولیا کے
کانوں میں پہنچنے لگی تھیں اور پھر انسپکٹر فیاض کی دھاڑ جیسے اس کے
سر پر سنائی دی۔
"نجانے کہاں غائب ہو گئی ہے" ——— فیاض کا لہجہ بے حد
غصیلا ہو رہا تھا۔
وہ اسی ڈرم کے قریب کھڑا تھا اور جولیا ڈرم کے اندر دبکی ہوئی تھی۔
ویسے ریوالور پر اس کی گرفت مضبوط تھی۔
"صاحب ——— کہیں اس کا پتہ نہیں چل رہا۔ ہم نے سرکونا چھان مارا
ہے" ——— ایک انسپکٹر نے فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔
"وہ یہیں کہیں ہو گی۔ اسے ہر قیمت پر تلاش کرو۔ کونا کونا چھان
مارو۔ حتیٰ کہ کوڑے کے ڈرم بھی چیک کرو" ——— سوپر فیاض نے غصے
اور بے بسی کے عالم میں انسپکٹروں کو حکم دیا۔
کوڑے کے ڈرم کی بات سنتے ہی جولیا کا دل دھک ہوا ایک لمحے
کے لئے اس کے دماغ میں خیال آیا کہ وہ یہیں سوپر فیاض کو ہینڈز اپ کر
دے مگر وہ چپکی رہی ——— کیونکہ اسے امید تھی کہ وہ اس ڈرم کو چیک

نہیں کریں گے جس کے نزدیک وہ موجود ہیں۔ انسان کی نفسیات ہے۔ کہ وہ
قریب کی چیز چھوڑ کر ہمیشہ دور کی چیزوں پر لپکتا ہے اور پھر چراغ تلے اندھیرا
ایک عالمگیر سچائی ہے ——— اور وہی ہوا۔ سوپر فیاض نے روانی میں
کوڑے کے ڈرم کا کہہ تو دیا۔ مگر اسے یہ خیال بھی نہیں آیا کہ وہ خود بھی ایک
کوڑے کے ڈرم کے قریب ہے اور وہ کم از کم اسے چیک تو کرے۔
کافی دیر کی چیکنگ کے بعد جب وہ لوگ انسپکٹر نامراد و ناکام واپس
گئے تو سوپر فیاض کا غصہ عروج پر تھا۔ اور وہ ان پر ہی الٹ پڑا۔
"تم انتہائی نکمے ہو ——— تم ایک عورت کو نہیں ڈھونڈ سکے۔ میں
تمہاری جواب طلبی کروں گا۔ چلو واپس چلیں" ——— سوپر فیاض نے
کہا اور پھر وہ سب سر جھکائے خاموشی سے واپس چلے گئے۔
جولیا ڈرم سے سر نکالے انہیں واپس جاتا دیکھتی رہی اور پھر جب وہ
جیپ میں سوار ہونے کے لئے گلی میں مڑے تو جولیا آہستہ سے ڈرم سے
باہر نکلی اور پھر دیوار کے ساتھ ساتھ چلتی ہوئی پیدل ہی آگے بڑھنے لگی۔
یہاں سے دانش منزل قریب ہی تھی اور اب آدھی سے زیادہ رات
گزر چکی تھی۔ اب یقیناً ایکسٹو دانش منزل واپس پہنچ چکا ہو گا۔
تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی وہ جلد ہی اس سڑک پر پہنچ گئی جس پر دانش
منزل موجود تھی۔ دانش منزل کا بلند عظیم الشان گیٹ دور سے نظر آ رہا
تھا ——— اس نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھا اور پھر تیزی سے
گیٹ کی طرف بڑھنے لگی۔
ابھی وہ گیٹ سے چند قدم دور تھی کہ اچانک اس کی چھٹی حس
جاگ پڑی۔ اسے احساس ہوا کہ اس کے ارد گرد خطرہ موجود ہے۔ مگر

ادھر ادھر دیکھنے کے باوجود وہ خطرے کا محل وقوع نہ سمجھ سکی۔ چاروں طرف مکمل سکوت چھایا ہوا تھا ——— اس نے سر جھٹکا اور دوبارہ گیٹ کی طرف قدم بڑھانے لگی۔ مگر جیسے ہی وہ گیٹ کے قریب پہنچی اسے خطرے کا احساس زیادہ ستانے لگا۔ لیکن جیب میں پڑے ہوئے کاغذات کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے اس نے وہاں سے واپس جانے کا خیال ترک کر دیا ——— اور پھر اس نے کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں تک انتظار کرنے کے بعد اس نے ایک بار پھر گھنٹی کا بٹن دبا دیا اور اسی لمحے گیٹ کی ذیلی کھڑکی کھل گئی۔ شاید آپریشن روم میں بیٹھے ہوئے بلیک زیرو نے سکرین پر اسے چیک کر لیا تھا ——— گیٹ کی کھڑکی کھلتے ہی جیسے ہی اس نے جھک کر اندر داخل ہونے کا ارادہ کیا۔ اچانک اس کے سر پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ گیٹ کے قریب بنے ہوئے ستونوں کی آڑ میں سے دو نقاب پوش نکلے ——— اور ان میں سے ایک کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کا دستہ اس کی کھوپڑی پر پڑا اور وہ اس کے ہاتھوں میں لٹک گئی۔ ان میں سے ایک نے ہاتھ اونچا کر کے اشارہ دیا اور اسی لمحے اردگرد کی جھاڑیوں اور گلیوں نے جیسے نقاب پوش اگل دیئے ——— ایک نقاب پوش بے ہوش جولیا کو اٹھا کر پیچھے لے گیا اور پھر وہ نقاب پوش جس نے اشارہ کیا تھا ساتھیوں کو لے کر اندر داخل ہو گیا۔ گیٹ کھلوانے کے لئے جولیا ایک موثر ذریعہ ثابت ہوئی تھی۔

دوسرے لمحے اچانک دانش منزل کا اندرونی ماحول گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھا اور باہر بے ہوش جولیا ایک جیپ میں لدی ہوئی نامعلوم منزل کی طرف بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

کیپٹن شکیل بڑی بے چین نظروں سے ڈائننگ ہال کے صدر دروازے پر نظریں جمائے ہوئے تھا ——— کیونکہ سلیمان ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ ادھر وہ غیر ملکی کسی بھی لمحے وہاں سے اٹھنے والے تھے۔ کمرے سے نکل کر وہ دونوں ڈائننگ ہال میں آ گئے تھے۔ اور کیپٹن شکیل بھی اس وقت ڈائننگ ہال میں موجود تھا ——— اوپر جانے کے لئے ہر آدمی کو ڈائننگ ہال سے گزر کر جانا پڑتا تھا۔ اس لئے کیپٹن شکیل سلیمان کو بروقت غیر ملکیوں کی نشاندہی کرا سکتا تھا۔ مگر غیر ملکی اب کھانا کھا کر فارغ ہو چکے تھے ——— اور سلیمان ابھی تک غائب تھا۔ دونوں غیر ملکی اب چائے پی رہے تھے۔ اور صاف ظاہر تھا کہ چائے پینے کے بعد انہوں نے اٹھ جانا تھا۔ اب یہ تو بعد میں پتہ چلتا کہ وہ دوبارہ اپنے کمرے میں جاتے ہیں یا یہ ہوٹل سے باہر ——— ہوٹل کے باہر جانے کی صورت میں تو وہ صرف ایک آدمی کا تعاقب کر سکتا تھا۔ جب کہ ایکسٹو نے دونوں کی نگرانی کا حکم دیا تھا۔ اسے تو اس بات میں بھی شک تھا کہ آیا سلیمان اچھی طرح

اپنے فرائض انجام بھی دے سکے گویا نہیں۔ کیوں کہ یہ غیر ملکی مشکوک افراد کی شوق میں آتے تھے۔ کیپٹن شکیل اچھی طرح جانتا تھا ——— کہ غیر ممالک میں جاسوسی یا انتشار پھیلانے کے لئے جن افراد کو بھیجا جاتا ہے وہ کتنے چالاک بے رحم اور خونخوار ہوتے ہیں۔

وہ اسی ادھیڑبن میں جتنا غیر ملکیوں کی میز کے قریب بیٹھا چائے کی چسکیاں لے رہا تھا کہ اچانک اس کی آنکھوں میں چمک لہرا گئی۔ کیوں کہ مین گیٹ سے سلیمان اندر داخل ہو رہا تھا ——— اس وقت سلیمان نے انتہائی قیمتی کپڑے کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ جس کی تراش خراش ہی ایک نظر میں دیکھنے والے کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیتی تھی کہ اس کا پہننے والا انتہائی باذوق واقع ہوا ہے ——— اور پھر سلیمان کے جسم پر یہ سوٹ بے حد فٹ تھا۔ سلیمان کی کسی بھی حرکت سے یہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ یہ لباس اس کے لئے اجنبی ہے۔ کیپٹن شکیل کے ذہن میں ایک لمحے کے لئے یہ خیال آیا کہ سلیمان عمران کا سوٹ پہنے ہوتے ہے ——— مگر جب سلیمان ہال کے اندر داخل ہو گیا تو کیپٹن شکیل کو اپنا نظریہ تبدیل کرنا پڑا۔ کیوں کہ سوٹ سلیمان کے جسم پر بالکل فٹ تھا۔ سلیمان اور عمران کے جسموں میں خاصا فرق تھا۔ کیپٹن شکیل کو عمران کی عظمت کے ایک اور پہلو کا بھی قائل ہونا پڑا۔ کہ جو اپنے ادنیٰ ملازموں کو اتنا قیمتی سوٹ بنوا دیتا ہے ——— جس کا تصور خود کوئی رئیس بھی مشکل سے کرے گا۔

سلیمان نے ہال میں داخل ہو کر ایک لمحے کے لئے چاروں طرف دیکھا۔ اور پھر وہ لفٹ گیٹ کی طرف بڑھنے لگا ——— سلیمان کی چال میں بے حد وقار تھا۔ ہال میں بیٹھی ہوئی بیشتر لڑکیوں کی نظریں سلیمان پر جمی ہوئی تھیں۔

اور سلیمان بھی اس سوٹ میں انتہائی وجیہہ لگ رہا تھا۔ سلیمان جب لفٹ میں سوار ہو کر اوپر چلا گیا تو کیپٹن شکیل نے ایک چھوٹا سا نوٹ برتن کے نیچے دبا دیا اور خود بھی اٹھ کر تیزی سے لفٹ کی جانب بڑھ گیا۔

لفٹ نے چند ہی لمحوں میں اسے تیسری منزل پر پہنچا دیا۔ سلیمان جو بیس نمبر کمرے کے سامنے کھڑا نظر آیا۔ کیپٹن شکیل تیزی سے اس کے قریب آیا ——— سلیمان چونک پڑا اور کیپٹن شکیل کو دیکھنے لگا۔ کیپٹن شکیل چونکہ میک اپ میں تھا۔ اس لئے سلیمان اسے پہچان نہیں رہا تھا۔ کیپٹن شکیل نے جیب سے چابی نکال کر کمرے کا دروازہ کھولا۔ اور دوسرے لمحے سلیمان کا بازو پکڑ کر اسے کمرے میں گھسیٹ لیا ——— ایک لمحے کے لئے تو سلیمان اس اچانک افتاد سے حواس باختہ ہو گیا۔ مگر دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے کیپٹن شکیل کی ناک پر مکہ جڑ دیا۔ مکہ کافی قوت سے پڑا تھا ——— اور دوسری طرف کیپٹن شکیل کے فرشتوں کو بھی سلیمان کے اس اچانک اقدام کا تصور نہیں تھا۔ اس لئے کیپٹن شکیل لڑکھڑاتا ہوا صوفے پر جا گرا۔ سلیمان نے اس پر چھلانگ لگائی۔ کیپٹن شکیل تیزی سے کروٹ بدل گیا ——— اور سلیمان اسی صوفے پر جا پڑا جس پر ایک لمحہ پہلے کیپٹن شکیل تھا۔

"ہوش میں آؤ سلیمان ——— میں کیپٹن شکیل ہوں"
کیپٹن شکیل نے تیز لہجے میں کہا اور سلیمان چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے آپ ——— معاف کرنا ——— آج میں ذرا جاسوسی کے موڈ میں ہوں۔ اس لئے ایک کنگ فو مکا آپ کے جڑ دیا تھا"

سلیمان نے کیپٹن شکیل کی آواز پہچان کر قدرے ندامت آمیز لہجے

میں جواب دیا۔

"جلدی کرو ——— وہ دونوں ہال میں میز نمبر تین دو پر بیٹھے ہوئے ہیں ان میں سے جو براؤن رنگ کا کوٹ پہنے ہوئے ہے اس کی نگرانی تم نے کرنی ہے اور ذرا ہوشیاری سے کام کرنا ——— یہ لوگ آدمی کو مکھی کی طرح مسل دیتے ہیں" ——— کیپٹن شکیل نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب ——— اگر اس نے مجھ سے کوئی چھیڑ چھاڑ کی تو میں مار مار کر اس کا قیمہ بنا دوں گا" ——— سلیمان نے فاخرانہ لہجے میں کہا اور کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

چند لمحے تک کیپٹن شکیل کمرے کے اندر ہی رہا تاکہ سلیمان نیچے پہنچ جائے اور پھر وہ بھی کمرے کو تالا لگا کر خود بھی لفٹ کی طرف چل پڑا۔

جب وہ نیچے ہال میں پہنچا تو اس نے ان دونوں غیر ملکیوں کو مین گیٹ سے باہر جاتے دیکھا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں۔ وہ سلیمان کو تلاش کر رہا تھا ——— مگر سلیمان اسے ہال میں کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ سلیمان کی طرف سے مایوس ہو کر وہ ہال میں رکے بغیر سیدھا مین گیٹ سے نکلتا چلا گیا۔ اس نے دیکھا کہ نیلے سوٹ والا غیر ملکی وہیں برآمدے میں ہی رک گیا ——— اور اس کا براؤن کوٹ والا ساتھی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا پارکنگ سٹینڈ کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔

کیپٹن شکیل نے ایک بار پھر متلاشی نظروں سے سلیمان کو دیکھا مگر سلیمان ہوٹل سے باہر بھی کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

"پتہ نہیں کم بخت کہاں غائب ہو گیا" ——— کیپٹن شکیل کی بڑبڑاہٹ

میں غصہ تھا۔

نیلے سوٹ والا برآمدے کے ستون کے قریب رکھے ہوئے گملے میں موجود پھولوں کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ جیسے اسے اچانک گل بکاؤلی نظر آ گیا ہو ——— کیپٹن شکیل جانتا تھا کہ وہ صرف وقت گزاری کر رہا ہے۔ چنانچہ کیپٹن شکیل ایک لمحے کے لئے وہاں رکنے کے بعد تیزی سے قریب ہی موجود پبلک فون بوتھ کی طرف بڑھ گیا۔ وہ نیلے سوٹ والے کی نظروں میں مشکوک نہیں ہونا چاہتا تھا ——— جیسے ہی براؤن کوٹ والے کی کار ہوٹل کمپاؤنڈ سے باہر نکلی۔ نیلے سوٹ والا بھی حرکت میں آ گیا۔ اب وہ بھی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا پارکنگ سٹینڈ کی طرف جا رہا تھا۔

کیپٹن شکیل خاموشی سے پبلک فون بوتھ سے نکلا اور پھر ہوٹل کمپاؤنڈ سے باہر کی طرف چلنے لگا۔ اس نے جان بوجھ کر موٹر سائیکل کمپاؤنڈ کی بیرونی دیوار سے لگا کر سٹینڈ کی ہوئی تھی۔

پھر جیسے ہی وہ گیٹ سے باہر نکلا نیلے سوٹ والے کی سپورٹس کار کمپاؤنڈ سے باہر آ کر رکی اور گیٹ سے باہر نکلتے ہی وہ دائیں طرف مڑ گئی۔ کیپٹن شکیل نے موٹر سائیکل کو کک لگائی اور اس کا طاقتور انجن جاگ اٹھا۔ ایک مناسب فاصلے پر رہتے ہوئے کیپٹن شکیل سپورٹس کار کا تعاقب کر رہا تھا۔ مگر اب بھی اس کا ذہن سلیمان کی طرف لگا ہوا تھا۔ دراصل اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ سلیمان جو محض ایک باورچی ہے ——— کامیاب طریقے سے کسی مشکوک آدمی کا تعاقب بھی کر سکتا ہے یا نہیں اور اس بات پر حیرت تھی کہ سلیمان نجانے کہاں غائب ہو گیا تھا لیکن پھر اس نے یہ ۹۰
خیال ذہن سے جھٹک دیا ——— کیونکہ سلیمان کا تقرر خود ایکسٹو نے کیا تھا۔

اور اس بات کی ذمہ داری بھی ایکسٹو پر ہی تھی کہ سلیمان اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ سپورٹس کار اب شہر کے ایک بارونق علاقے سے گزر رہی تھی ——— سڑک پر خاصی ٹریفک تھی چنانچہ کیپٹن شکیل نے موٹر سائیکل کار کے بالکل عقب میں جگہ دی اور پھر کار ایک کمرشل بلڈنگ کی مارکیٹ میں رکی تو کیپٹن شکیل نے موٹر سائیکل مخالف سمت میں پارک کی اور پھر اسے سٹینڈ کرنے لگا ——— مگر کن اکھیوں سے مسلسل نیلے سوٹ والے کا جائزہ لے رہا تھا۔ نیلے سوٹ والا کار سے اترا اور پھر وہ کمرشل بلڈنگ کے گیٹ میں داخل ہو گیا۔ کیپٹن شکیل نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے سڑک کراس کی ——— اور وہ بھی اس کے پیچھے بلڈنگ میں داخل ہو گیا۔ یہ بلڈنگ پانچ منزلہ تھی۔ نچلی منزل میں پروویژن سٹور تھے۔ نیلے سوٹ والا اسے لفٹ میں داخل ہوتا نظر آیا۔

لفٹ دروازے کے قریب ہی تھی اور پھر کیپٹن شکیل نے سن لیا کہ نیلے سوٹ والے نے لفٹ بوائے کو تیسری منزل پر جانے کے لئے کہا ہے۔ لفٹ کے اوپر جاتے ہی کیپٹن شکیل تیزی سے مخالف سمت میں موجود دوسری لفٹ کی جانب بڑھا۔

"تیسری منزل" ——— کیپٹن شکیل نے لفٹ بوائے سے کہا۔ اور لفٹ بوائے نے سر ہلا کر بٹن دبا دیا۔ لفٹ تیزی سے اوپر چڑھنے لگی تیسری منزل پر پہنچ کر لفٹ بوائے نے دروازہ کھول دیا ——— کیپٹن شکیل باہر آ گیا یہ ایک طویل گیلری تھی۔ جس میں مختلف فرموں کے آفس تھے۔ نیلے سوٹ والا ایک دروازے کے اندر داخل ہو رہا تھا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند ہو گیا ——— کیپٹن شکیل آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس

دروازے کے قریب پہنچا۔ دروازے کے باہر انٹرنیشنل ٹوائے ٹریڈرز کی تختی لگی ہوئی تھی۔

کیپٹن شکیل نے دروازے کے قریب پہنچ کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر گیلری میں کسی کو نہ پا کر اس نے جھک کر کی ہول سے آنکھ لگا دی تاکہ اندر کے منظر کا اندازہ لگا سکے ——— مگر اسی لمحے دروازہ تیزی سے کھلا اور کسی نے کیپٹن شکیل کی جھکی ہوئی گردن پر کھڑی ہتھیلی کا وار کیا۔ وار بیحد اچانک ہی ہوا تھا۔ اس لئے کیپٹن شکیل لڑکھڑا کر کمرے کے اندر فرش پر جا گرا ——— نیچے گرتے ہی وہ برق کی سی تیزی سے اٹھا مگر پھر ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ کیونکہ تین ریوالور اس کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔

ایک تو وہی نیلے سوٹ والا اور دوسرا براؤن سوٹ والا اس کا ساتھی جس کا تعاقب سلیمان نے کرنا تھا۔ اور تیسرا ایک ادھیڑ عمر غیر ملکی تھا۔ جس کی پیشانی پر زخم کا نشان تھا۔

"ہونہہ ——— تو تم میتھل کا تعاقب کر رہے تھے"

زخم والے غیر ملکی نے کرخت لہجے میں کیپٹن شکیل سے کہا۔ میتھل سے اس کی مراد شاید نیلے سوٹ والے سے تھی۔

"تمہیں غلط فہمی ہو گئی ہے۔ میری کھلونے بنانے کی فرم ہے۔ اور میں بزنس کے سلسلے میں آپ کی فرم تک آیا تھا"

کیپٹن شکیل نے بڑے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔ اس کا چہرہ حسب معمول سپاٹ تھا۔ اس کے چہرے کے سپاٹ پن اور پرسکون لہجے نے سوال کرنے والے کو تذبذب میں ڈال دیا اور وہ سوالیہ نظروں سے میتھل

کی طرف دیکھنے لگا۔

"نہیں ویلیٹ ـــــ ہمیں نگرانی کا احساس ہوٹل شیب روز میں ہی ہو گیا تھا مگر ہم نے اس پر ہاتھ ڈالنا مناسب نہ سمجھا کہ کہیں اس کے ساتھی وہاں موجود نہ ہوں۔ ہم یہاں بوجہ کر علیحدہ علیحدہ ہو کر وہاں سے آ گئے ہیں اور یہ موٹر سائیکل پر ہمارا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک پہنچا ہے۔"

متقل نے تفصیل بتائی۔

"اب کیا کہتے ہو" ـــــ ویلیٹ نے سرد لہجے میں کیپٹن شکیل سے کہا۔

"اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ انہیں غلط فہمی ہوئی ہے!"

کیپٹن شکیل نے کندھے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔ ویسے وہ دل ہی دل میں کمرے کی پچویشن کا اندازہ لگا رہا تھا کہ بروقت اپنا بچاؤ کر سکے۔

"کارشن ـــــ تمہارا تو کسی نے تعاقب نہیں کیا" ـــــ ویلیٹ نے براؤن کوٹ والے سے سوال کیا۔

"نہیں جناب ـــــ میرا کسی نے تعاقب نہیں کیا۔ ہم علیحدہ علیحدہ اسی لئے یہاں آئے تھے تاکہ اگر اس کا کوئی اور ساتھی ہوٹل میں موجود ہے تو وہ بھی نظروں میں آ سکے" ـــــ کارشن نے جواب دیا۔

"کیا تمہارا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے" ـــــ ویلیٹ نے کیپٹن شکیل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ وہ شاید متقل اور کارشن سے سینئر تھا۔

"ایک بزنس مین کا سیکرٹ سروس سے کیا تعلق ہو سکتا ہے!"

کیپٹن شکیل نے استہزائیہ لہجے میں جواب دیا۔

"اس کی تلاشی لو" ـــــ ویلیٹ نے متقل سے مخاطب ہو کر کہا جو کیپٹن شکیل کی پشت پر موجود تھا۔

متقل آگے بڑھا اور اس نے کافی فاصلے پر رک کر کیپٹن شکیل کی تلاشی لیتے ہوئے کوٹ کی جیب سے ریوالور نکال لیا۔ کیپٹن شکیل کا خیال تھا ـــــ کہ وہ اس کے قریب آئے تو وہ اسے اٹھا کر ان دونوں پر دے مارے۔ مگر وہ لوگ ان کاموں میں شاید خاصے منجھے ہوئے تھے۔ اس لئے متقل نے کیپٹن شکیل کو ایسا موقع نہیں دیا تھا۔

"بزنس مین اس طرح جیب میں ریوالور رکھے نہیں پھرتے" ـــــ ویلیٹ نے طنز کرتے ہوئے کیپٹن شکیل سے کہا۔

"اپنے بچاؤ کے لئے ریوالور رکھنا کوئی جرم نہیں ہے"

کیپٹن شکیل نے اسی طرح پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

"کارشن ـــــ ریوالور پر سائیلنسر چڑھا کر اسے گولی مار دو۔ باس اب کسی قسم کا رسک پسند نہیں کرتا۔ اس لئے اس نے حکم دے دیا ہے کہ ہر مشکوک آدمی کو موقع پر ہلاک کر دیا جائے" ـــــ ویلیٹ نے نفرت ناک لہجے میں کہا۔

"اگر یہ سیکرٹ سروس کا آدمی ہے تو اس سے سیکرٹ سروس کے ممبران کے پتے معلوم کئے جا سکتے ہیں" ـــــ کارشن نے تجویز پیش کی۔

"نہیں ـــــ جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو" ـــــ ویلیٹ نے سخت لہجے میں کہا اور کارشن نے اس طرح کیپٹن شکیل کی طرف دیکھتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈالا جیسے کہہ رہا ہو کہ وہ حکم ماننے پر مجبور ہے۔

کارش نے جیب سے سائیلنسر نکالا اور ریوالور کی نال پر اسے فٹ کرنے لگا۔ کیپٹن شکیل نے اب ان سے نمٹنے کا فیصلہ کر ہی لیا۔ مگر وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے لئے کیا طریقہ اختیار کرے ——— کیونکہ وہ زیادہ سے زیادہ ایک سے فوری طور پر نمٹ سکتا تھا۔ مگر دوسرے دو کے ریوالوروں سے نکلی ہوئی گولیاں اسے ضرور موت کی سرحد میں پہنچا دیتیں۔ مگر دوسرے لمحے اس کے ذہن میں خیال آیا کہ وہ لوگ کمرے میں کوئی دھماکہ کرنے سے گریز کر رہے ہیں ——— اس لئے ولیم نے کارش کو سائیلنسر لگانے کا حکم دیا ہے۔ ابھی وہ اسی کشمکش میں تھا کہ کارش نے سائیلنسر لگا کر ریوالور سیدھا کر دیا۔

"چلو ——— اس دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ ——— اور خبردار اگر کوئی حرکت کی تو معاف نہیں کریں گے"۔ ——— ولیم نے کیپٹن شکیل سے کہا۔

"لیکن اب تم کون سا معاف کر رہے ہو۔ اس لئے اگر میں تمہارا حکم نہ بھی مانوں تو کوئی فرق نہیں پڑتا"۔ ——— کیپٹن شکیل کے لہجے میں اب تک وہی اطمینان تھا۔

"شٹ اپ" ——— ولیم نے غصے سے امریکی لہجے میں کہا۔ مگر کیپٹن شکیل اب ایک لمحہ بھی ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ اچانک اپنی جگہ سے برق کی طرح اچھلا اور دوسرے لمحے اس کی لات پوری قوت سے کارش کے ہاتھ پر پڑی اور اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا ریوالور اچھل کر دور کونے میں جا گرا۔

مگر دوسرے لمحے ایک زوردار دھماکہ ہوا اور پھر کمرہ ایک بھیانک

چیخ سے گونج اٹھا۔ ابھی چیخ کی بازگشت بھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ ایک اور دھماکہ ہوا اور دوسری چیخ پہلی سے بھی زیادہ بلند اور بھیانک تھی۔ دونوں گولیاں نشانے پر پڑی تھیں۔

پریذیڈنٹ ہاؤس کے گرد بڑا سخت پہرہ لگا ہوا تھا۔ ملٹری پولیس اور سیکورٹی گارڈز کے چاق و چوبند جوان بڑی فرض شناسی سے عمارت کے گرد پہرا دے رہے تھے۔

ان کے قدموں سے نکلنے والی آوازوں کے علاوہ چاروں طرف گہرا سکوت طاری تھا۔ آسمان پر سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے اور شہر میں مکمل بلیک آؤٹ کی وجہ سے چاروں طرف گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا کہیں روشنی کی ایک کرن بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

پریذیڈنٹ ہاؤس سے تھوڑی دور ایک درخت کی آڑ میں عمران چھپا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر چست سیاہ سوٹ تھا اور اس نے سیاہ نقاب بھی اوڑھ رکھا تھا ——— جس نے اس کے چہرے کے علاوہ اس

کے سر کو بھی ڈھانپ رکھا تھا۔ اتنے گہرے اندھیرے میں سیاہ سوٹ کی وجہ سے وہ تاریکی کا ایک جزو ہی بن کر رہ گیا تھا۔

کافی دیر سے وہ درخت کی اوٹ میں کھڑا حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ گو اسے علم تھا کہ مجرموں نے دانستہ یا منزل پر اٹیک کرنا ہے۔ مگر دانش منزل کے دفاعی نظام اور بلیک زیرو کی وہاں موجودگی پر وہ مطمئن تھا ——— ملک کے حالات جس قدر تیزی سے بھیانک رخ اختیار کرتے چلے جا رہے تھے۔ اس پر وہ براہ راست صدر مملکت سے مل کر بات کرنا چاہتا تھا۔ صدر مملکت شاید سرکاری طور پر اس سے ملنے کے لئے تیار نہ ہوتے ——— اور ہو سکتا ہے کہ مجرموں کو وہ اس کی اطلاع بھی دے دیتے۔ اس لئے وہ اب خفیہ طور پر ان سے ملنے کے لئے پریذیڈنٹ ہاؤس میں گھسنے کا پروگرام بنا کر آیا تھا ——— گو ابھی تک اس کے زخم ٹھیک نہیں ہوئے لیکن ملکی حالات جس نہج پر پہنچ چکے تھے۔ وہ ان زخموں سے کہیں زیادہ خطرناک تھے۔ عمران نے سپاہیوں کی گشت سے اندازہ لگا لیا کہ وہ کونے میں کتنی دیر تک پہنچتے ہیں ——— چنانچہ اب وہ عمل کے لئے تیار تھا۔ پھر وہ درخت کی آڑ سے نکلا اور رکوع کے بل جھک کر تیزی سے سڑک کراس کرتا ہوا عمارت کے قریب پہنچ گیا۔ گشت کرنے والے دو سپاہی اسی لمحے کونے سے مڑتے ہوئے ادھر پہنچے تھے۔ ان کے قدموں کی دھمک محسوس کرتے ہی عمران تیزی سے زمین پر لیٹ گیا وہ زمین سے چھپکلی کی طرح چپٹا ہوا تھا ——— دونوں سپاہی اس سے چند قدم کے فاصلے پر چل رہے تھے۔ لیکن بے پناہ تاریکی کی بنا پر وہ عمران کی وہاں موجودگی کو محسوس نہ کر سکے۔ عام حالات میں تو پریذیڈنٹ ہاؤس

کے گرد باقاعدہ سرچ لائٹوں کا ایک نظام تھا جو پریذیڈنٹ ہاؤس کے اردگرد کے ماحول کو بقعہ نور بنائے رکھتا تھا ——— مگر بلیک آؤٹ کی وجہ سے یہ تمام لائٹیں بند تھیں اس لئے عمران بے دھڑک وہاں لیٹا ہوا تھا۔ سپاہی جب اپنا راؤنڈ لگاتے ہوئے آگے بڑھے تو عمران کہنیوں کے بل سانپ کی طرح رینگتا ہوا آگے بڑھتا ——— اس کے رینگنے سے قطعی کوئی آواز پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ جب سپاہی اپنے طے شدہ مخصوص پوائنٹ پر جا کر واپس پلٹے تو عمران دیوار کے ساتھ لگا کھڑا تھا۔ عمران جانتا تھا کہ سپاہیوں کے دو راؤنڈ کا فاصلہ بہت کم ہے ——— اس لئے جب تک وہ دیوار کے ساتھ پہنچا سپاہی واپس آ چکے ہوتے اور اسے پھر ایک راؤنڈ کا انتظار کرنا پڑتا اور وہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ اگر چاہتا تو دونوں سپاہیوں کو بڑی آسانی سے خاموش بھی کر سکتا تھا ——— مگر وہ حفاظت کے نفسیاتی پہلو سے اچھی طرح واقف تھا اگر وہ ایسی غلطی کرتا تو فوراً پکڑا جاتا۔ سپاہیوں کے قدموں کی آوازیں ایک تسلسل میں پیدا ہوتی ہیں اور ہر پارٹی دوسری پارٹی کے قدموں سے اچھی طرح مانوس ہوتی ہے۔ قدموں کی آوازیں اگر یک دم خاموش ہو جائیں یا ان میں بے قاعدگی پیدا ہو جائے تو دوسری پارٹی فوراً چوکنا پڑ جاتی ہے ——— اور خفیہ پولیس کی فوری کارکردگی سے وہ اچھی طرح واقف تھا۔ کہ آوازوں کی خاموشی کے دوسرے لمحے وہ ان کے نرغے میں ہوتا ——— چنانچہ اس نے سپاہیوں کو ٹھکانے لگانے کی حماقت نہیں کی وہ دیوار سے چپکا کھڑا رہا۔ اس نے سانس بھی روک رکھا تھا۔ سپاہی اپنی ہی دھن میں اس سے قریب ہو کر گزرتے چلے گئے ——— اور جیسے ہی وہ کونے میں مڑے عمران نے بجلی

کی سی پھرتی سے جیب سے نائیلون کی رسی کا ایک گچھا نکالا۔ اس کے آگے ایک چھوٹا سا آنکڑا فٹ تھا ـــ آنکڑے کے اوپر دبیز ربڑ کی تہہ چڑھی ہوئی تھی۔ اس طرح اسے آواز پروف بنا دیا گیا تھا۔ گچھا باہر نکالتے ہی عمران دو قدم پیچھے ہٹا تو دوسرے لمحے اس کا ہاتھ پوری قوت سے گھوما اور آنکڑا بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی طرح باہر دیوار کے اوپر والے کنارے کی طرف بڑھتا چلا گیا ـــ ایک لمحے بعد عمران کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے دوسرے سرے کو جھٹکا لگا۔ اور عمران کی مہارت یا خوش قسمتی تھی کہ پہلی دفعہ ہی آنکڑا دیوار کی دوسری طرف کسی درز میں پھنس گیا تھا۔ سپاہیوں کے قدموں کی دھمک اب واپس آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی ـــ عمران نے رسی کو ایک جھٹکا دیا۔ رسی تن گئی۔ اب قدموں کی آوازیں قریب ہی معلوم ہوتی تھیں۔ عمران کا ذہن پریشان ہو گیا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ چند لمحوں بعد سپاہی اس کے سر پر ہوں گے ـــ اس دوران وہ کتنی بھی تیزی سے دیوار کے اوپری کنارے تک نہیں پہنچ سکتا تھا اور اگر وہ نہ چڑھے اور رسی چھوڑ دے تو رسی کی حرکت سپاہیوں کو چونکا سکتی تھی ـــ مگر اب جو کچھ بھی اس نے کرنا تھا فوری کرنا تھا چنانچہ دوسرے لمحے وہ تیزی سے رسی پکڑ کر دیوار پر چڑھنے لگا۔ چند ہی لمحوں میں وہ چھ سات فٹ کا فاصلہ طے کر چکا تھا ـــ اور پھر اسے محسوس ہوا کہ اب سپاہی کارنر سے نمودار ہونے ہی والے ہیں چنانچہ اس نے دیوار سے پیر ہٹا لیے۔ اور پھر رسی کو مضبوطی سے پکڑ کر دیوار کے ساتھ لٹک گیا ـــ اس نے حتی الوسع کوشش کی تھی کہ اس کا جسم ساکت رہے اور پھر سپاہی مڑ کر اس کی طرف آنے لگے۔ عمران کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا کیونکہ سپاہی عین اس کے

لٹکے ہوئے پاؤں کے نیچے سے گزرنے والے تھے اور ادھر نائیلون کی باریک رسی پر لٹکنے کی وجہ سے اس کے ہاتھوں پر بری طرح کھچاؤ پڑ رہا تھا۔ اور اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ پھسل پڑے گا ـــ اور اسے علم تھا کہ اگر وہ ایک انچ بھی کھسکا تو دونوں سپاہی گہرے سکوت میں ہونے والی اس حرکت سے چونک پڑیں گے۔ اور پھر انہوں نے پہلے اسے گولی مارنی ہے پھر اس کی شکل دیکھیں گے ـــ پھر سپاہی اس کے نیچے سے ہو کر آگے بڑھتے چلے گئے۔ مگر وہ ابھی بھی حرکت نہیں کر سکتا تھا جب تک کہ سپاہی اپنا راؤنڈ پورا کر کے واپس کارنر کے دوسری طرف نہ چلے جائیں اس پر ایک ایک لمحہ گراں گزر رہا تھا ـــ اب ہاتھوں میں پسینہ آنے لگ گیا تھا۔ اس کی پوزیشن انتہائی خطرناک ہو چکی تھی۔ سپاہی اپنا راؤنڈ پورا کر کے واپس پلٹے اور پھر خدا خدا کر کے جب وہ کارنر مڑے تو عمران فوری طور پر حرکت میں آ گیا ـــ اس نے اپنے جسم کو تیزی سے حرکت دی اور پھر اس کے دونوں پاؤں دیوار سے لگ گئے دوسرے لمحے وہ کسی بندر کی سی تیزی کے ساتھ اوپر چڑھتا چلا گیا۔ دیوار خاصی بلند تھی۔ اس وقت جب اس کا ہاتھ اوپر والے کنارے پر پڑا ـــ سپاہی دوسرے کنارے پر مڑے اور سپاہی دوسرے راؤنڈ میں کارنر سے ادھر آ چکے تھے۔ اب عمران وہیں ساکت نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے رسک لیا اور پھر کسی چھلاوے کی طرح اونچا ہوا اور دوسرے لمحے چوڑی دیوار کے اوپر لیٹ چکا تھا۔

"ارے مجھے دیوار کے اوپر کوئی حرکت محسوس ہوئی ہے"

اچانک ایک سپاہی کے منہ سے خراش سی نکلی اس وقت اس کی نظر

شاید اوپر پڑ گئی تھی۔

"دیوار کے اوپر۔" ۔۔۔۔ دوسرے سپاہی نے چونک کر کہا اور دونوں رک گئے۔

"ٹارچ کی روشنی ڈالو۔" ۔۔۔۔ ایک سپاہی نے دوسرے کو تحکمانہ لہجے میں کہا۔ کیونکہ ٹارچ دوسرے کے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی تھی۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ ٹارچ جلاتا اچانک سائرن کی آوازوں نے فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا اور سپاہی ٹارچ کا بٹن دبانے سے رک گیا۔ انہیں معلوم تھا کہ دشمن کے جہاز چند لمحوں میں ان کے سروں پر پہنچ سکتے ہیں اور ٹارچ کی روشنی کے نتائج کہاں تک بھی نکل سکتے ہیں۔

"تمہارا وہم ہوگا۔" دوسرے سپاہی نے کہا۔ ادھر ان کے رک جانے کی بنا پر ساتھ کے علاقے میں گشت کرنے والے سپاہی بھی ادھر آ گئے۔ ظاہر ہے کہ ان کے قدموں کی دھمک خاموش ہو گئی تھی۔

"کیا بات ہے ۔۔۔۔ تم کیوں رک گئے؟" ۔۔۔۔ ان میں سے ایک نے تیز لہجے میں پہلے والے سپاہیوں سے سوال کیا۔

"مجھے دیوار کے اوپر کسی قسم کی حرکت محسوس ہوئی ہے۔" سپاہی نے جواب دیا۔ سائرن اب پورے زور و شور سے بج رہا تھا۔ اس لئے سپاہیوں کو اونچی آواز میں بات کرنا پڑ رہی تھی۔

"حرکت کیا ہو سکتی ہے۔ تمہیں وہم ہوا ہوگا۔ چلو گشت کرو۔ اور اب چیک کرنا کہیں دشمن چھاتہ بردار نہ اتار دے کیونکہ ایسی اندھیری رات سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے ۔۔۔۔" آنے والے نے جو شاید انچارج تھا سخت لہجے میں کہا اور گشت پھر شروع ہو گئی۔

عمران نے اطمینان کا سانس لیا وہ بال بال بچا تھا۔ کیونکہ اگر ٹارچ روشن ہو جاتی تو دیوار کے اوپر تو شاید اس کی موجودگی کا پتہ نہ چلتا۔ البتہ نیچے دیوار کے ساتھ اس کے قدموں کے نشانات انہیں ضرور ہوشیار کر دیتے اور عمران کا تمام پروگرام درہم برہم ہو کر رہ جاتا۔

سائرن یوں بج رہا تھا جیسے کوئی خلائی گویا اپنے فن کا مظاہرہ کر رہا ہو۔ عمران نے دوسری طرف نظریں دوڑائیں۔ ایک وسیع لان کے بعد اصل عمارت موجود تھی ۔۔۔۔ عمران کو معلوم تھا کہ عمارت کے برآمدے اور چھت پر بھی مسلح پہرہ موجود تھا۔ اس لحاظ سے دیوار پر اس کی حرکت بھی چیک کی جا سکتی تھی۔ اور اگر وہ رسی کے ذریعے نیچے اترے تو برآمدے میں موجود سپاہی اسے یقیناً چیک کر لیتے ۔۔۔۔ چنانچہ اس نے سائرن کے بے پناہ شور سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ دوسرے لمحے اس نے بڑے محتاط انداز میں آنکڑے کو دیوار سے علیحدہ کیا اور پھر اس نے آہستہ سے لپٹی ہوئی رسی کا گچھا غیر محسوس انداز میں جیب میں گھسیڑ دیا ۔۔۔۔ سائرن اب دم توڑ رہا تھا۔ دیوار خاصی بلند تھی اور عمران جانتا تھا کہ وہ کتنی بھی کوشش کرے اس کے گرنے سے ہونے والا دھماکہ خاصا زوردار ہوگا ۔۔۔۔ ابھی وہ سوچ رہا تھا کیا کرے اور کیا نہیں کہ اسے سر پر بمبار طیاروں کی گونج محسوس ہوئی۔ دشمن کے طیارے دارالحکومت پر حملہ آور ہو چکے تھے۔ ویسٹ ونگ پر لڑائی شروع ہوئے چند ہی گھنٹے ہوئے تھے اور ابھی تک فضائیہ حرکت میں نہیں آئی تھی ۔۔۔۔ یہ پہلا فضائی حملہ تھا اور عمران جانتا تھا کہ اب پھر پوری جنگ شروع ہو چکی ہے اب صدر مملکت سے اس کا ملنا بے حد ضروری ہو چکا تھا۔ عمران کو اس صورت حال پر ہنسی آ رہی تھی کہ وہ اپنے

رہی مارک میں ایک ٹھو جیسی بااثر شخصیت ہونے کے باوجود چوہوں کی طرح پریذیڈنٹ ہاؤس میں داخل ہو رہا تھا ـــــ اب طیارہ شکن توپوں کے شعلوں نے آسمان پر آتش بازی شروع کر دی تھی اور ان سے پیدا ہونے والی روشنیوں نے ماحول پر طاری گھمبیر اندھیرے کا دامن چاک کر دیا تھا۔ گو شکر ہے کہ طیارہ شکن توپیں پریذیڈنٹ ہاؤس سے خاصی دور تھیں اس لئے یہاں اتنی روشنی نہیں تھی ـــــ اور پھر عمران کو طیاروں کے غوطہ مارنے کی آواز کانوں میں پڑتے ہی پتہ چل گیا تھا کہ طیارہ بم گرانے کے لئے نیچے آ رہا ہے۔ دوسرے لمحے اس نے بھی چھلانگ لگا دی اور پھر اس کا خیال بالکل درست نکلا ـــــ جیسے ہی اس کے قدم زمین سے لگے اسی لمحے ایک خوفناک دھماکے سے پورا دارالحکومت گونج اٹھا۔ ظاہر ہے عمران کے خوفناک دھماکوں میں اس کے گرنے سے پیدا ہونے والا دھماکہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا ـــــ چنانچہ کسی کو محسوس بھی نہیں ہوا اور عمران وہیں دیوار کی جڑ کے ساتھ ہی دبک گیا۔ بموں کے دو چار اور دھماکے ہوئے اور پھر فضا میں سکوت طاری ہو گیا۔ طیارہ شکن توپیں بھی یکدم خاموش ہو گئی تھیں ـــــ عمران کو طیاروں کی واپسی کی آواز جب چند لمحے تک نہ سنائی دی تو وہ سمجھ گیا کہ دشمن کے تمام طیارے مار گرائے گئے ہیں۔ پھر اس کے اندازے کی تصدیق ہو گئی۔ کیونکہ چند لمحوں بعد فتح کا سائرن فضا میں گونجنے لگا تھا۔

عمران تیزی سے آگے بڑھا اور پھر وہ رینگتا ہوا اصل عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ اسے علم تھا کہ صدر مملکت اس وقت بم پروف تہہ خانے میں موجود ہوں گے ـــــ اس کا رخ اس کھڑکی کی طرف تھا جو اسے سامنے

نظر آ رہی تھی۔ برآمدے کی طرف رخ کرنے کی اس نے حماقت ہی نہیں کی تھی۔ جلد ہی وہ کھڑکی کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر کھڑکی پر دباؤ ڈالا اور پھر یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ یہ صریحاً حفاظتی اقدامات کے خلاف تھا ـــــ لیکن یہ خلاف ورزی اس وقت عمران کے حق میں نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئی تھی۔ کیونکہ قریب ہی برآمدے میں سپاہی موجود تھے اور اگر اسے شیشہ کاٹنا پڑتا تو ان لوگوں کے چونک جانے کا خاصا امکان تھا ـــــ عمران نے کھڑکی کھول کر ادھر ادھر دیکھا اور دوسرے لمحے وہ کسی لنگور کی طرح کھڑکی کراس کر گیا۔ کھڑکی کراس کرتے ہوئے اس نے ہلکی سی آہٹ بھی نہ پیدا ہونے دی۔ اندر کمرے میں پہنچ کر وہ چند لمحے سانس روکے پڑا رہا ـــــ پھر اس نے اٹھ کر بڑی احتیاط سے کھڑکی دوبارہ بند کر دی۔ اس کی آنکھیں اب اندھیرے سے قطعی طور پر مانوس ہو چکی تھیں۔ اس لئے اسے ہر چیز بخوبی نظر آ رہی تھی۔

کمرہ خالی تھا اور سامنے ایک بغلی دروازہ نظر آ رہا تھا۔ عمران تیزی سے اس دروازے کی طرف بڑھا اور پھر اس نے جیب سے ایک مڑی ہوئی تار نکالی اور دروازہ چند لمحوں بعد ہی کھلتا چلا گیا ـــــ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ عمران اس کمرے سے پہلے کئی دفعہ پریذیڈنٹ ہاؤس میں آ چکا تھا۔ اس لئے تمام محل وقوع کا اسے بخوبی علم تھا۔ اس کمرے سے ہو کر وہ ایک گیلری میں آ گیا ـــــ اور پھر گیلری میں لٹکے ہوئے ایک گملے کو اس نے تیزی سے پہلے بائیں طرف دبایا اور پھر دائیں طرف چند لمحوں تک مخصوص انداز میں وہ ایسا کرتا رہا پھر ایک ہلکی سی سرسراہٹ کی آواز گونجی اور گیلری کا فرش درمیان سے ہٹتا چلا گیا اب وہاں نیچے جاتی ہوئی

سیڑھیاں صاف نظر آ رہی تھیں۔ اگر عمران کو اس راستے کا پہلے علم نہ ہوتا تو فرشتے بھی کبھی اس راستے کا پتہ نہ چلا سکتے۔ یہ راستہ انسانی نفسیات کو سامنے رکھ کر بنایا گیا تھا ——— عموماً تہہ خانے کے راستے کمروں میں بنائے جاتے ہیں اور جو بھی شخص راستہ تلاش کرتا وہ یقیناً کمروں میں ہی ڈھونڈتا اور کسی کو خیال ہی نہیں آ سکتا تھا کہ کھلی گیلری میں بھی تہہ خانے کا راستہ ہو سکتا ہے۔

عمران تیزی سے سیڑھیاں اترتا چلا گیا جیسے ہی اس نے آخری سیڑھی پر قدم رکھا اوپر فرش برابر ہو گیا۔ سامنے سپاٹ دیوار تھی۔ عمران نے دیوار پر ہاتھ پھیرا اور پھر ایک مخصوص جگہ پر اس نے انگلی سے پاکیشیا لفظ لکھا ——— جیسے ہی اس کی انگلی نے پاکیشیا کا لفظ مکمل کیا۔ سپاٹ دیوار درمیان سے کھل کر دائیں بائیں سمٹتی چلی گئی۔ سامنے ایک لوہے کا دروازہ تھا۔ عمران نے اس پر مخصوص انداز میں تین بار دستک دی ——— چند لمحوں بعد لوہے کے دروازے میں سے ایک چھوٹا سا رخنہ ہوا۔ اور اس میں سے دو آنکھیں جھانکنے لگیں۔ عمران کے چہرے پر نقاب چڑھا ہوا تھا۔

"کون ہے؟" ——— دوسری طرف سے ایک کرخت آواز سنائی دی۔

"ایکس ٹو" ——— عمران نے پر وقار لہجے میں جواب دیا۔ اسے علم تھا کہ نچلے عملے کو ایکس ٹو کی بیرونی کا علم نہیں ہوگا۔ اس لئے وہ آسانی سے اندر جا سکے گا۔ اور نتیجہ اس کی توقع کے عین مطابق نکلا۔ اس کے منہ سے جیسے ہی ایکس ٹو کا لفظ نکلا دروازہ پوری تیزی سے کھلا جیسے اگر چند لمحے کی بھی دیر ہو گئی تو شاید کیا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا ..... دروازے کی دوسری

طرف ایک مسلح باوردی آدمی موجود تھا۔ اس نے بڑے بھرپور انداز میں عمران کو سیلوٹ کیا اور عمران باوقار انداز میں سر ہلاتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک طویل گیلری تھی ——— اس کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ دوبارہ بند ہو گیا۔ عمران باوقار انداز میں چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ گیلری آگے جا کر مڑ گئی۔ اب یہاں ایک اور دروازہ تھا۔ عمران نے اس پر دستک دی اور پھر ایکس ٹو کا لفظ اس کے منہ سے نکلا جادو کا سا کام کر گیا ——— عمران آگے بڑھتا چلا گیا۔ سامنے ایک دروازے کے باہر باقاعدہ مسلح پہرہ تھا۔ عمران سمجھ گیا کہ اس کمرے میں صدر مملکت موجود ہیں۔ عمران کے قریب پہنچتے ہی پہرہ داروں نے اپنی مشین گنوں کا رخ اس کی طرف کر لیا۔

"کوڈ ورڈ" ——— ایک سپاہی نے کرخت آواز میں کہا۔

"ایکس ٹو" ——— عمران نے باوقار لہجے میں کہا۔

"ثبوت" ——— سپاہی نے اسی لہجے میں کہا۔ اور عمران نے کوٹ کا کالر پلٹ دیا۔ وہاں ایک سرخ بیج چمک رہا تھا۔ بیج کو دیکھتے ہی سپاہیوں نے بڑی پھرتی سے سیلوٹ مارا اور ایک نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ اور عمران اس میں داخل ہو گیا ——— یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جس میں صدر مملکت کا پی اے بیٹھا ہوا تھا۔

عمران جیسے ہی اندر داخل ہوا وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا عمران اس کے سر پر جا پہنچا۔ دوسرے لمحے عمران کا ہاتھ بلند ہوا اور پی اے بغیر کوئی آواز نکالے کرسی سے لڑھک گیا ——— اس کی کنپٹی پر پڑنے والے مخصوص ہاتھ نے اسے چیخنے کا بھی موقع نہ دیا تھا۔ عمران اطمینان سے مڑ کر صدر مملکت کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

سامنے ایک بڑی سی میز کے پیچھے صدر مملکت موجود تھے۔ اور عمران کی خوش قسمتی کہ وہ اس وقت بالکل اکیلے تھے۔

عمران جیسے ہی اندر داخل ہوا صدر مملکت چونک پڑے۔ ان کی میز پر شراب کی بوتل اور جام موجود تھا اور صدر مملکت کے چہرے سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ مسلسل پی رہے ہیں۔

"کون ہو تم" ۔۔۔ صدر مملکت نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"ایکسٹو" ۔۔۔ عمران نے باوقار لہجے میں کہا اور میز کے سامنے پڑی ہوئی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

صدر مملکت نے تیزی سے ہاتھ میز کے نیچے لے جانا چاہا مگر دوسرے لمحے عمران کے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا۔

"کسی کو بلانے کی حماقت نہ کیجئے آپ سے چند باتیں کرنے آیا ہوں"

عمران نے بڑے کرخت لہجے میں کہا۔

اور صدر مملکت ریوالور دیکھ کر ایک لمحے کے لئے تو سن ہو کر رہ گئے۔ مگر دوسرے لمحے ان کے چہرے پر غصے کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ ان کا ہاتھ اب رک گیا تھا۔

"تم مجھے دھمکی دے رہے ہو ۔۔۔ اور پھر تمہیں مجھ پر ریوالور نکالنے کی جرأت کیسے ہوئی" ۔۔۔ صدر مملکت کے لہجے میں سانپ کی سی پھنکار تھی۔

"صرف اس لئے کہ آپ کوئی غلط حرکت نہ کریں اور اطمینان سے میری بات سن لیں" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"مسٹر ایکسٹو ۔۔۔ اب تمہاری کوئی سرکاری حیثیت نہیں ہے۔

اور پھر تم اس وقت مجرم ہو، نجانے تم یہاں تک کیسے پہنچے۔ میں پورے حفاظتی عملے کو برطرف کر دوں گا" ۔۔۔ صدر مملکت کے لہجے میں بھیانک پن انگڑائیاں لے رہا تھا۔

"آپ کے حفاظتی دستے کو میرے وجود کا قطعی علم نہیں ہے۔ اور پھر ایکسٹو کو کہیں آنے جانے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی"

عمران نے جواب دیا۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو جلدی کہو ۔۔۔ میں اس وقت بے حد مصروف ہوں" ۔۔۔ صدر مملکت نے بے بسی سے کہا۔

"جناب ۔۔۔ سب سے پہلے میں آپ سے یہ پوچھنے آیا ہوں کہ ایسٹ ونگ پر جنگ کی کیا پوزیشن ہے اور آپ کی آئندہ پالیسی کیا ہے؟"

عمران نے پوچھا۔

"تم اس معاملے میں سوال کرنے والے کون ہو اور تمہارا اس فوجی راز سے کیا تعلق ہے ۔۔۔ کیا تم ہوش میں ہو" ۔۔۔ صدر مملکت پھٹ پڑے۔

"میں تو ہوش میں ہوں صدر محترم ۔۔۔ مگر آپ ہوش میں نہیں ہیں۔ میں آپ کو بتلاؤں کہ آپ پاکیشیا کے قومی مفاد سے کھیل رہے ہیں۔ آپ غیر ملکی طاقتوں کے ہاتھوں بک چکے ہیں۔ آپ پاکیشیا کا سودا کر رہے ہیں اور میں آپ کو بتلاؤں کہ اس ملک کے شہری خوددار ہیں ان کی قسمتوں سے کوئی نہیں کھیل سکتا" ۔۔۔ عمران بھی جذبات میں آ گیا۔

"آپ مجھ پر الزامات لگا رہے ہیں آپ کو شاید علم نہیں کہ ملک کے صدر پر الزامات لگانے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے" ۔۔۔ صدر مملکت نے بڑے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"صدر محترم ——— یہ الزامات نہیں ——— حقیقت ہے۔ آپ کو شاید میرے بارے میں علم نہیں ہے۔ اگر آپ نے پاکیشیا کے خلاف سازش جاری رکھی تو صدر محترم ——— میں آپ کو کھلے الفاظ میں بتلاؤں کہ آپ کا انجام انتہائی بھیانک ہوگا۔ اور آپ کو اس کی عبرتناک سزا بھگتنا پڑے گی" ——— عمران کو شاید ضرورت سے کچھ زیادہ ہی غصہ آگیا تھا۔

"شٹ اپ ——— تم ایک حقیر کیڑے مجھے دھمکا رہے ہو ——— تم اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہو۔ میں اس ملک کا مطلق العنان صدر ہوں۔ میں تمہیں مسل کر رکھ دوں گا۔ تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکتے" ——— صدر مملکت غصے کی شدت سے اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

"آرام سے بیٹھیں ——— میں جانتا ہوں کہ آپ اپنے پی اے کو ملانے کے لئے زور سے بول رہے ہیں۔ لیکن وہ آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ میں اسے طویل عرصے کے لئے بے ہوش کر چکا ہوں" ——— عمران نے بڑے نرم اور اطمینان سے بھرے لہجے میں جواب دیا۔

اور صدر مملکت یوں کرسی پر دوبارہ بیٹھ گئے۔ جیسے غبارے سے ہوا نکل گئی ہو۔

"تم کیا چاہتے ہو؟" ——— اس بار ان کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"آپ اگر جذبات میں نہ آئیں اور اطمینان سے میری بات سن لیں تو بہتر ہے ——— میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ مگر آپ نے میری مرضی کے خلاف کوئی حرکت کی تو میرا نشانہ بے خطا ہے"! عمران نے ریوالور کو سیدھا کرتے ہوئے کہا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ دشمنوں نے ملک پر حملہ کیا ہوا ہے۔ اور میں پہلے ہی

پریشان ہوں۔ تمہیں چاہئے کہ جلد از جلد جو کچھ کہنا ہے کہہ کر چلے جاؤ" ——— صدر مملکت نے اس بار انتہائی نرم لہجے میں جواب دیا۔

"صدر مملکت ——— مجھے آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تقریباً پندرہ منٹ ہو چکے ہیں۔ ملک پر دشمنوں نے حملہ کیا ہوا ہے اور مجھے حیرت ہے کہ یہاں بیٹھے ہوئے آپ اب تک ذہنی کر رہے ہیں۔ اس دوران جرنلوں نے آپ سے ایک بار بھی رابطہ قائم نہیں کیا ——— اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ انہوں نے سب کچھ غیر ملکی طاقتوں کے ہاتھ سونپ دیا ہے اب وہ آپ کو صرف فائنل پنچ کے لئے استعمال کریں گے" ——— عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

صدر مملکت چند لمحے خاموش بیٹھے رہے جیسے وہ کسی گہری سوچ میں ہوں۔ پھر ان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نمایاں ہو گئے۔

"مسٹر ایکس ٹو ——— آپ سچ کہتے ہیں میں نادانستگی میں ایک گہری سازش میں پھنس چکا ہوں۔ جس سے نکلنے کا مجھے کوئی راستہ نہیں ملتا۔ بعض اوقات جب میرا ضمیر جاگتا ہے تو میں یہ سوچ کر ہی کانپ جاتا ہوں کہ میں نے ملک کو کیا بنا دیا ——— مگر اب میرے ہاتھ میں کچھ نہیں رہا" ——— صدر مملکت نے بے بس لہجے میں جواب دیا۔ شاید یہ وہی لمحے تھے جب ان کا ضمیر جاگ اٹھا تھا۔

"محترم صدر ——— آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ مجھے ان حالات کا پہلے ہی علم ہے اور میں اسی لئے چھوٹی سی چھیڑ کے آپ سے ملنے آیا تھا کہ آپ کو ہوشیار کر دوں۔ اب بھی موقع ہے کہ آپ حالات کو سنبھال لیں اب

بھی یہ ملک تاریخ کی بدترین رسوائی سے بچ سکتا ہے" ــــ عمران کے لہجے میں بھی نرمی عود کر آئی تھی۔

"مجھے بتلایئے کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ یقین کیجئے میں پوری سچائی سے آپ کے مشورے پر عمل کروں گا۔ چاہے اس میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے" ــــ صدر مملکت کے لہجے میں عجیب سا اعتماد تھا۔

"تو سنیئے ــــ کہ سب سے پہلے اپنے جنرلوں کو حکم دیجئے کہ وہ بھرپور طور پر اپنے ملک کا دفاع کریں اور جتنا ممکن ہو سکے دشمن کو دبا کر ایڈوانس کریں" ــــ عمران نے جواب دیا۔

"آپ نہیں سمجھتے ــــ اس وقت چوٹی کے تمام جنرل دشمنوں کے ہاتھوں بک چکے ہیں۔ صرف ایک دو جنرل ایسے ہیں جو مخلص ہیں مگر وہ اکیلے کچھ نہیں کر سکتے" ــــ صدر نے جواب دیا۔

"دوسری صورت یہ ہے کہ آپ فوراً مسٹر سیف علی کو اقوام متحدہ بھیج دیں تاکہ وہ جنرل اجلاس میں دیگر ملکوں کی حمایت حاصل کر کے جنگ بندی کی قرارداد منظور کرا لیں ــــ اس طرح جنگ فوری طور پر رک جائے گی اور بعد میں مسائل کا سیاسی حل نکالا جا سکتا ہے" ــــ عمران نے ایک اور تجویز پیش کی۔

"ہاں ــــ یہ ہو سکتا ہے ــــ مگر مجھے امید کم ہے کہ مسٹر سیف علی کچھ کامیابی حاصل کر سکیں کیونکہ تقریباً تمام بڑی طاقتیں اس سازش میں شریک ہیں اور آپ کو شاید علم نہیں کہ آج رات مسٹر سیف علی کو قتل کر دینے کا پروگرام تیار ہو چکا ہے" ــــ صدر نے ایک اور انکشاف کیا۔

"اس بات کی آپ فکر نہ کریں۔ میرے آدمی مسٹر سیف علی کی حفاظت کر رہے ہیں۔ وہ انہیں یقیناً بچا لیں گے۔ بہرحال آپ انہیں آرڈر دے دیں" عمران نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ــــ میں آرڈر دے دیتا ہوں" ــــ صدر مملکت نے جواب دیا۔

"اور مسٹر سیف علی کی معرفت حکومت شوگران سے اپیل کیجئے کہ وہ ایسٹ ونگ کا دفاع کرے کیونکہ یہی ایک صورت ہے کہ ایسٹ ونگ کو بچایا جا سکتا ہے" ــــ عمران نے ایک اور تجویز پیش کی۔

"ٹھیک ہے ــــ میں ابھی اس سلسلے میں مسٹر سیف علی سے بات کرتا ہوں مگر مسٹر سیف علی اس بات پر راضی بھی ہوں گے یا نہیں" صدر مملکت نے کہا۔

"پاکیشیا کو بچانے کے لئے وہ ہر بات پر راضی ہو جائیں گے آپ بے فکر رہیں" ــــ عمران نے جواب دیا۔

"اور کوئی تجویز" ــــ صدر مملکت نے سوال کیا۔

"آپ فوری طور پر سیکرٹ سروس کو بحال کر دیں تاکہ ہم سرکاری اختیارات استعمال کر کے دشمنوں سے مقابلہ کر سکیں" ــــ عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے ــــ میں کل ہی سیکرٹ سروس کی بحالی کے احکامات جاری کر دوں گا" ــــ صدر مملکت مکمل طور پر ایکسٹو کے سامنے ہتھیار ڈال چکے تھے۔

"بس آپ ان باتوں پر عمل کیجئے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ دشمنوں کی

سازش ناکام ہو جائے گی"۔۔۔۔ عمران نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"نگران احکامات کے جاری ہوتے ہی میری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی"۔۔۔ صدر مملکت نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"آپ کی زندگی کی میں ضمانت دیتا ہوں آپ نہیں سمجھتے آپ کو وہ ختم نہیں کر سکتے۔۔۔ کیونکہ فائنل پنچ کے لئے وہ آپ کو استعمال کریں گے۔ اس سے پہلے وہ آپ کو ختم کر کے اپنی سازش کا تار پود کیسے بکھیر سکتے ہیں"۔ عمران نے جواب دیا۔

"فائنل پنچ سے آپ کا کیا مطلب ہے"۔۔۔ صدر مملکت نے پوچھا۔

"آپ بات سمجھتے کیوں نہیں۔۔۔ ایسٹ ونگ میں ہتھیار ڈلوانے کے آرڈر وہ آپ سے دلوائیں گے اور پھر ویسٹ ونگ کا شیرازہ بکھیرنے کا کام بھی انہوں نے آپ سے لینا ہے۔۔۔ اگر وہ آپ کو ختم کر دیں تو ظاہر ہے کہ کوئی دوسرا جنرل یا پھر مسٹر سیف علی آپ کی جگہ لے لے گا اور انہیں نئے سرے سے خریدنا ایک پرابلم ہو گا"۔۔۔ عمران نے تفصیل بتائی۔

"ٹھیک۔۔۔ میں سمجھ گیا ہوں۔۔۔ میں آپ کی تجویزوں پر عمل کروں گا"۔۔۔ صدر مملکت نے جواب دیا۔

"میں اب واپس جاتا ہوں۔۔۔ آپ کے لئے یہ آخری موقع ہے کہ آپ سنبھل جائیں۔ اگر آپ نے اب بھی منافقت سے کام لیا تو پھر۔۔۔۔۔"
عمران نے جان بوجھ کر فقرہ نامکمل چھوڑ دیا۔

"آپ بے فکر رہیں۔۔۔ میں آرڈر ضرور دے دوں گا۔ اب اس کے کیا نتائج نکلتے ہیں یہ وقت بتائے گا"۔۔۔ صدر نے جواب دیا۔

"او۔ کے"۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اب اسے عجب کہ واپس جانے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ واپس جاتے وقت اسے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔۔۔ آتے وقت تو اسے یہ خطرہ تھا کہ اگر اس کی آمد کی اطلاع صدر مملکت کو پہنچ گئی تو وہ کسی قیمت پر ملنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے بلکہ اسے کوئی مروا دینے کی کوشش بھی کریں گے۔ مگر اب وہ آسانی سے واپس جا سکتا تھا۔

سلیمان تیزی سے کیپٹن شکیل کے کمرے سے نکل کر واپس ہال میں پہنچا اور اس نے ایک ہی نظر میں براؤن سوٹ والے کو تاڑ لیا۔ جس کی اس نے نگرانی کرنی تھی۔۔۔ ـــــ اسے زندگی میں پہلی بار جاسوسی کرنے کا موقع ملا تھا اور وہ اس فرض کو بخوبی نبھانا چاہتا تھا۔۔ اس سے پہلے وہ عمران اور سیکرٹ سروس کے دیگر ممبران کے کارنامے سن سن کر سوچتا رہتا تھا کہ کاش اسے بھی ایسا کوئی موقع ملے اور اب اسے موقع مل چکا تھا ـــــ ان لوگوں کی باتیں سن سن کر اسے اتنا تو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ لوگ تعاقب اور نگرانی میں کیا کیا طریقے استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ اب وہ یہ موقع ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا ـــــ براؤن سوٹ والے کو دیکھتے ہی وہ وہاں میں ٹھہرنے کی بجائے ہال سے باہر نکلتا چلا گیا۔ کیوں کہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ وہ بیرے کو بل دے رہے تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ اب اٹھنے ہی والے ہیں ـــــ ہال سے باہر نکل کر وہ سیدھا پارکنگ شیڈ کی طرف بڑھا۔ اور پھر اس نے پارکنگ کے کیدار کو جو ایک کونے میں بیٹھا آگ تاپ رہا تھا ایک نوٹ پکڑا دیا۔

"جی صاحب" ـــــ چوکیدار نے نوٹ دیکھ کر تیزی سے اسے سیلوٹ کیا۔

"ایک کام کرو گے" ـــــ سلیمان نے صاحب کا لفظ سنتے ہی اکڑ کر ٹائی درست کرتے ہوئے کہا۔

"حکم کیجئے جناب" ـــــ چوکیدار نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔ اسے معلوم تھا کہ نوٹ بخشش دینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ناجائز کام کروانا چاہتا ہے۔ ہوٹل کی ملازمت میں اسے بے شمار تجربے ہو چکے تھے۔ اس لئے وہ رقم کی بنا پر ہر کام کرنے کے لئے تیار رہتا تھا۔

اسی لمحے گیٹ سے براؤن کوٹ والا اور پتلے سوٹ والا باہر نکلے وہ دونوں برآمدے کی تیز لائٹس کے نیچے کھڑے کچھ باتیں کر رہے تھے۔

"یہ جو سامنے براؤن کوٹ والا کھڑا ہے۔ اس کی کار کون سی ہے کیا تمہیں علم ہے" ـــــ سلیمان نے چوکیدار سے پوچھا۔

"جی ہاں ـــــ اتفاق سے ان کو گاڑی پارک کرنے کے لئے مناسب جگہ نہیں مل رہی تھی میں نے ان کی مدد کی تھی۔ اس لئے مجھے یاد رہ گیا کہ ان کی کون سی گاڑی ہے" ـــــ چوکیدار نے جواب دیا۔

"باتیں مت کرو بڑے میاں ـــــ گاڑی بتاؤ" ..... سلیمان نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"وہ صاحب جو پرے کونے میں سفید رنگ کی بڑی گاڑی کھڑی ہے" چوکیدار نے جلدی سے اسے گاڑی دکھلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــــ تم اپنا کام کرو" ـــــ سلیمان نے سخت لہجے میں اس سے کہا۔

اور پھر تیزی سے سفید گاڑی کی طرف مڑ گیا۔ چوکی دار کندھے جھٹک کر دوبارہ آگ تاپنے میں مصروف ہو گیا۔

سلیمان مختلف گاڑیوں کی آڑ لیتا ہوا تیزی سے سفید گاڑی کی طرف بڑھا اور پھر اس نے ایک لمحے میں جانچ لیا کہ ڈگی اتنی بڑی ہے کہ وہ اس میں آسانی سے سما سکتا ہے۔ ـــــ چنانچہ اس نے جیب سے ایک تار نکالا اور پھر وہ ڈگی کے تالے پر جھک گیا۔ چند ہی لمحوں میں وہ تالا کھول چکا تھا۔ چنانچہ اس نے ڈگی تھوڑی سی کھولی اور پھر سانپ کی طرح اندر رینگ گیا۔۔۔ ڈگی کو اس نے اتنا تھوڑا سا اٹھا رکھا تھا کہ ہوا کا راستہ رہ جائے اور تالا دوبارہ بند نہ ہو جائے۔

ابھی اسے ڈگی میں گھسے چند ہی لمحے ہوئے تھے کہ گاڑی کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ وہ دم سادھے پڑا رہا۔ ایک لمحے بعد گاڑی سٹارٹ ہوئی اور پھر تیزی سے آگے بڑھ گئی۔۔ ـــــ ڈگی کی درز سے وہ باہر کا ماحول بخوبی دیکھ رہا تھا۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد گاڑی ایک بڑی کمرشل بلڈنگ کے باہر رک گئی پھر دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنائی دی اور قدموں کی مدھم سی چاپ کے بعد خاموشی چھا گئی۔

سلیمان نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر براہ راست سامنے کسی کو نہ پا کر وہ انتہائی تیزی سے ڈگی سے باہر نکل آیا۔ اس نے یہ کام اتنی پھرتی سے کیا کہ شاید اس کے ڈگی سے نکلنے کو کسی نے بھی چیک نہیں کیا ہو گا۔

ڈگی کا ڈھکن بند کرنے کے بعد اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر وہ کمرشل بلڈنگ کے اندر داخل ہو گیا۔ اس نے کپڑوں پر لگی ہوئی مٹی جھاڑی

اب مسئلہ تھا کہ آیا وہ نیچے ٹھہر کر ہی انتظار کرے یا اوپر جائے مگر اسے علم نہیں تھا کہ وہ براؤن کوٹ والا اوپر کون سی منزل پر گیا ہے اسے خطرہ تھا کہ اگر وہ ویسے ہی ادھر ادھر بھٹکتا رہا تو کہیں براؤن کوٹ والا اس کی نظروں سے بچ کر واپس نہ چلا جائے ـــــ چنانچہ اس نے نیچے ٹھہر کر اس کا انتظار کرنے کا فیصلہ کیا۔ بلڈنگ کے گراؤنڈ فلور پر مختلف دکانیں تھیں وہ گھوم پھر کر ان پر پڑی ہوئی چیزوں کو دیکھنے لگا جیسے وہ فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ کیا خریدے اور کیا نہ خریدے۔

ابھی اسے وہاں رکے ہوئے دس بارہ منٹ ہی ہوئے تھے کہ اس نے نیلے سوٹ والے کو اندر داخل ہوتے دیکھا۔ وہ چونک پڑا۔ نیلے سوٹ والا ادھر ادھر دیکھتے ہوئے تیزی سے لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔۔۔ سلیمان اس وقت لفٹ کے قریب ہی تھا۔ اس نے نیلے سوٹ والے کو لفٹ والے کو تیسری منزل پر چلنے کا حکم صاف سنا تھا۔ اسی لمحے اس نے دیکھا کہ کیپٹن شکیل بھی اندر داخل ہوا۔

لفٹ چونکہ مین گیٹ کے قریب ہی تھی اس لئے کیپٹن شکیل نے بھی تیسری منزل کا لفظ سن لیا ہو گا۔ اور پھر اس نے کیپٹن شکیل کو دوسری لفٹ کی طرف تیزی سے بڑھتے دیکھا ـــــ کیپٹن شکیل یقیناً اس کے پیچھے اوپر جا رہا تھا۔

نیلے سوٹ والے کو لے جانے والی لفٹ جب واپس آئی تو سلیمان نے بھی اوپر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ چند ہی لمحوں بعد وہ تیسری منزل پر موجود تھا۔ ـــــ جیسے ہی سلیمان نے لفٹ سے باہر قدم رکھا اس نے کیپٹن شکیل کو سامنے ویٹنگ روم کے دروازے کے کی ہول سے اندر جھانکتے دیکھا۔

اور پھر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے کمرے کا دروازہ کھلا اور کیپٹن شکیل اٹھ کھڑا ہو کر اندر چلا گیا۔ سلیمان سمجھ گیا کہ کیپٹن شکیل کسی مشکل میں پھنس گیا ہے۔ وہ محتاط طریقے سے قدم اٹھاتا ہوا اس دروازے کی طرف بڑھا۔ اور پھر جیسے ہی وہ دروازے کے قریب پہنچا ——— اس نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھا اور پھر کی ہول سے آنکھ لگا دی۔ اندر کا منظر دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ کیپٹن شکیل درمیان میں ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا اور تین آدمی ریوالور دل سے کور کئے کھڑے تھے۔ سلیمان ایک طویل سانس لے کر سیدھا ہو گیا ——— بے اختیار اس کے ہاتھ جیب میں گئے۔ اس کی جیب میں عمران کا ریوالور موجود تھا۔ سلیمان کو کسی حد تک اپنے نشانے پر اعتماد بھی تھا کیونکہ عمران کی عدم موجودگی میں کئی بار وہ ساتھ لے کر نشانے بازی کی مشق کر چکا تھا ——— مگر اب تک اس کی تمام تر مشق بے جان چیزوں پر ہوتی تھی اور اب پہلی بار اسے کسی انسان کا نشانہ لینا تھا۔ اس لئے اس کے دل میں دھکڑ پکڑ سی ہو رہی تھی۔

سلیمان ابھی سیدھا ہوا ہی تھا کہ سامنے کمرے کا دروازہ کھلا اور پھر اس میں سے ایک لڑکی باہر نکل آئی۔ لڑکی بے حد خوبصورت تھی۔ سلیمان نے اسے نظر بھر کر دیکھا۔ لڑکی نے ایک لمحے کے لئے سلیمان کو غور سے دیکھا اور پھر مسکرا دی ——— سلیمان ریشہ خطمی ہو کر رہ گیا۔

"آپ کو کس سے ملنا ہے؟" ——— لڑکی نے بڑے دلآویز انداز میں سوال کیا۔

"کک ——— کک ... کسی سے نہیں ——— بس ویسے ہی میں سیر کرنے آ گیا تھا" ——— لڑکی کے سامنے سلیمان کی تمام خود اعتمادی

یک چور ہو کر رہ گئی تھی اور وہ ہونق بنا کھڑا تھا۔ لڑکی اس کی حالت پر بے اختیار مسکرا دی۔

"آئیے ——— تشریف لے آئیے ——— بیٹھ کر چند لمحے باتیں کرتے ہیں" لڑکی نے ایک بھرپور نظر سلیمان پر ڈالتے ہوئے کہا۔ وہ شاید اب تک یہی سمجھی تھی۔ فلرٹ قسم کی لڑکیاں تو ایسے آسامیوں کی ہمیشہ تلاش میں رہتی ہیں ——— چنانچہ اس نے بھی شاید یہی سوچ کر سلیمان کو آفر کی دعوت دے دی۔

"مم ——— مہربانی ——— بس مجھے کام ہے تھوڑا سا ——— لیکن کر" سلیمان سے کوئی جواب نہ بن سکا۔ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ وہ لڑکی کو کیا جواب دے۔

"آئیے نا ——— میں آج آفس میں بالکل اکیلی ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ آج اتوار ہے ——— بس ویسے ہی آ گئی تھی" لڑکی نے آگے بڑھ کر سلیمان کا ہاتھ پکڑ لیا اور سلیمان کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے جسم سے روح نکل گئی ہو۔ اب وہ اس طرح لڑکی کے ساتھ جا رہا تھا۔ جیسے لوہا مقناطیس کے پیچھے لپکتا ہے۔

یہ ایک چھوٹا سا آفس تھا لڑکی نے سلیمان کو ایک صوفے پر بیٹھنے کو کہا۔

"مجھے ڈورین کہتے ہیں ——— آپ کا کیا نام ہے؟" ——— لڑکی نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بڑے دلربا انداز میں سوال کیا۔

"میرا نام سلیمان بی۔ اے۔ ایم۔ اے۔ آئی۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس سی (آکسن) ہے" ——— سلیمان نے قدرے شرماتے ہوئے

جواب دیا۔

"مائی گاڈ!" ــــــ ڈوریا کی آنکھیں سلیمان کی ڈگریاں سن کر پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"یس ... آپ کی خدمت پر کھانا تیار کرنے میں ماہر ہوں"

سلیمان نے بڑے انکسارانہ لہجے میں جواب دیا۔

"کک ... کیا مطلب ــــ کھانا!" ــــ ڈوریا کو حیرت کا ایک اور جھٹکا لگا۔

"جی ہاں ــــ بڑے سے بڑا باورچی میرے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتا"

سلیمان نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ اور ڈوریا کی نظریں سلیمان پر جم سی گئیں ــــ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے پاگل سمجھے یا احمق۔

"یہ تو اچھی بات ہے ــــ ہر مرد کو کھانا پکانا آنا چاہیئے"

آخر ڈوریا نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اپنی صرف۔ مجھے آتا ہے ــــ عمران صاحب کو نہیں آتا اور آپ یقین کریں۔ اگر انہیں آتا ہوتا تو میں آج کسی ہوٹل میں بیرا ہوتا یہ ٹھاٹ بھلا کہاں سے ہوتے" ــــ سلیمان نے جواب دیا۔

"عمران ــــ عمران کون ہے" ــــ ڈوریا نے حیرت سے بھرپور لہجے میں پوچھا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی۔ (آکسن) جن کا میں باورچی ہوں" ــــ سلیمان کھل گیا۔

"آپ باورچی ہیں ــــ کیوں مذاق کرتے ہیں سلیمان صاحب"

ڈوریا نے سمجھا شاید سلیمان اسے بنا رہا ہے۔ اسے سلیمان کے ٹھاٹ دیکھ کر یقین نہیں آرہا تھا۔ اور سلیمان ڈوریا کے سامنے ساری چوکڑی بھول کر اپنی اصلیت پہ آچکا تھا۔

ڈوریا کی بات سن کر سلیمان کو یک دم غصہ آگیا۔ غصہ اس بات پر کہ ڈوریا کو یقین نہیں آرہا تھا اور یہ سلیمان کی توہین تھی کہ یہ لڑکی اسے باورچی سمجھنے پر تیار نہیں تھی۔

"میں مذاق کر رہا ہوں۔ تم مجھے کیا سمجھتی ہو۔ میں خاندانی پشتی باورچی ہوں میرے مقابلے میں دنیا کا کوئی باورچی ٹھہر ہی نہیں سکتا" ــــ سلیمان نے بڑے غصیلے انداز میں جواب دیا۔

"مگر آپ کی ڈگریاں یعنی ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی۔ ایس سی۔ کیسے باورچی ہو سکتا ہے" ــــ لڑکی ابھی تک تذبذب کا شکار تھی۔

"اوہ ــــ تم ڈگریاں سن کر حیران ہو رہی ہو۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی تو میرا باس علی عمران ہے میں تو بی۔ او۔ اے۔ آئی ہوں" ــــ سلیمان نے جیسے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"بی۔ او۔ اے۔ آئی کا کیا مطلب ــــ میں تو سمجھی تھی کہ آپ شاید بی۔ او۔ اے۔ سی میں کوئی آفیسر ہیں" ــــ لڑکی نے جواب دیا۔ ویسے اب وہ قدرے کھسک کر دور ہو بیٹھی تھی۔

"بی۔ او۔ اے۔ سی کیا ہوتا ہے" ــــ سلیمان نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

"ایک ہوائی کمپنی کا نام ہے" ــــ لڑکی نے اس بار قدرے غصیلے لہجے میں جواب دیا۔

"ارے نہیں ـــ بی۔ او۔ اے۔ آئی کا مطلب ہے۔ باورچی آف علی عمران"
سلیمان نے اپنی ڈگریوں کی وضاحت کی۔ اور یا نام ہوا۔ سلیمان باورچی آف علی عمران ایم۔ ایس سی۔ ڈی سی۔ ایس سی (آکسن) ـــــ سلیمان نے پوری وضاحت کرنا ضروری سمجھا۔

"گٹ آؤٹ یو فول" ـــــ لڑکی وضاحت سنتے ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کا چہرہ شرمندگی اور غصے سے سرخ ہو گیا۔

"ارے ارے ـــــ تمہیں کیا ہو گیا۔ سلیمان نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔ اسے سمجھ نہیں آئی کہ لڑکی کا رویہ یک دم کیوں بدل گیا ہے۔

"چلو اٹھو باہر نکلو ـــــ ورنہ میں بلاتی ہوں کسی کو" ـــــ لڑکی نے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور اس سے پہلے کہ سلیمان کچھ سمجھتا۔ لڑکی نے اسے ایک زوردار دھکا دے کر دروازے سے باہر دھکیل دیا ـــــ اور اس کے پیچھے دروازہ ایک دھماکے سے بند ہو گیا۔

"عجیب احمق لڑکی سے پالا پڑا ہے" ـــــ سلیمان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ مگر دوسرے لمحے اسے سامنے والا دروازہ دیکھ کر دوبارہ یاد آ گیا کہ وہ اس وقت کس مقصد سے وہاں موجود ہے۔

چنانچہ سب کچھ ذہن سے جھٹک کر وہ تیزی سے ایک بار پھر دروازے کے کی ہول کی طرف لپکا اور اس لمحے اس نے جیسے ہی کی ہول سے آنکھ لگائی وہ اچھل کر سیدھا ہو گیا ـــــ کیونکہ اندر کی سچویشن انتہائی خطرناک ہو چکی تھی۔ اور جو آواز اس کے کانوں میں پڑی تھی اس سے وہ سمجھ گیا کہ وہ لوگ کیپٹن شکیل کو گولی مارنے والے ہیں۔ چنانچہ اس نے

پھرتی سے جیب سے ریوالور نکالا اور پھر پوری قوت سے دروازے پر ایک لات ماری۔ شاید وہ لڑکی والا غصہ بھی دروازے پر ہی نکالنا چاہتا تھا۔ دوسرے لمحے سلیمان نے ٹریگر دبا دیا ـــــ ایک دھماکہ ہوا اور اس کے سامنے کھڑا ہوا آدمی ایک طویل چیخ مار کر ڈھیر ہو گیا۔ گولی اس کی پشت پر لگی تھی۔ کیپٹن شکیل کے لیے جو ہاتھ اٹھائے کسی موقع کی انتظار میں کھڑا تھا ـــــ اتنا موقع ہی کافی تھا۔ دھماکہ ہوتے ہی وہ سچویشن سمجھ گیا۔ چنانچہ دوسرے لمحے اس نے چھلانگ لگا دی۔ اور پھر تقریباً اڑتا ہوا اس آدمی کی طرف گیا جو ریوالور سامنے سیدھا کر چکا تھا۔ مگر وہ آدمی شاید ضرورت سے زیادہ چوکنا تھا ـــــ کیونکہ کیپٹن شکیل کے چھلانگ لگاتے ہی اس نے تیزی سے کروٹ لی اور کیپٹن شکیل ہوا میں تیرتا ہوا سامنے صوفے پر جا گرا۔ مگر اسی لمحے ایک زوردار دھماکہ ہوا اور ان کے ہاتھ کے ریوالور سے نکلی ہوئی گولی سائیلنسر لگے ریوالور بردار کو جو کہ شکیل سے کرنا ... میں نشانے پر آ گیا تھا چاٹ گئی ـــــ اور اس کے منہ سے لرزہ خیز چیخ نکل گئی۔ سلیمان جو پہلے آدمی کو گرتا دیکھ کر ہوش باختہ ہو چکا تھا۔ دوسری چیخ سنتے ہی اس کے جسم نے ایک جھٹکا کھایا۔ اور لاشعوری طور پر ٹریگر ایک بار پھر دب گیا ـــــ چنانچہ گولی چلی۔ نشانہ اتنا پاس ہی تھا۔ مگر اسی لمحے کیپٹن شکیل اس بار اس کی ٹانگ کھینچ چکا تھا۔ چنانچہ گولی اس آدمی کے سینے پر پڑنے کی بجائے اس کے ہاتھ پر لگی اور اس کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر چلا گیا اور اب وہ کیپٹن شکیل کے نیچے دبا پڑا تھا۔

دھماکوں کی آواز سے پوری بلڈنگ گونج اٹھی تھی۔ چنانچہ اس سے

پہلے کہ سلیمان کچھ سمجھتا اچانک قریب کے دفتر والی ڈور یا دروازے سے نکل کر آ گئی۔

"تم نے قتل کر دیا ـــــ" اندر کا منظر دیکھ کر اس کے حلق سے طویل چیخ نکل گئی اور وہ چیختی ہوئی سیڑھیوں کی طرف لپکی۔ کیپٹن شکیل اس دوران باس کو دو چار ہاتھوں میں بے ہوش کر چکا تھا۔

"سلیمان ـــــ دروازہ بند کر دو" ـــــ اس نے صورت حال کو سمجھتے ہوئے چیخ کر کہا۔ اور سلیمان جو حیرت اور خوف کے مارے سن کھڑا تھا کسی مشین کی طرح حرکت میں آیا اور اس نے دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دی۔

نیلے سوٹ والا اور براؤن کوٹ والا دونوں ٹھنڈے پڑ چکے تھے۔ اور تیسرا آدمی بے ہوش تھا۔

کیپٹن شکیل نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا اور پھر لپک کر وہ سامنے کھڑکی کی طرف بڑھا۔ مگر کھڑکی سے جھانکتے ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ ادھر سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے کیونکہ نیچے دیوار سپاٹ تھی۔

"یہ ساتھ والا کمرہ خالی ہے اس میں صرف ایک تنگ ڈور ہے اور ...... ـــــ" سلیمان نے اسے کچھ سمجھانا چاہا اور کیپٹن شکیل بجلی کی سی تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے دروازہ کھولا اور پھر جھانک کر دیکھا گیلری ابھی تک سنسان تھی البتہ نچلی منزل پر چیخ و پکار کی آوازیں آ رہی تھیں ـــ ساتھ والے کمرے کا دروازہ البتہ کھلا ہوا تھا۔

"جلدی کرو ـــــ اس کمرے میں گھس چلو۔ ابھی لوگ آنے والے

ہوں گے اور ہم پھنس جائیں گے" ـــــ کیپٹن شکیل نے بے ہوش آدمی کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں لپک کر ساتھ والے کمرے میں گھستے چلے گئے۔ اندر داخل ہوتے ہی کیپٹن شکیل نے دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دی ـــــ دوسرے لمحے گیلری لوگوں کے قدموں کی آوازوں اور چیخ و پکار سے گونج اٹھی۔ کیپٹن شکیل کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کدھر سے نکلے وہ اس بے ہوش آدمی کو بھی ساتھ لے جانا چاہتا تھا ـــــ مگر صورت حال یہ تھی کہ خود ان کا صحیح سلامت نکل جانا محال ہو رہا تھا۔ ابھی کیپٹن شکیل اس کشمکش میں تھا کہ کیا کرے اور کیا نہیں کہ اسے کمرے کے انتہائی کارنر میں ایک دروازہ نظر آ گیا۔ اس پر پردہ پڑا ہوا تھا ـــــ اس لئے پہلی نظر میں وہ اسے نظر نہیں آ رہا تھا۔ کیپٹن شکیل نے پھرتی سے دروازے کے ہینڈل کو گھمایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اس میں سے سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ کیپٹن شکیل سیڑھیاں دیکھ کر حیران رہ گیا ـــــ اسے سمجھ نہیں آئی کہ یہ سیڑھیاں کہاں جا رہی ہیں۔ کیا یہ نچلی منزل پر جا رہی ہیں۔ مگر فی الحال چونکہ اس کمرے سے جانے کا راستہ مل گیا تھا اس لئے اس نے زیادہ سوچ بچار کرنا مناسب نہیں سمجھا اور پھر اس نے پھرتی سے دروازے کی چٹخنی کھولی ـــــ اور سلیمان کو پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود اس بے ہوش آدمی کو کاندھے پر اٹھا لیا۔ اور پھر وہ دونوں تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگے۔ سیڑھیاں شیطان کی آنت کی طرح طویل ہوتی چلی جا رہی تھیں ـــــ کیپٹن شکیل نے اندازہ لگایا کہ اب وہ گراؤنڈ فلور کے قریب پہنچنے والے ہیں۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ کمرہ بھی کسی ناجائز کام کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ بہرحال اس وقت

ان کے لئے یہ ایک خدا کی نعمت بن گیا تھا ورنہ وہ کسی بھی قیمت پر وہاں سے نہیں نکل سکتے تھے۔

جلد ہی وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچ گئے۔ یہ کمرہ خالی پڑا ہوا تھا۔ سامنے ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ کیپٹن شکیل نے بڑے احتیاط سے دروازہ کھولا ——— اور پھر باہر جھانکتے ہی اس کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ یہ بلڈنگ کی عقبی گلی تھی جو قطعی سنسان پڑی تھی وہ دونوں باہر نکل آئے۔

"سلیمان تم اسے لے کر اپنی فلیٹ چلو ——— میں موٹر سائیکل پر وہیں آ رہا ہوں" ——— کیپٹن شکیل نے سلیمان سے مخاطب ہو کر کہا وہ شاید سلیمان کو دانش منزل نہیں لے جانا چاہتا تھا۔

"ہمم ——— مگر کس پر لے جاؤں" ——— سلیمان نے پریشان ہو کر کہا۔

"میں تمہیں ٹیکسی پر بٹھا دیتا ہوں" ——— کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر وہ جیسے ہی سڑک پر پہنچے کیپٹن شکیل نے اس آدمی کو زمین پر لٹا دیا۔ دوسرے لمحے اس کے اشارے پر ایک ٹیکسی رک گئی۔

"میرے دوست کو دورہ پڑا ہے اسے ذرا گھر پہنچا دو" کیپٹن شکیل نے ٹیکسی ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا دیا ——— اور کیپٹن شکیل نے بے ہوش آدمی کو اٹھا کر پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ سلیمان آگے ڈرائیور کے پاس بیٹھ گیا۔

"جاتے ہی ڈاکٹر قاسم کو بلا لینا ——— میں بھی پہنچ جاتا ہوں" کیپٹن شکیل نے سلیمان کو ہدایت دیتے ہوئے کہا اور سلیمان نے اثبات میں سر ہلا دیا کیوں کہ اتنی بات تو وہ بھی سمجھ گیا تھا کہ یہ ہدایت صرف ٹیکسی ڈرائیور کے شبے کو دور کرنے کے لئے دی گئی ہے۔

ٹیکسی چلی گئی تو کیپٹن شکیل نے اطمینان کا سانس لیا اور پھر وہ تیزی سے بلڈنگ کے سامنے کے رخ کی طرف مڑ گیا۔ تاکہ اپنی موٹر سائیکل اٹھا سکے ——— دشمنوں کا ایک اہم مہرہ اب ان کے قبضہ میں آ گیا تھا۔

بلیک زیرو دانش منزل کے آپریشن روم میں خاموش بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ دانش منزل پر دشمنوں کے حملے کی اطلاع انہیں صبح ہی مل چکی تھی ——— زخمی چوہان کو زیرو ہاؤس میں منتقل کیا جا چکا تھا اور بلیک زیرو نے دانش منزل کے حفاظتی نظام کو اچھی طرح چیک کر لیا تھا۔ اسے مکمل امید تھی کہ آج دانش منزل مجرموں کا قبرستان بن کر رہ جائے گی۔

تقریباً آدھی رات کے وقت اچانک آپریشن روم میں گھنٹی کی آواز گونج اٹھی اور بلیک زیرو چونک کر سیدھا ہو گیا۔ اس نے ایک بٹن دبا کر سکرین روشن کر دی اور دوسرے لمحے سکرین پر جولیا کا چہرہ دیکھ کر وہ چونک اٹھا ——— کیونکہ جولیا کی اس وقت دانش منزل کے گیٹ پر موجودگی حیرت انگیز تھی۔ بہرحال جولیا کو اچھی طرح پہچان کر اس نے بٹن آف کر دیا اور پھر گیٹ کی ذیلی کھڑکی کھولنے کا بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد جب اس نے دوبارہ سکرین آن کی تو کمپاؤنڈ میں

جولیا کی بجائے تقریباً چالیس پچاس مسلح نقاب پوشوں کو دیکھ کر اچھل پڑا جو کہ زمین پر رینگتے ہوئے تیزی سے برآمدے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ سمجھ گیا کہ مجرموں نے گیٹ کھلوانے کے لیے جولیا کو استعمال کیا ہے ——— لیکن جولیا تو [illegible] ہاؤس میں تھی۔ وہ مجرموں کے ہتھے چڑھ گئی۔ مگر اب یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ اب فوری طور پر اندر پہنچ جانے والے مجرموں سے نمٹنا تھا۔

اس نے تیزی سے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا اور پھر سکرین کو غور سے دیکھنے لگا۔ بٹن دبتے ہی دانش منزل کا مخصوص دفاعی نظام حرکت میں آ گیا ——— دانش منزل کے برآمدے کی دیوار کے اندر لگی ہوئی خفیہ مشین گنیں حرکت میں آ گئیں۔ بٹن دبتے ہی ان کے سامنے لگی ہوئی پلیٹیں تیزی سے ایک طرف ہٹ گئیں ——— اور پھر آٹومیٹک مشین گنوں سے گولیوں کی بوچھاڑ سی نکل کر کمپاؤنڈ میں پڑنے لگیں۔ دوسرے لمحے کمپاؤنڈ میں ایک حشر برپا ہو گیا۔ پہلی بوچھاڑ نے ہی کئی نقاب پوشوں کو چاٹ لیا تھا۔ ادھر نقاب پوشوں نے بھی جوابی حملہ کر دیا تھا۔ مگر ان کی گولیاں صرف دیواروں پر اپنے نشان چھوڑنے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکیں کیونکہ ان کے مقابلے میں ٹھوس دیواریں تھیں۔ کوئی آدمی تو تھا ہی نہیں ——— مگر دوسرے لمحے ایک نقاب پوش نے انتہائی تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر باقی بچے ہوئے نقاب پوش بھی اس کے مقصد کو سمجھ گئے۔ چنانچہ بیک وقت برآمدے میں کئی دستی بم پھینکے اور برآمدے کی دیواروں کے پرخچے اڑ گئے ——— اس میں فٹ آٹومیٹک مشینیں بھی تباہ ہو کر رہ گئیں۔ دستی بموں کے دھماکوں سے

پوری فضا گونج اٹھی تھی۔ برآمدے کے تباہ ہونے سے گرد و غبار کا ایک بادل سا اٹھا اور بلیک زیرو کے سامنے لگی ہوئی سکرین دھندلا گئی۔ بلیک زیرو بے چین ہو گیا ——— کیونکہ اس کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ نقاب پوش یوں اچانک دستی بموں سے حملہ کر دیں گے۔ لیکن بہرحال فی الوقت وہ پوری طرح مجبور تھا اس لئے وہ گرد و غبار چھٹنے کا انتظار کرنے لگا۔

گرد و غبار چھٹتے ہی جیسے سکرین صاف ہوئی ایک اور تکلیف دہ انکشاف ہوا کہ دانش منزل کا پورا کمپاؤنڈ مسلح ملٹری سے بھرا ہوا تھا اور وہ نقاب پوش کہیں بھی نظر نہیں آ رہے تھے ——— البتہ ملٹری کے ساتھ چند غیر ملکی بھی موجود تھے جو مسلح ہونے کے ساتھ ساتھ ملٹری ریڈ کو کنٹرول کر رہے تھے۔ شاید انہوں نے نقاب اتار دیئے تھے پھر ایک ملٹری آفیسر نے ٹرانسمیٹر مائیکروفون سے اعلان کرنا شروع کر دیا۔

"عمارت میں جو کوئی بھی موجود ہے ہتھیار ڈال کر باہر نکل آئے ورنہ پوری بلڈنگ کو تباہ کر دیا جائے گا"

بلیک زیرو اس غیر متوقع ملٹری ریڈ سے پریشان ہو گیا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مجرموں کے ساتھ باقاعدہ ملٹری نے کیوں ریڈ کر دیا ہے ——— اس نے پھرتی سے ایک اور بٹن دبا کر عمارت میں موجود مائیکروفون سسٹم آن کیا اور پھر مائیک سنبھال کر بولنے لگا۔

"ملٹری انچارج کون ہے ——— اپنے نام کا اعلان کرے فوراً"

اس نے بلند آواز لہجے میں کہا۔

اس کی آواز گونج کر کمپاؤنڈ میں سنائی دی تو ملٹری کے ساتھ ساتھ

وہ غیر ملکی بھی چونک پڑے۔

ایک آفیسر نے مائیکروفون سنبھالا اور کہنے لگا۔

"میں کرنل دارا بول رہا ہوں اس ریڈ کا انچارج ——— تم کون بول رہے ہو" ——— کرنل دارا نے بڑے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"ایکس ٹو سپیکنگ ——— کرنل دارا فوراً بتلاؤ کہ تم اس عمارت میں کس کے حکم سے آئے اور یہ غیر ملکی کون ہیں" ——— بلیک زیرو نے بھی انتہائی سخت لہجے میں جواب دیا تھا۔

ایکسٹو کا نام سنتے ہی پوری ملٹری فورس میں سراسیمگی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ کرنل دارا بھی پریشان ہو گیا۔ البتہ غیر ملکیوں کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"ہمیں ہائی کمان سے اس عمارت پر حملہ کرنے کا حکم ملا ہے۔ اور اس میں موجود ہر شخص کی گرفتاری کا آرڈر بھی" ——— کرنل دارا نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد جواب دیا۔

"میں نے جو سوال کیا ہے اس کا جواب دو ——— یہ غیر ملکی تمہارے ساتھ کیوں آئے ہیں ——— اور یہ کون ہیں" ——— بلیک زیرو نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے انتہائی دبنگ لہجے میں پوچھا۔

"ہائی کمان کی طرف سے انہیں اس آپریشن کا نگران بنایا گیا ہے" کرنل دارا نے جواب دیا۔

"کرنل دارا ——— میں بحیثیت ایکسٹو تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اپنے جوانوں کو لے کر فوراً عمارت کی حدود سے باہر نکل جاؤ ——— میں نہیں چاہتا کہ ان غیر ملکیوں کے ساتھ ساتھ میرے ملک کے سپوت بھی موت کے گھاٹ اتر جائیں" ——— بلیک زیرو نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا۔

ایک غیر ملکی نے آگے بڑھ کر کرنل دارا کے کان میں کچھ کہا اور پھر کرنل دارا نے جواب دیا۔

"مسٹر ایکسٹو ـــــ حکومت آپ کو معطل کر چکی ہے اور آپ کی گرفتاری کے احکامات بھی جاری ہو چکے ہیں۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیں ـــــ دوسری صورت میں ہمیں انتہائی اقدام کرنے کے بھی آرڈرز موصول ہو چکے ہیں۔"

"تمہارا انتہائی اقدام کیا ہوگا ـــــ کیا تمہیں ایکسٹو کے متعلق علم نہیں ہے۔ میں تمہیں آخری بار وارننگ دیتا ہوں کہ اپنے سپاہیوں کو لے کر عمارت سے باہر نکل جاؤ ورنہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" ـــــ بلیک زیرو نے جان بوجھ کر فقرہ نامکمل چھوڑ دیا تھا۔ ویسے بلیک زیرو اس صورت حال سے تذبذب میں پڑ گیا تھا۔ اگر عمران اس کے ساتھ ہوتا تو اسے کوئی پرواہ نہ ہوتی ـــــ مگر اب براہ راست ایکشن لینے سے وہ ہچکچا رہا تھا۔ اور دوسری بات یہ بھی تھی کہ انہیں صرف غیر ملکی مجرموں کے حملے کی اطلاع ملی تھی۔

"مسٹر ایکسٹو ـــــ ہم آپ کو آخری بار وارننگ دے رہے ہیں کہ آپ ہتھیار پھینک کر اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دیں ورنہ اس عمارت پر چند ہی منٹ میں بمبارمنٹ بھی کرائی جا سکتی ہے۔"

اس بار ایک غیر ملکی نے مائیکروفون سنبھال کر جواب دیا تھا۔

اس سے پہلے کہ بلیک زیرو کوئی جواب دیتا ٹیلی فون کی گھنٹی زور زور سے بجنے لگی۔ بلیک زیرو نے پھرتی سے رسیور اٹھایا۔

"ایکسٹو" ـــــ بلیک زیرو نے تیز لہجے میں کہا۔

"طاہر ـــــ میں عمران بول رہا ہوں ـــــ کیا صورت حال ہے؟"

دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی۔

"عمران صاحب ـــــ یہاں غضب ہو گیا ہے۔ غیر ملکیوں نے ملٹری پولیس کے ساتھ ریڈ کیا ہے۔ اس وقت وہ کمپاؤنڈ میں موجود ہیں۔ برآمدے کو انہوں نے دستی بموں سے اڑا دیا ـــــ اور اب وہ دانش منزل پر ایئر ریڈ کی دھمکیاں دے رہے ہیں"

بلیک زیرو نے بڑے پریشان لہجے میں تمام تفصیل عمران کو بتلا دی۔

"ملٹری ریڈ کا انچارج کون ہے" ـــــ عمران نے صورت حال سننے کے باوجود بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ جیسے ملٹری ریڈ کی اسے قطعی پرواہ نہ رہی ہو۔

"کرنل دارا ہے جناب" ـــــ بلیک زیرو نے کہا۔

"ملٹری جیپ میں وائرلیس ضرور موجود ہوگا ذرا ٹرائی کرو۔ اگر موجود ہو تو مجھے بتلاؤ ـــــ میں اس سے بات کرتا ہوں" ـــــ عمران نے ایک تجویز بتلائی۔

"بہتر جناب ـــــ آپ ہولڈ کریں" ـــــ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

ویسے وہ سوچ رہا تھا کہ جب کرنل دارا نے ایکسٹو کی بات نہیں مانی تو عمران کی بات کیسے مانے گا ـــــ بہرحال عمران کی کھوپڑی کا وہ شروع سے قائل تھا کہ اس کا احمقانہ اقدام بھی بعض اوقات مفید ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اس نے رسیور میز پر رکھا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن دبا کر اس کی ناب گھمانی شروع کر دی ـــــ اس کی میز پر انتہائی پاورفل ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ اس لئے کم از کم فاصلے پر موجود تو کوئی بھی سیٹ

کر کے بات کرنی شروع کر دی۔

"ہیلو ـــــ ملٹری آپریشن دانش منزل ـــــ ہیلو اوور"

بلیک زیرو نے تیز لہجے میں کہا۔

پھر چند لمحوں بعد اسے جواب بھی مل گیا۔

"یس ـــــ ملٹری آپریشن دانش منزل ـــــ کیپٹن حامد سپیکنگ اوور" ـــــ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

اس نے جواب دینے کی بجائے پھرتی سے رسیور اٹھایا اور عمران کو فریکوئنسی کے متعلق بتلانا شروع کر دیا۔ اسی لمحے اسے کرنل دارا کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو ـــــ جواب دو ورنہ ہم بمبارمنٹ شروع کرا رہے ہیں" ـــــ کرنل دارا کمپاؤنڈ میں سے بول رہا تھا۔

عمران نے فریکوئنسی سننے کے بعد کہا۔

"طاہر ـــــ ٹرانسمیٹر کو آن رکھنا ـــــ میں بات کرتا ہوں"

اور بلیک زیرو نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

رسیور کریڈل پر رکھنے کے بعد بلیک زیرو نے مائیکروفون کا بٹن آن کر دیا۔ اور بولنے لگا۔

"کرنل دارا ـــــ میں تمہیں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ تم باز آجاؤ۔ ایکسٹو سے ٹکرانا موت کو دعوت دینا ہے۔ یہ غیر ملکی ملک دشمن ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں کھیلنا ملک کے ساتھ غداری ہے اور تم غداری سے باز آجاؤ"

"مسٹر ایکسٹو ـــــ ہم حکم کے پابند ہیں۔ ہائی کمان کا حکم ہے اس

لئے ہم نے یہ آپریشن ضرور مکمل کرنا ہے ہم سب ذاتی طور پر آپ کی عزت کرتے ہیں۔ لہذا ہم نہیں چاہتے کہ آپ ختم ہو جائیں ـــــ اس لئے بہتر ہے کہ آپ اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیں ورنہ" ـــــ کرنل دارا نے جواب دیا۔

اسی لمحے بلیک زیرو کو ٹرانسمیٹر پر عمران کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو کیپٹن حامد ـــــ ملٹری آپریشن دانش منزل ـــــ جنرل سیف اللہ سپیکنگ اوور" ـــــ عمران گو آواز بدل کر بات کر رہا تھا مگر بلیک زیرو اس کا لہجہ پہچان گیا تھا۔

"یس سر ـــــ کیپٹن حامد سپیکنگ اوور" ـــــ کیپٹن حامد کا انتہائی مؤدبانہ جواب سنائی دیا۔

"کرنل دارا سے بات کراؤ ـــــ ایمرجنسی اوور" ـــــ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس سر اوور" ـــــ کیپٹن حامد نے جواب دیا۔

بلیک زیرو اب عمران کی تجویز سمجھ گیا تھا کہ وہ ملٹری چیف آف سٹاف بن کر کرنل دارا سے بات کر رہا ہے۔ اس طرح وہ فوری طور پر خطرے کو ٹال لے گا ـــــ بلیک زیرو نے بے اختیار سر پر ہاتھ پھیرا کہ یہ تجویز اس کے دماغ میں کیوں نہیں آئی۔ عمران بہرحال عمران تھا۔

بلیک زیرو سکرین پر دیکھ رہا تھا کہ ایک سپاہی نے کرنل دارا کے کان میں سرگوشی کی اور کرنل دارا یوں تیزی سے واپس پلٹا گیا۔ جیسے اگر ایک لمحے کی بھی دیر ہو گئی تو قیامت ٹوٹ پڑے گی۔

پھر بلیک زیرو کو ٹرانسمیٹر پر آواز سنائی دی۔
"یس سر ۔۔ کرنل دارا سپیکنگ اوور" ۔۔۔ کرنل دارا بات کر رہا تھا۔
"کرنل دارا ۔۔۔ آپریشن کی کیا پوزیشن ہے اوور" ۔۔۔ عمران نے انتہائی سخت لہجے میں پوچھا۔
"سر ۔۔۔ ایکسٹو عمارت کے اندر ہے۔ صرف کچھ گارڈ میں موجود ہیں۔ باقی سب کو بموں سے اڑا دیا گیا ہے اوور" ۔۔۔ کرنل دارا نے تفصیل بتلائی۔
"دانش منزل میں داخلہ کیسے ہوا اوور" ۔۔۔ عمران نے سوال کیا۔
"سر ۔۔۔ ہم چونکہ چاہتے تھے کہ بالکل خفیہ طور پر اندر داخل ہوں۔ ایک غیر ملکی لڑکی کی معرفت یہ کام ہوا اور پھر کرنل دارا نے جولیا کے متعلق تفصیل بتلا دی۔
"اب وہ لڑکی کہاں ہے اوور" ۔۔۔ عمران نے پوچھا۔
"سر ۔۔۔ وہ پوائنٹ نمبر دو پر پہنچا دی گئی ہے اوور" کرنل دارا نے جواب دیا۔
"سنو کرنل دارا ۔۔۔ فوراً ٹرانسمیٹر پر پوائنٹ نمبر دو پر اطلاع بھیجو کہ اس لڑکی کو پانچ منٹ کے اندر اندر قومی اسمبلی کی عمارت کے سامنے پہنچا دو اور اسے وہاں چھوڑ دو اور جتنے بھی غیر ملکی آپ کے ساتھ ہیں ان کو فوراً گرفتار کر کے ان کے ہاتھ پیر باندھ کر وہیں دانش منزل کی عمارت میں چھوڑ دو اور خود واپس چلے آؤ ۔۔۔ یہ سب کچھ ایک

دانش کے تحت ہوا تھا۔ ابھی سازش کا پتہ چلا ہے اس لئے میں نے ایمرجنسی نافذ کی ہے" ۔۔۔ عمران نے حکم سنا دیا۔
"بہتر سر ۔۔۔ میں ابھی حکم کی تعمیل کرتا ہوں اوور" کرنل دارا نے جواب دیا۔ ویسے اس کے لہجے سے محسوس ہو رہا تھا کہ اسے اس نئے حکم پر سخت تعجب ہوا ہے۔ مگر بلیک زیرو جانتا تھا کہ کرنل دارا حکم کا پابند ہے اور وہی کرے گا جس کا عمران نے حکم دیا تھا۔
"او کے ۔۔۔ اوور اینڈ آل" ۔۔۔ تم یہ کارروائی چند منٹوں میں مکمل کر کے خود ہیڈ کوارٹر نمبر دو میں حاضری دو" ۔۔۔ عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔ اور پھر بات چیت ختم ہو گئی۔
چند ہی منٹ بعد ٹیلی فون کی گھنٹی ایک بار پھر بجنے لگی۔ بلیک زیرو نے رسیور اٹھا لیا۔
"یس ۔۔ بی کا ظاہر" ۔۔۔ دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی۔
"زندہ باد عمران صاحب ۔۔۔ کمال ہو گیا ۔۔۔ کیا آپ قومی اسمبلی کے پاس موجود ہیں" ۔۔۔ بلیک زیرو نے پوچھا۔
"ہاں ۔۔۔ اسی لئے تو میں نے جولیا کو وہاں پہنچانے کا کہا ہے" عمران نے جواب دیا۔
بلیک زیرو کی نظریں سکرین پر لگی ہوئی تھیں پھر اس نے دیکھا کہ کرنل دارا کی گاڑی میں آیا اور اس نے غیر ملکیوں سے مخاطب ہو کر کچھ کہا۔
تمام غیر ملکیوں نے ہاتھ میں پکڑا ہوا اسلحہ سپاہیوں کو پکڑا دیا۔ جیسے انہیں کرنل دارا کے اس اقدام پر حیرت ہو رہی تھی۔ بلیک زیرو

فون پر عمران کو کارروائی کا آنکھوں دیکھا حال بتلا رہا تھا۔

پھر اس نے سپاہیوں کو غیر ملکیوں پر مشین گنیں تانتے دیکھا اور چند لمحوں میں تمام غیر ملکی ہینڈز اپ کرا دیئے گئے۔ پھر سپاہیوں نے ان کے ہاتھ پیر باندھنے شروع کر دیئے ——— غیر ملکیوں نے مزاحمت کی کوشش کی مگر سپاہیوں نے مشین گنوں کے بٹ مار مار کر انہیں معمولی سی حرکت کرنے سے بھی قاصر کر دیا۔

چند لمحوں بعد تمام غیر ملکی بندھے ہوئے کمپاؤنڈ میں موجود تھے اور تمام سپاہی کرنل دارا کے ساتھ کمپاؤنڈ سے باہر نکل گئے۔

عمران کی تجویز سو فیصد کامیاب رہی تھی۔

"طاہر ——— ان سب غیر ملکیوں کو اٹھا کر آپریشن روم میں لے جاؤ اور پھر ٹیلی فون پر جوزف کو کہہ دو کہ زمری گیٹ پر جیپ لے کر آ جائے ان سب کو جیپ میں ڈال کر رانا ہاؤس لے آؤ ——— میں جولیا کو لے کر وہیں پہنچ رہا ہوں" ——— عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔

"مگر عمران صاحب ——— کرنل دارا کو ہیڈ کوارٹر جا کر تمام صورت حال معلوم ہو جائے گی اور وہ دوبارہ آ کر دانش منزل تباہ کر دیں گے۔ اگر صرف میرے نکلنے کی بات ہوتی تو میں دانش منزل کے خفیہ زمری گیٹ سے با آسانی باہر نکل جاتا" ——— بلیک زیرو نے اپنے خدشے کا اظہار کیا۔

"فکر نہ کرو بلیک زیرو ——— صبح کو سیکرٹ سروس بحال ہو جائے گی۔ اور صبح تک کرنل دارا کو روکنے کے لئے میں نے ہیڈ کوارٹر نمبر دو میں خود حاضری دینے کے لئے کہا ہے۔ تمہیں شاید علم نہیں کہ ہیڈ کوارٹر نمبر دو

دارالحکومت سے چالیس میل دور ہے وہاں تک جانے اور پھر واپس آنے تک صبح ہو جائے گی اور صبح مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا" ——— عمران نے اسے تفصیل بتائی۔

"ویری گڈ جناب ——— ویسے آپ کے ذہن کی میں داد دیتا ہوں" بلیک زیرو کے سینے میں گھٹے ہوئے جذبات آخر بے اختیار ابل پڑے۔

"داد دیتا ہوں کیا مطلب ——— کیا اب داد بھیجنے کا کاروبار کر لیا ہے" عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا اور بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔ اس سے پہلے کہ بلیک زیرو کوئی جواب دیتا رابطہ ختم ہو گیا۔ اور بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا ——— وہ ابھی تک اس بات کی داد دے رہا تھا کہ جس مسئلے نے بلیک زیرو کو چکرا کر رکھ دیا تھا وہ عمران نے چٹکیوں میں حل کر لیا۔ مجرم بھی گرفت میں آ گئے جولیا بھی واپس آ گئی اور دانش منزل کی تباہی بھی ٹل گئی۔

ٹائیگر آج کل مرے میں تھا مسٹر سیف علی کے ذاتی باڈی گارڈ کی حیثیت سے وہ دن رات مسٹر سیف علی کے ساتھ چپکا رہتا تھا۔

اس وقت بھی مسٹر سیف علی دارالحکومت میں اپنی کوٹھی کے خفیہ کمرے میں ایک انتہائی اہم کانفرنس میں شریک تھے۔ اور کانفرنس ہال کے دروازے پر ٹائیگر انتہائی چوکنے انداز میں کھڑا تھا۔

رات آدھی سے زیادہ گزر گئی۔ بلیک آؤٹ کی وجہ سے کوٹھی پر مکمل اندھیرا مسلط تھا۔ اور ویسے بھی آس پاس اور کوئی آدمی نہ تھا۔ گیٹ کے قریب کیبن میں صرف چوکی دار ڈیوٹی پر موجود تھا ـــــ مگر لیکر وغیرہ سب پیچھے اپنے کوارٹروں میں تھے۔ ٹائیگر خاموش کھڑا اندھیرے میں گھور رہا تھا۔ کہ اچانک وہ چونک پڑا کیونکہ اس کے کان میں ایک ہلکے سے کھٹکے کی آواز آئی تھی ـــــ گو کھٹکا انتہائی مدھم تھا مگر گہرے سکوت کی وجہ سے اسے یہ آواز سنائی دے گئی تھی گو اس نے پوری طرح اپنی

حس سماعت کو بروئے کار لاتے ہوئے غور کیا مگر اس کے بعد مکمل خاموشی طاری ہو گئی تھی۔ چند لمحوں تک جب اسے کوئی اور آواز سنائی نہ دی تو اس نے کندھے جھٹک کر اپنے اعصاب ڈھیلے کر دیئے اور اس نے کھٹکے کو صرف وہم خیال کیا۔

چند لمحے مزید خاموشی طاری رہی۔ مگر پھر اچانک اسے محسوس ہوا کہ سامنے برآمدے کے قریب کسی چیز نے حرکت کی ہے۔ دوسرے لمحے بجلی کی سی تیزی سے اس نے جیب سے ریوالور نکالا اور برآمدے کے اس حصے پر نظریں گاڑ دیں ـــــ جہاں اسے حرکت کا احساس ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی فیصلہ کرتا۔ اچانک کانفرنس روم کا دروازہ کھلا اور سیف علی باہر نکل آئے۔ شاید کانفرنس ختم ہو گئی تھی ـــــ چوکی دار نے گارڈوں کو گیٹ سے پاس کرایا اور پھر گیٹ بند کر کے دوبارہ کیبن میں چلا گیا۔

برآمدے میں صرف مسٹر سیف علی اور ٹائیگر کھڑے تھے۔

"آپ بھی آرام کریں مسٹر ـــــ اب میں اپنی خواب گاہ میں جا رہا ہوں" ـــــ سیف علی نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ خواب گاہ میں چلے جائیں جناب ـــــ میں یہیں ٹھیک ہوں مجھے احساس ہو رہا ہے کہ آج کی رات کچھ نہ کچھ ضرور ہونا ہے"۔ ٹائیگر نے مدھم لہجے میں جواب دیا۔

"کیا ہوتا ہے ـــــ کیا تمہیں کوئی اطلاع ملی ہے" ـــــ مسٹر سیف علی نے حیرت بھرے لہجے میں سوال کیا۔

"نہیں جناب ـــــ ہماری چھٹی حس خاصی تیز ہوتی ہے"۔ ـــــ ٹائیگر

نے جواب دیا۔

"ارے نہیں مسٹر ___ کچھ نہیں ہوتا۔ تم آرام کرو۔ خواہ مخواہ تمہیں زحمت ہو گئی ہے" ___ مسٹر سیف علی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آپ آرام کریں سر ___ میں اپنی ڈیوٹی خوب سمجھتا ہوں البتہ میری ایک درخواست ہے کہ خواب گاہ کا دروازہ اور کھڑکیاں اندر سے مضبوطی سے بند کر لیں" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"تم بھی عمران کی طرح ضدی معلوم ہوتے ہو۔ میں حیران ہوں کہ جب سے تم آئے ہو تم نہ دن کو آرام کرتے ہو نہ رات کو آخر تم آدمی ہو یا جن" ___ مسٹر سیف علی شاید اس سے ہلکی پھلکی گفتگو کر کے اپنے ذہن پر موجود بوجھ کو ہلکا کرنا چاہتے تھے۔

"جب پوری قوم کی سلامتی کو خطرہ ہو تو جناب نیند کسی کم بخت کو آتی ہے" ___ ٹائیگر نے بڑے فلسفیانہ انداز میں جواب دیا۔

مسٹر سیف علی ایک لمحے کے لئے خاموش رہے پھر قدرے سخت لہجے میں بولے۔

"کیا تم مجھ پر طنز کر رہے ہو"

"نہیں جناب ___ بھلا میں ایسی گستاخی کر سکتا ہوں میں نے تو ویسے ایک عام بات کی تھی۔ اور آپ کو تو چند گھنٹوں کی نیند کی انتہائی ضرورت ہے۔ آپ کے ذہن میں جن پیچیدہ مسائل کا بوجھ ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ چند گھنٹوں کے لئے آرام کریں" ٹائیگر نے بوکھلا کر جواب دیا۔ ویسے اسے احساس ہو گیا تھا کہ اس کے منہ سے غلط بات نکل گئی ہے۔

"اوکے" ___ مسٹر سیف علی نے جواب دیا اور پھر واپس مڑ گئے۔ جیسے ہی ان کے اندر جانے کے بعد دروازہ بند ہوا ٹائیگر حرکت میں آ گیا۔ اسے بخوبی علم تھا کہ مسٹر سیف علی کی خواب گاہ کا محل وقوع کیا ہے ___ ان کی خواب گاہ کوٹھی کے انتہائی بائیں کونے میں تھی اور اس کی ایک کھڑکی پائیں باغ میں کھلتی تھی۔ وہ تین مرتبہ تو ٹائیگر ان سے خواب گاہ بدلنے کی درخواست کر چکا تھا ___ کیونکہ اس کھڑکی سے اسے ہمیشہ خطرہ رہتا تھا۔ مگر مسٹر سیف علی نے اس کی درخواست پر کبھی کان نہ دھرے تھے اور اب وہ مسٹر سیف علی کی طبیعت کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ وہ انتہائی ضدی اور بے باک شخصیت کے مالک ہیں ___ خوف تو جیسے ان کے قریب سے بھی ہو کر نہیں گزرا تھا۔ یہ تو وہ عمران کی وجہ سے ٹائیگر کو بھی برداشت کر رہے تھے ورنہ ان کے خیال میں ٹائیگر صرف وقت ضائع کر رہا تھا۔

برآمدے کے اس ستون تک پہنچ کر ٹائیگر رک گیا جدھر اس نے حرکت محسوس کی تھی اور پھر اس نے بڑے محتاط انداز میں ستون کے دوسری طرف جھانکا مگر وہاں کچھ نہیں تھا ___ وہ دبے قدموں عمارت کی دیوار کے ساتھ ساتھ ہوتا ہوا پائیں باغ کی طرف مڑ گیا۔

مسٹر سیف علی کی خواب گاہ کی کھڑکی اب سامنے نظر آ رہی تھی۔ کھڑکی پر پڑے سیاہ رنگ کے دبیز پردوں کی وجہ سے یہ قطعی معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ آیا اندر بجلی جل رہی ہے یا نہیں۔ ٹائیگر نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر ایک باڑھ کی آڑ میں بیٹھ گیا۔ ریوالور ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔

ابھی اسے وہاں بیٹھے ہوئے چند ہی لمحے گزرے تھے کہ اسے

احساس ہوا کہ اس کی پشت پر موجود کوٹھی کی پچھلی دیوار کی دوسری جانب سے کوئی آواز آئی ہے۔ جیسے کسی نے دیوار پر جمپ لگایا ہو۔ ٹائیگر چونکا ہو کر اوپر دیکھنے لگا اور پھر اس کے اعصاب یک دم تن گئے ——— کیونکہ اب اسے دیوار پر ایک آدمی کا سایہ صاف نظر آ رہا تھا۔ گو گھپ اندھیرے اور اس آدمی کے جسم پر سیاہ لباس ہونے کی وجہ سے بادی النظر میں کچھ محسوس نہیں ہوتا تھا ——— مگر ٹائیگر چونکہ پہلے سے چوکنا تھا اس لئے اس نے دیوار پر موجود سائے کو بخوبی دیکھ لیا تھا۔ سایہ چند لمحوں تک بے حس و حرکت دیوار پر پڑا رہا شاید وہ اندر کا جائزہ لے رہا تھا۔

پھر اس نے نیچے چھلانگ لگا دی اس کے گرنے سے ہلکا سا دھماکہ ہوا تھا اور اتفاق سے وہ ٹائیگر کے عین سامنے باڑھ کی دوسری طرف گرا تھا ——— نیچے گرتے ہی وہ سایہ چند لمحوں تک وہیں دبکا رہا۔ ٹائیگر نے ریوالور سیدھا کیا اس کے ریوالور پر سائیلنسر لگا ہوا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ آدمی اکیلا نہیں آیا ہوگا۔ اس لئے وہ انتہائی محتاط انداز میں کام کرنا چاہتا تھا ——— پھر جیسے ہی وہ آدمی اٹھا ٹائیگر اس پر جھپٹ پڑا۔ ٹائیگر کا ہاتھ اس آدمی کے منہ پر جم گیا۔ اور دوسرے لمحے ٹائیگر کے ریوالور سے ہلکی سی کھٹک کی آواز سنائی دی اور وہ آدمی تیزی سے بل کھا کر ڈھیلا پڑ گیا ——— گولی اس کی پشت میں گھستی چلی گئی۔ اور چند ہی لمحوں بعد وہ ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ ٹائیگر اسے لٹا کر تیزی سے دوبارہ باڑھ میں دبک گیا۔

دوسرے لمحے وہ چونک پڑا کیونکہ دیوار کے دوسری طرف سے مخصوص انداز میں بجائی جا رہی تھی۔ ہلکی ہلکی ٹھک ٹھک کی آوازیں اس

کے کانوں میں پڑی تھیں۔ ٹائیگر سمجھ گیا کہ باہر موجود مجرم اپنے آدمی سے اندر کی رپورٹ مانگ رہے ہیں۔ ٹائیگر نے ایک لمحے کا توقف کیا اور پھر اس نے ریوالور کے دستے سے دیوار کو دوبارہ کھٹکھٹا دیا۔

چند لمحے خاموشی طاری رہی پھر اسے دیوار پر ایک آدمی نظر آیا۔ دوسرے لمحے وہ نیچے کر گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ ٹائیگر اس پر جھپٹتا اس نے ایک اور آدمی کو دیوار پر دیکھا ——— اور پھر چند ہی لمحوں میں چار آدمی مزید دیوار سے کود کر اندر آ گئے۔ ٹائیگر شکر کر رہا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی پہلے والے مردہ آدمی کے جسم پر نہیں گرا تھا ورنہ وہ چوکنے ہو جاتے۔

چند لمحے تک دبکے رہنے کے بعد وہ چاروں سیدھے ہو گئے۔

"نمبر تھری ——— کہاں ہو تم" ——— ان میں سے ایک سانپ کی طرح پھنکارا۔

"یس" ——— ٹائیگر اپنی جگہ سے اٹھ کر آگے آ گیا۔ اسے یقین تھا کہ اس اندھیرے میں وہ فرق نہیں پہچان سکیں گے۔

"کوئی خطرہ تو نہیں" ——— اس آدمی نے سوال کیا۔ شاید وہ اس آپریشن کا انچارج تھا۔

"نو" ——— ٹائیگر نے حتی الوسع مختصر ترین جواب دیا۔ زیادہ الفاظ بول کر وہ انہیں چونکانا نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ لہجے سے اسے بخوبی پہچانا جا سکتا تھا۔

"چلو ——— آگے بڑھو ——— یہ سامنے والی کھڑکی مسٹر سیف علی کی خوابگاہ کی ہے" ——— باس نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

پھر وہ چاروں دبے قدموں آگے بڑھتے چلے گئے۔ ٹائیگر ان سب کے پیچھے تھا۔ وہ چاروں بے حد چوکنے معلوم ہو رہے تھے اور ٹائیگر سوچ رہا تھا کہ کیا کرے ——— کیوں کہ کوئی بھی حرکت وہ کرتا تو وہ زیادہ سے زیادہ دو کو ختم کر سکتا تھا۔ باقی دو یقیناً اسے گولیوں کا نشانہ بنا دیتے۔ دوسری طرف مسٹر سیف علی کی جان شدید خطرے میں تھی وہ اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ باس اس کھڑکی کے قریب پہنچ گیا۔

ابھی ٹائیگر سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک انہیں اپنے پیچھے ایک اور کھٹکا سنائی دیا۔ اور وہ پانچوں بے اختیار پیچھے مڑے اسی لمحے ایک اور آدمی دیوار سے اندر کود رہا تھا۔

"باس ہے" ——— ایک آدمی نے سرگوشی کی۔ اب یہ ٹائیگر کی بدقسمتی تھی کہ نو وارد ٹھیک مردہ آدمی کے جسم پر گرا تھا کیوں کہ دوسرے لمحے اس کے حلق سے ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی تھی ——— ٹائیگر سمجھ گیا کہ چند ہی لمحوں میں اس کا راز فاش ہو جائے گا۔ چنانچہ اس نے ریوالور کا ٹریگر دبا دیا اور پھر کمپاؤنڈ میں تین چیخیں گونج اٹھیں۔ ٹائیگر بے انتہا پھرتی دکھانے کے باوجود صرف تین آدمی ختم کر سکا تھا ——— چوتھا تیزی سے گھاس میں چھپ گیا تھا۔ اور سب سے آخر میں آنے والا ابھی بچ گیا تھا۔ پھر ایک فائر ہوا اور ٹائیگر کے ہاتھ سے ریوالور نکل گیا۔ گولی شاید غلط نشانے کی وجہ سے اس کے جسم میں گھسنے کی بجائے اس کے ہاتھ پر پڑی تھی۔ اب ٹائیگر غیر مسلح ہو چکا تھا۔ ٹائیگر نے تیزی سے جمپ لی اور ایک جھاڑی کی جڑ میں گھستا چلا گیا۔

"خبردار ——— کون ہے ——— رک جاؤ ——— "اچانک کوٹھی کے سامنے سے ایک زوردار آواز گونج اٹھی۔ یہ شاید چوکیدار تھا جو چیخوں کی آوازیں سن کر ادھر دوڑا چلا آ رہا تھا ——— دوسرے لمحے چوکیدار بھاگتا ہوا سامنے آیا۔ اسی لمحے ٹائیگر کے قریب ہی سے ایک شعلہ چمکا۔ اور چوکیدار کی چیخ فضا میں لہراتی چلی گئی۔ ٹائیگر شعلے کی وجہ سے کمین گاہ جان چکا تھا ——— چنانچہ دوسرے لمحے اس نے اس پر جمپ لگا دیا۔ اب وہ مجرم اس کے نیچے دبا ہوا تھا۔ مجرم نے قلابازی کھا کر اسے اچھالنا چاہا مگر ٹائیگر تو امربیل کی طرح اسے چمٹ گیا تھا۔ ٹائیگر کا بازو حرکت میں آیا اور مجرم کے منہ سے ایک دبی سی کراہ نکل گئی ——— ٹائیگر نے پوری قوت سے مجرم کی گردن پر مکہ مارا تھا۔ پھر ٹائیگر مشین کی طرح اس پر گھونسے برساتا چلا گیا۔ مجرم اپنی جدوجہد ختم کر چکا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ یا تو بے ہوش ہو چکا تھا یا پھر موت کی سرحد میں داخل ہو چکا تھا۔

ٹائیگر نے سر اٹھایا اور دوسرے لمحے وہ اٹھا اور اس نے تیزی سے دیوار کی طرف دوڑ لگا دی کیوں کہ اسی لمحے آخر میں آنے والا مجرم دیوار پر جمپ لگا چکا تھا ——— اس کے ہاتھ دیوار کے بالائی کنارے پر جم چکے تھے مگر اس سے پہلے کہ وہ جسم کو اوپر اٹھاتا۔ ٹائیگر نے جمپ لگایا اور دوسرے لمحے اس کی ٹانگیں ٹائیگر کی گرفت میں تھیں ——— مجرم کی گرفت دیوار پر ختم ہو گئی اور وہ دونوں دھماکے سے نیچے آ گرے۔ ٹائیگر نیچے اور وہ مجرم اس کے اوپر گرا تھا۔ ٹائیگر نیچے گرتے ہی تیزی سے کروٹ بدل گیا ——— اسی لمحے مجرم نے بھی سانپ کی طرح بل کھایا

اور وہ دونوں ایک دوسرے کی مخالف سمتوں میں سیدھے ہو گئے۔ پھر ٹائیگر نے پھرتی دکھائی اور اچھل کر مجرم پر آ گیا۔ مگر مجرم بھی تندرست سے زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا۔ —— وہ تیزی سے کروٹ بدل گیا اور ٹائیگر جیسے ہی زمین پر گرا مجرم نے لیٹے ہی لیٹے اس کے پہلو میں لات ماری۔ مگر ٹائیگر پر اب جھنجھلاہٹ کا دورہ پڑ چکا تھا اس لئے لات کھانے کے باوجود وہ لڑکھڑایا نہیں بلکہ تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ —— اور پھر اس سے پہلے کہ مجرم اٹھتا۔ ٹائیگر نے جھک کر بڑی پھرتی سے اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر سر سے بلند کر لیا وہ پوری قوت سے اسے دیوار کے ساتھ مارنا چاہتا تھا۔

اسی لمحے مسٹر سیف علی کی آواز سنائی دی۔

"یہاں کون ہے —— مسٹر سیف علی کے لہجے میں لرزش تھی۔

مجرم نے ہاتھ پیر مارنے چاہے مگر ٹائیگر نے اسے زور سے فرش پر دے مارا اور پھر اس کی بجائے ٹھوکر مجرم کی ٹھوڑی پر پڑی اور اب تو ٹائیگر مشین بن گیا —— اس کی دونوں لاتیں کچھ اس تسلسل سے چل رہی تھیں کہ مجرم کو اٹھنے کا موقع بھی نہ ملا اور پھر جب ٹائیگر کو یقین ہو گیا کہ وہ بے ہوش ہو چکا ہے تو اس نے اپنی ٹانگوں کو روکا۔

"میں ٹائیگر ہوں جناب —— آگے آ جائیں خطرہ ٹل چکا ہے"

ٹائیگر نے سیف علی صاحب کو جواب دیا۔

اتنے میں کوٹھی میں موجود دیگر لوگ بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔

سیف علی صاحب ٹائیگر کی آواز پہچان کر آگے بڑھے۔

"کیا بات ہے ٹائیگر —— بچوں اور لوگوں کی آوازیں کہیں

تھیں —— سیف علی صاحب نے ٹائیگر کے قریب پہنچ کر سوال کیا۔

"جناب —— آپ کو یوں اکیلے باہر نہیں آنا چاہیے تھا۔ ہو سکتا تھا کوئی مجرم اس وقت زندہ ہوتا تو یقیناً آپ پر گولی چلا دیتا"

ٹائیگر کو مسٹر سیف علی کی اس بے جا بے باکی پر غصہ آ گیا تھا۔

"میں موت سے نہیں ڈرتا ٹائیگر —— مگر یہ قصہ کیا ہے"

مسٹر سیف علی نے پوچھا۔

اور پھر ٹائیگر نے ان پر حملے کی تمام تفصیل بتلا دی۔

"کمال ہے —— تم نے اکیلے ہی ان پانچ آدمیوں کو ختم کر دیا ہے"

مسٹر سیف علی کا لہجہ تحسین آمیز تھا وہ ٹائیگر کی دلیری، پھرتی اور بہادری پر دل ہی دل میں عش عش کر رہے تھے۔

"یہ ہمارا روز کا کام ہے جناب" —— ٹائیگر نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

سیف علی صاحب نے نوکروں کو مجرموں کی لاشیں اٹھانے کا حکم دیا اور پھر ٹائیگر کا بازو پکڑ کر عمارت کی طرف بڑھ گئے۔

ابھی وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہی تھے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

مسٹر سیف علی نے رسیور اٹھا لیا۔

"سیف علی بول رہا ہوں" —— انہوں نے نرم لہجے میں کہا۔

"مسٹر سیف علی —— میں صدر مملکت بول رہا ہوں"

دوسری طرف سے صدر مملکت کی آواز سنائی دی۔

"او جناب —— اس وقت مجھے کیسے یاد فرمایا آپ نے"

مسٹر سیف علی کے لہجے میں ہلکا سا طنز موجود تھا۔

"مسٹر سیف علی ـــــــ حالات بے حد خراب ہو چکے ہیں۔ اب آپ اگر کوشش کریں تو ملک کو بچا سکتے ہیں" ـــــــ صدر مملکت کے لہجے میں ندامت تھی۔

"بڑی دیر بعد آپ نے یاد فرمایا ہے۔ فرمایئے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں ویسے ملک کے لئے میری جان بھی حاضر ہے" ـــــــ مسٹر سیف علی نے جواب دیا۔

"مجھے مزید شرمندہ نہ کیجئے ـــــــ آپ ایسا کریں فوری اقوام متحدہ کے ہیڈکوارٹر روانہ ہو جائیں۔ وہاں جنرل اسمبلی کا اجلاس طلب کریں۔ اور کوشش کریں کہ وہاں جنگ بندی کی قرارداد پاس ہو جائے اگر ایسا نہ ہوا تو ایسٹ ونگ ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گا"

صدر مملکت نے تفصیل بتلائی۔

"مگر اب کیا ہو سکتا ہے ـــــــ کاش آپ پہلے میری بات مان جاتے" ـــــــ مسٹر سیف علی نے جواب دیا۔

"مسٹر سیف علی ـــــــ یہ باتیں بعد میں بھی طے ہو سکتی ہیں فی الحال ایسٹ ونگ کو بچانے کی یہی ایک صورت ہے اگر تم تیار ہو تو"

صدر مملکت نے فہمائشی لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــــــ میں تیار ہوں ـــــــ ہر ممکن کوشش کروں گا کہ ایسٹ ونگ کو بچا لوں۔ مگر شرط یہ ہے کہ آپ وعدہ کریں۔ کہ کسی بھی قیمت پر ایسٹ ونگ میں فوج کو ہتھیار ڈالنے کا حکم نہ دیں گے"

مسٹر سیف علی نے مشروط طور پر بات مان لی۔

"آپ بے فکر رہیں ـــــــ آپ ابھی ملٹری ائیرپورٹ پہنچ جائیں ایک

سپیشل طیارہ وہاں آپ کے لئے تیار کھڑا ہے۔ تحریری حکم بھی وہیں آپ کو مل جائے گا" ـــــــ صدر مملکت نے کہا۔

"او کے سر ـــــــ میں پندرہ منٹ میں ائیرپورٹ پہنچ جاؤں گا"

مسٹر سیف علی نے کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

"ٹائیگر ـــــــ میں کہ ان سے فوری بات کرنا چاہتا ہوں۔ کیا کوئی ذریعہ ہے" ـــــــ مسٹر سیف علی نے رسیور رکھتے ہوئے ٹائیگر سے کہا۔

"ہاں جناب ـــــــ" ٹائیگر نے کہا اور پھر اپنی گھڑی کا ونڈ بٹن کھینچ کر اس کی سوئیاں ایک مخصوص ہندسوں پر سیٹ کرنے لگا۔ سوئیاں سیٹ کرنے کے بعد اس نے ونڈ بٹن کو واپس کھینچا اور دوسرے لمحے ڈائل پر بنا ہوا بارہ کا ہندسہ جلنے بجھنے لگا۔

"عمران سپیکنگ اوور" ـــــــ اچانک ہندسہ بجھ گیا اور عمران کی آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر سپیکنگ سر ـــــــ مسٹر سیف علی آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں اوور" ـــــــ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"بات کراؤ اوور" ـــــــ عمران کا جواب آیا۔

"عمران ـــــــ ابھی ابھی مجھے صدر مملکت نے حکم دیا ہے کہ میں اقوام متحدہ کے ہیڈکوارٹر جا کر جنرل اسمبلی کا اجلاس بلا کر جنگ بندی کی قرارداد منظور کرانے کی کوشش کروں اوور" ـــــــ مسٹر سیف علی نے بات کی۔

"بالکل ٹھیک بات ہے اوور" ـــــــ عمران نے اطمینان بھرے

لہجے میں جواب دیا۔

"مگر عمران ——— صدرِ مملکت نے فوری روانگی کا حکم دیا ہے۔ مجھے تو یہ سازش نظر آ رہی ہے اوور" ——— مسٹر سیف علی نے اپنا خدشہ ظاہر کر دیا۔

"نہیں ——— آپ بے فکر ہو کر چلے جائیں اس میں کوئی سازش نہیں ہے۔ دراصل ایکسٹو نے انہیں ایسا کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ابھی ابھی ایکسٹو نے مجھے بتلایا ہے۔ اور میری ایک درخواست ہے کہ حکومت شوگران کو وہاں پہنچ کر یہ درخواست ضرور کریں کہ وہ ایسٹ ونگ کے دفاع کے لیے میدان میں کود پڑے ——— تاکہ قرارداد منظور ہونے تک ایسٹ ونگ کا بچاؤ ہو سکے اوور" ——— عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— میں ایسا کروں گا۔ اور مجھے امید ہے کہ حکومت شوگران میری بات مان جائے گی اور اب تو میں سرکاری طور پر حکومت کا نمائندہ ہوں گا اس لئے میری بات حکومت کی بات سمجھی جائے گی اوور" مسٹر سیف علی رضامند ہو گئے۔

"او کے ——— خدا حافظ ۔۔۔ خدا کرے آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں اوور"

"شکریہ اوور" ——— مسٹر سیف علی نے خلوص بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"ٹائیگر ——— تم فوراً وہاں سے چلے آؤ ——— اور پھر مجھ سے رابطہ قائم کرنا اوور" ——— عمران نے اس بار ٹائیگر کو ہدایت دی۔ اور پھر ٹائیگر نے مسٹر سیف علی پر ہونے والے تازہ ترین حملے کی تفصیل سے آگاہ کیا۔

"ٹھیک ہے ——— ایسا کرو اس بے ہوش ملازم کو بھی ساتھ لیتے آنا اور رانس روڈ پر بنگلہ نمبر چھ سو دو پر پہنچو ——— فوراً ——— اوور" ——— عمران نے کہا۔

"بہتر جناب ——— میں ابھی وہاں پہنچتا ہوں اوور" ——— ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ——— عمران نے جواب دیا اور ٹائیگر نے فوراً بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

"میں چلتا ہوں جناب ——— خدا حافظ ——— مجھے ایک گاڑی چاہیے تاکہ میں مجرم کو لے جا سکوں" ——— ٹائیگر اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں ڈرائیور کو ہدایت کر دیتا ہوں وہ تمہیں پہنچا آئے گا" مسٹر سیف علی نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"مگر کوٹھی میں ایک ہی گاڑی ہے اگر ایسا ہے تو آپ جائیں میں خود ہی چلا جاؤں گا آپ کا وقت زیادہ قیمتی ہے" ——— ٹائیگر نے کہا۔

"ارے نہیں ——— میری اپنی گاڑی الگ ہے نوکروں کے استعمال کے لئے دوسری گاڑی ہے اس پر میں تمہیں بھیج رہا ہوں"

"بہتر" ——— ٹائیگر نے کہا اور پھر دونوں کمرے سے باہر نکل آئے۔

"آپ نے ہماری اجازت کے بغیر اتنے اہم فیصلے کیوں صادر کئے۔ کیا آپ جواب دے سکتے ہیں" ـــــ سرخ چہرے والے غیر ملکی نے بے حد سخت لہجے میں کہا۔

"میں کہتا ہوں تمیز سے بات کرو ـــــ ورنہ تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکتے۔ اب میں دیکھوں گا کہ تم اپنی سازشوں میں کیسے کامیاب ہو سکتے ہو" ـــــ صدر مملکت نے زور سے میز پر مکہ مارتے ہوئے کہا۔

ـــــ پھر اس سے پہلے کہ جارج کوئی جواب دیتا۔ اچانک وہ چونک پڑا۔ اس کی جیب سے ہلکی سی بھنبھناہٹ کی آواز آنے لگ گئی تھی۔ اس نے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالا ـــــ اور پھر ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا اور پھر اس کی سائیڈ پر بنا ہوا بٹن دبایا تو اس کا ڈھکن جھٹکے سے اٹھ گیا۔ اندر ایک انتہائی جدید ترین اور طاقتور قسم کا ٹرانسمیٹر موجود تھا ـــــ جارج نے ایک چھوٹا سا بٹن دبایا اور ٹرانسمیٹر سے نکلنے والی آواز

ختم ہو گئی اور ایک بھاری بھرکم آواز گونج اٹھی۔

"ہیلو ہیلو کمانڈر ایکشن کمیٹی آف آپریشن سینڈوچ کالنگ۔ اوور"

"یس ـــــ جارج شوالوگریٹ باس آف آپریشن سینڈوچ سپیکنگ اوور" ـــــ جارج نے بڑے مہذبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"گوڈ ـــــ" دوسری طرف سے دبی دبی مسرت بھری آواز سنائی دی۔

"ایس ٹی او نیو وان زیرو ویلیمس فور ناٹن فائیو آپریشن سینڈوچ۔ اوور"

جارج نے ایک طویل کوڈ دوہرا دیا۔

"مسٹر جارج ایکشن کمیٹی کو ابھی ابھی ایک اہم اطلاع ملی ہے۔ ایکشن کمیٹی کسی فیصلے پر پہنچنے سے پہلے آپ کا مشورہ لینا ضروری سمجھتی ہے۔ اس لئے آپ کو ایمرجنسی کال کیا گیا ہے۔ اوور" ـــــ دوسری طرف سے قدرے پریشان سے لہجے میں کہا گیا۔

"کیا بات ہے تفصیل بتائیے۔ اوور" ـــــ جارج نے معنی خیز نظروں سے صدر مملکت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو خاموش بیٹھے یہ سب کارروائی دیکھ رہے تھے۔

"تفصیل ٹرانسمیٹر پر نہیں بتائی جا سکتی ـــــ آپ فوراً واپس آ جائیں سپیشل جیٹ جہاز سے ـــــ یہ نہایت اہم ہے۔ اوور" ایکشن کمیٹی کے انچارج نے کہا۔

"پھر بھی آپ کم از کم بنیادی بات بتا سکیں تو بتا دیں۔ اوور" ـــــ جارج نے زور دیتے ہوئے کہا۔

"ہمیں اطلاع ملی ہے کہ مسٹر سیف علی نے پاکیشیا کے سفارتی نمائندہ کی حیثیت سے حکومت شوگران سے السیٹ ونگ میں فوری مداخلت کی

درخواست کی ہے ۔ اور ہماری اطلاع کے مطابق حکومت شوگران نے مسٹر سعیف علی کی تجویز پر رضامندی کا اظہار کر دیا ہے اوور ؛ انچارج ایکشن کمیٹی نے بتلایا ۔

اور ایک لمحے کے لئے ایسے محسوس ہوا جیسے جارج کے چہرے پر زردی کی ایک لہر دوڑ گئی ہو ۔۔۔

جارج شوالو چند لمحے خاموش رہا شاید وہ اس اچانک پہنچنے والے اعصاب شکن دھچکے سے سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا ۔۔۔ ظاہر ہے کہ اگر حکومت شوگران ایسٹ ونگ میں مداخلت کر دیتی تو ان کا سینڈوچ پلان دھڑام کا دھڑام رہ جاتا جسے وہ کسی قیمت پر گوارہ نہ کر سکتے تھے ۔

"ہیلو مسٹر جارج ۔۔۔ کیا بات ہے ۔ آپ خاموش کیوں ہو گئے اوور ؛" انچارج نے چند لمحوں کے انتظار کے بعد پریشان لہجے میں سوال کیا ۔

"اوہ ۔۔۔ ہاں ۔۔۔ کچھ نہیں ۔۔۔ میں کچھ سوچ رہا تھا ۔۔۔ واقعی یہ ایک نازک ترین مسئلہ ہے ۔ اگر حکومت شوگران نے مداخلت کر دی تو ہمارا پلان نقش بر آب ہو کر رہ جائے گا اوور ؛ ۔۔۔ جارج شوالو نے جواب دیا ۔

"بہرحال ایکشن کمیٹی اس نازک ترین مسئلے پر پوری طرح سوچ بچار کر رہی ہے آپ فوراً پہنچیں اوور ؛ ۔۔۔ انچارج نے کہا ۔

"میں ابھی یہاں سے چل دیتا ہوں ۔۔۔ بے فکر رہیں ۔۔۔ اوور ؛" جارج نے جواب دیا ۔

"اوور اینڈ آل ۔۔۔" انچارج نے کہا اور ٹرانسمیٹر سے ایک بار پھر جھنجھناہٹ سی آواز آنے لگی ۔

جارج نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ٹرانسمیٹر بند کیا اور پھر اسے جیب میں رکھ لیا ۔

سنگین چٹان کا ایک ٹکڑا ہو۔ عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ انتہائی منجھے ہوئے جاسوس ہیں ان سے کسی راز کا اگلوانا کارِ دارد ہے ——— مگر اس بار اس کے ذہن میں ایک انوکھی تجویز تھی خوف اور وحشت سے بھرپور تجویز۔

عمران چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا اس غیر ملکی کی طرف بڑھا جو ٹیڑھی سرد نظروں سے عمران کی طرف دیکھ رہا تھا عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا اس کی طرف بڑھ رہا تھا ——— مگر غیر ملکی کا چہرہ ہنوز قطعی سپاٹ تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے" ——— عمران کے لہجے میں تلوار کی سی کاٹ تھی۔

"مجھے یاد نہیں" ——— غیر ملکی نے استہزائیہ لہجے میں جواب دیا۔

عمران کا ذہن تیزی سے اترنے لگا ہی تھا کہ وہ ایک دم سنبھل گیا۔ کیوں کہ اس وقت حالات اس قدر نازک تھے کہ اس کا بے موقع مذاق قوم و ملک کو مہنگا بھی پڑ سکتا تھا ——— چنانچہ اس نے فوری طور پر اپنے ذہن کو سنبھال لیا۔

"اگر میں تمہیں تمہارا نام یاد دلا دوں تو" ——— عمران نے سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں پراسرار سی سرسراہٹ تھی۔ جیسے اسے اپنی بات پر مکمل یقین ہو۔

"میری زبان تم کسی قیمت پر بھی نہیں کھلوا سکتے تم زیادہ سے زیادہ پرانا انگیٹھی اور سلاخوں والا حربہ استعمال کرو گے یا پھر کوئی محلول میرے جسم میں انجیکٹ کرو گے ——— لیکن میں تمہیں پہلے آگاہ کئے دیتا ہوں کہ ہم لوگ ان منزلوں سے پہلے ہی گزر چکے ہیں تمہارے یہ حربے ہم پہ

زیرو ھاؤس کے مین ہال میں اس وقت پندرہ بیس غیر ملکی ستونوں سے بندھے کھڑے تھے بلیک زیرو نقاب لگائے اور عمران اپنی اصل شخصیت میں وہاں موجود تھے ——— یہ غیر ملکی مختلف جگہوں سے گرفتار کر کے وہاں لائے گئے تھے۔ ان میں سے بیشتر افراد غیر ملکی تھے جنہیں دانش منزل سے گرفتار کیا گیا تھا ایک کو ٹائیگر لے آیا تھا اور ایک کو کیپٹن شکیل۔

عمران جانتا تھا کہ یہ سب غیر ملکی تنظیم کے اہم ارکان میں سے ہیں لیکن وہ یہ سوچ رہا تھا کہ ان سب میں سے زیادہ اہم کون ہے پھر بلیک زیرو کے کہنے کے مطابق اس نے اس غیر ملکی کو چن لیا جس کے متعلق بلیک زیرو نے بتایا ——— اور جو کرنل [illegible] کو ہدایات دے رہا تھا۔

ظاہر ہے دانش منزل پر حملہ کی قیادت کرنے والا شخص ان سب سے زیادہ اہم شخصیت کا حامل ہو گا۔

وہ غیر ملکی سامنے ہی ایک ستون سے بندھا کھڑا تھا اس کے چہرے پر سپاٹ پن تھا۔ اتنا سپاٹ پن جیسے وہ گوشت پوست کی بجائے کسی

سب کار ہیں اور تم ہمیں مار نہیں سکتے۔ کیوں کہ جب تک ہم زندہ ہیں تم یہ امید کر سکتے ہو کہ ہم زبان کھول دیں گے ورنہ۔۔۔۔۔۔
غیر ملکی نے جواب میں پوری تقریر کر ڈالی۔

"بہت خوب ـــــ ابھی تو میں نے ایک فقرہ کہا ہے اور جواب میں تم نے تقریر کر ڈالی ہے۔ جب میں نے مزید پوچھا تو مجھے یقین ہے کہ تمہاری زبان بے ساختہ سب کچھ اگل دے گی ـــــ تمہاری اطلاع کے لئے میں تم پر نہ ہی چھینٹی اور ناخنوں والا حربہ استعمال کروں گا اور نہ ہی کوئی شاول وغیرہ ـــــ میں تو ایک سادہ سا حربہ استعمال کروں گا اور پھر تم دیکھنا کہ تمہاری زبان کیسے سب کچھ اگلتی ہے؟"
عمران نے بڑے اطمینان سے جواب دیا سب غیر ملکی اور میک زید خود حیرت سے عمران کی طرف دیکھنے لگا کہ وہ ایسا کون سا حربہ استعمال کرنے والا ہے۔

غیر ملکی نے جواب میں صرف ہونٹ بھینچ لئے جیسے وہ ہر تشدد کے لئے تیار ہو۔

عمران نے بڑے اطمینان سے جیب سے ریوالور نکالا اور پھر بٹن دبا کر اس کا میگزین چیمبر کھول دیا۔ چیمبر کے آٹھ سوراخوں میں اس وقت آٹھ ہی گولیاں موجود تھیں ـــــ دوسرے لفظوں میں ریوالور بھرا ہوا تھا۔ عمران نے الٹ کر تمام گولیاں اپنی ہتھیلی پر نکال لیں۔
غیر ملکی بغور اس تمام کارروائی کو دیکھ رہا تھا۔ چیمبر خالی ہوتے ہی اس کی آنکھوں میں الجھنیں تیرنے لگیں جیسے اسے ریوالور خالی کرنے کا مقصد سمجھ میں نہ آیا ہو۔

عمران نے ایک گولی ہتھیلی پر سے اٹھائی اور باقی گولیاں ایک جھٹکے سے دور پھینک دیں۔ گولیوں کے فرش پر گرنے کی آوازوں نے سب کو چونکا دیا ـــــ جیسے انہیں بجلی کا جھٹکا لگا ہو وہ اس تمام کارروائی کا مقصد نہ سمجھ سکے تھے۔

عمران بڑے اطمینان سے اس غیر ملکی کی آنکھوں کے سامنے یہ سب کچھ کر رہا تھا۔ عمران نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی گولی اٹھائی اور پھر اسے غیر ملکی کی آنکھوں کے سامنے نچانے لگا۔

"اس گولی کو اچھی طرح دیکھ لو ـــــ یہ اصلی گولی ہے چوسنے والی اسپرو مٹھائی یا پٹاخے والی نہیں" ـــــ عمران کے کافی حد تک سنبھلنے کے باوجود زبان پر ہونے والی کھجلی نے اس کو بے قابو کر دیا تھا۔

اور پھر عمران نے گولی چیمبر کے ایک خانے میں ڈال دی اور جھٹکا دے کر چیمبر بند کر دیا۔

"دیکھو ـــــ اب اس ریوالور میں ایک گولی موجود ہے"
عمران نے ایسے کہا جیسے مداری تماشا دکھاتے ہوئے تماشائیوں کو تفصیل بتلاتا ہے۔

اور عمران نے چیمبر کو کھلے ہاتھ سے گھمانا شروع کر دیا۔ اب وہ گولی جو ٹریگر کے سامنے رکھی ہوئی تھی نہ جانے کہاں پہنچ گئی۔ چند منٹ تک عمران مسلسل چیمبر کو گھماتا رہا پھر اس نے ریوالور ہاتھ میں پکڑ لیا۔
"تم سمجھ گئے ہو دوست ـــــ کہ میں کیا کرنے والا ہوں۔ چیمبر میں ایک ہی گولی ہے باقی سات خانے خالی ہیں۔ میں تم سے ایک سوال کروں گا اگر تم نے ایک منٹ کے اندر جواب نہ دیا تو میں ٹریگر دبا دوں گا۔ اب

یہ تمہاری قسمت کہ پہلا فائر ہی گولی اگل دے یا وہ خالی جائے کہ تمہیں جواب دینے کا دوسرا موقع دے دے ۔ ۔ ۔ بہرحال زندگی کے سات چانس بھی تمہیں مل سکتے ہیں اور نہ ملے تو ایک بھی نہ ملے اب یہ تمہارا مقدر اور جواب پر منحصر ہے اگر تم نے سات چانس خالی چھوڑ دیئے تو آٹھواں تو ظاہر ہے خالی نہ جائے گا ـــــ اور پھر مجھے تمہاری موت پر کوئی بھی افسوس نہیں ہو گا۔

عمران نے ٹریگر پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

اور اس غیر ملکی کے ساتھ ساتھ باقی سب کے چہرے بھی زرد پڑ گئے۔

عمران نے زبردست نفسیاتی حربہ اختیار کیا تھا۔ عجیب سسپنس خوف و دہشت سے بھرپور ـــــ نہ جانے کون سا فائر گولی اگل دے۔

دوسرے لمحے عمران نے ریوالور کی نال غیر ملکی کی کنپٹی پر رکھ دی۔

"بولو ـــــ جواب دو ـــــ تمہارا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟"

عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

غیر ملکی جو شاید بڑے سے بڑے حربے سے بھی نہ گھبراتا اس خطرناک نفسیاتی داؤ پر زیادہ لمحے کے لئے گھبرا گیا۔ اس کا چہرہ تیزی سے رنگ بدل رہا تھا ـــــ جیسے سوچ رہا ہو کہ کیا کیسے پہلا فائر ہی اس کے دماغ کے پرخچے اڑا سکتا تھا اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

"منٹ ختم ہونے والا ہے ـــــ بولو" ـــــ عمران کا لہجہ پہلے سے بھی زیادہ سرد ہو گیا۔ بلیک زیرو خاموش کھڑا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ بے ساختہ ایک جھرجھری لے کر رہ گیا عمران کا یہ حربہ واقعی سر لیوا حد تک خطرناک اور انوکھا تھا۔

غیر ملکی نے شاید پہلا چانس آزمانے کا فیصلہ کر لیا تھا کیونکہ اس کے دانت بھینچ گئے تھے۔ تمام ہال پر موت کا سا سکوت طاری تھا۔

عمران نے ٹریگر پر دباؤ ڈالا ایک ہلکی سی کھٹک کی آواز نکلی ـــــ خانہ خالی تھا ـــــ کھٹک کی آواز نکلتے ہی غیر ملکی اور اس کے ساتھیوں کے منہ سے بے اختیار ایک طویل سانس نکل گیا۔

"باقی چھ چانس رہ گئے ہو سکتا ہے اب دوسرا چانس تمہاری زندگی کا خاتمہ کر دے"۔ ـــــ عمران نے سرد لہجے میں کہا اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔

"بولو ـــــ جواب دو ـــــ تمہارا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟"

عمران نے دوسری بار اپنا سوال دہرایا۔

اور اس بار غیر ملکی کے چہرے کا رنگ پہلے سے زیادہ زرد پڑ گیا۔ آگ اور طوفان سے کھیل جانے والے غیر ملکی جاسوس عمران کے اس معمولی سے حربے پر بوکھلا اٹھا تھا۔

"منٹ گزرنے والا ہے؟" ـــــ عمران نے ایک بار پھر کہا اور سب غیر ملکیوں کے چہرے پہلے سے بھی زیادہ زرد پڑ گئے۔ اس غیر ملکی کی حالت ایک دم خراب ہو گئی جس نے جواب دینا تھا اس کے ماتھے سے پسینہ بہنے لگا تھا ـــــ صاف ظاہر تھا کہ اندر سے وہ بری طرح خوف زدہ ہو چکا تھا۔

اور پھر عمران نے ایک بار پھر ٹریگر دبا دیا اور دوسری بار بھی ہلکی سی کھٹک کی آواز نکلی اور غیر ملکی کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گئی ـــــ مگر شاید یہ اسے اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ اب عمران

چاہے بھی تو اس کی موت کو نہیں روک سکتا کیوں کہ اسے خود معلوم نہیں تھا ـــــ کہ کون سا فائر اس کے انگار کو زندگی سے کھینچ کر موت کی سرحد میں ڈال دے گا۔

"میرے سوال کا جواب دو ـــــ یہ تیسرا چانس ہے"۔ عمران نے پھر ٹھوس لہجے میں کہا۔

"کیا تم یہ بھیانک کھیل بند نہیں کر سکتے ـــــ میں درخواست کرتا ہوں کہ اسے بند کر دو ـــــ اس کے علاوہ جو سزا دینا چاہو دے دو" ـــــ غیر ملکی ایک دم پھٹ پڑا اس کا لہجہ بھیک مانگنے والا سا تھا۔ ظاہر ہے اسے موت سامنے ہی نظر آ رہی تھی۔

"منٹ گزرنے والا ہے" ـــــ عمران نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔

اور غیر ملکی کا چہرہ مردے کی طرح سفید ہو گیا۔ اس نے ایک لمحہ کے لئے ہونٹ بھینچے مگر دوسرے ہی لمحے وہ چیخ پڑا۔

"بتاتا ہوں ـــــ بتاتا ہوں ـــــ فار گاڈ سیک ـــــ اس کھیل کو بند کرو میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔"

اور عمران نے مسکراتے ہوئے ریوالور کی نال اس کی کنپٹی سے ہٹا لی غیر ملکی کا چہرہ جو خوف سے بگڑ چکا تھا۔ قدرے سکون نے لگا۔ اس کے منہ پر اس بری طرح پسینہ بہہ رہا تھا ـــــ جیسے وہ ابھی ابھی تالاب سے غوطہ لگا کر نکلا ہو۔

"بتلاؤ ـــــ ورنہ" ـــــ عمران نے ریوالور کی نال کا رخ ایک بار پھر اس کی کنپٹی کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"بتاتا ہوں بتاتا ہوں ـــــ تمہارے اس خطرناک حربے نے مجھے شکست کھانے پر مجبور کر دیا ہے۔ کاش تم یہ حربہ استعمال نہ کرتے پھر تم دیکھتے کہ تم کیسے مجھے بولنے پر مجبور کر سکتے۔"

"منٹ گزرنے والا ہے" ـــــ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"گل روڈ کی کوٹھی نمبر ۱۷ ہمارا نیا ہیڈ کوارٹر ہے" ـــــ غیر ملکی نے کچھ اور کہنے سے پہلے پتہ بتا دیا۔

"تمہارا نام" ـــــ عمران نے دوسرا سوال کیا۔

"تنظیم میں ہم نمبروں سے پکارے جاتے ہیں ـــــ میں زیرو وان ہوں۔ چیف باس کے بعد سب سے اہم رکن" ـــــ زیرو وان نے خود ہی تفصیل بتلانی شروع کر دی۔

اور پھر عمران کے سوالوں کا جواب وہ اس طرح دیتا رہا جیسے وہ ٹرانس میں آ چکا ہو۔

عمران نے تمام تفصیلات معلوم کر کے ایک گہرا سانس لیا واقعی زیرو وان اہم ترین رکن تھا۔ جس قدر معلومات اس نے مہیا کی تھیں وہ عمران کے لئے بے حد قیمتی تھیں۔

عمران نے مسکراتے ہوئے ایک بار پھر چیمبر کھول دیا اور پھر چیمبر کو دیکھ کر غیر ملکی اس طرح چونکا جیسے اسے اچانک کسی بچھو نے کاٹ لیا ہو ـــ چیمبر قطعی خالی تھا اس میں ایک بھی گولی نہیں تھی۔

"مم ـــــ مگر وہ گولی کہاں گئی جو تم نے میرے سامنے اس میں ڈالی تھی" ـــــ زیرو وان حد سے زیادہ پریشان ہو کر بولا۔

"یہ رہی" ـــــ عمران نے بازو جھٹکا اور قمیص کے کف کے اندر سے

پھسلتی ہوئی گولی اس کی کنپٹی پہ آ گری۔

"میں اتنا احمق نہیں ہوں زیرو دان —— کہ تمہیں یوں اندھی موت کے حوالے کر دیتا۔ تم سے مجھے بہر قیمت پر معلومات حاصل کرنی تھیں گولی تو میں نے چیمبر بند کرتے وقت ہی نکال لی تھی یہ تو صرف ایک شعبدہ تھا اور دیکھو میرے اس چھوٹے سے شعبدے نے تمہیں زبان کھولنے پر مجبور بھی کر دیا —— بہرحال شکریہ" —— عمران نے سنجیدگی سے کہا اور پھر وہ مڑ کر ہال کے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ بلیک زیرو بھی اس کے پیچھے ہی مڑ گیا۔

زیرو دان کا چہرہ لٹک گیا اسے عمران کے ہاتھوں زندگی کی سب سے بڑی شکست اٹھانی پڑی تھی۔

گلبرگ روڈ کی کوٹھی نمبر ۱۲ کی کئی دنوں سے انتہائی خفیہ طور پر نگرانی کی جا رہی تھی۔ مگر آج تقریباً پوری سیکرٹ سروس ہی اس کوٹھی کے گرد موجود تھی —— کیونکہ آج ہی ٹائیگر نے جو زیرو دان کے روپ میں وہاں موجود تھا عمران کو اطلاع دی تھی کہ آج اس کوٹھی میں تنظیم کے تمام ممبران کی اہم خفیہ میٹنگ ہے جس میں کسی اہم بات کا اعلان کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے اور یہ اعلان براہ راست گریٹ باس نے ٹرانسمیٹر پر کرنا ہے۔

یہ سنتے ہی عمران نے کوٹھی پر چھاپہ مارنے کا پروگرام مرتب کر لیا۔ وہ آج ہی ویسٹ ونگ کو مجرموں سے پاک کر دینا چاہتا تھا —— ایسٹ ونگ کی طرف سے اسے تسلی ہو گئی تھی کیونکہ مسٹر سعید علی نے براہ راست ٹیلی فون پر اسے بتلا دیا تھا کہ حکومت شوگران ویسٹ ونگ میں مداخلت کے لئے تیار ہو گئی ہے۔

اس وقت سوائے جولیا کے باقی تمام ممبران کوٹھی کے گرد مختلف

جگہوں میں چھپے ہوئے تھے۔ جولیا کو عمران نے واپس ٹرانسمیٹر بائوس بھیج دیا تھا۔

یہ دوپہر کا وقت تھا ——— عمران کے نزدیک چھاپہ مارنے کا پروگرام تو رات کو ہی عمل میں آتا تو ٹھیک تھا۔ مگر سیٹنگ کے لئے چونکہ سہ پہر کا وقت رکھا گیا تھا اس لئے اس نے سہ پہر کو کوٹھی پر چھاپہ مارنے کا پروگرام مرتب کر لیا تھا ——— سیکرٹ سروس کے زخمی ممبران اب صحت یاب ہو چکے تھے۔ عمران اب ٹائیگر کی طرف سے اشارے کا منتظر تھا۔

سہ پہر کے قریب اچانک ٹائیگر زیبو دان کے روپ میں دوسری منزل کی گیلری میں نظر آیا۔ چند لمحے وہ وہاں کھڑا بیرونی سڑک کو دیکھتا رہا ——— پھر اس نے سر پر یوں ہاتھ پھیرا جیسے نادانستہ طور پر بالوں کو سیٹ کر رہا ہو۔

یہ عمران کے لئے مخصوص کاشن تھا پھر ٹائیگر ان کی نظروں سے غائب ہو گیا۔

کاشن ملتے ہی عمران جو ایک درخت کی آڑ میں کھڑا تھا تیزی سے سڑک کراس کر کے کوٹھی کے مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ مین گیٹ بند تھا۔ مگر جیسے ہی عمران وہاں پہنچا گیٹ کی ذیلی کھڑکی کھل گئی۔

ذیلی کھڑکی میں سے ٹائیگر کا چہرہ نظر آیا۔

"اندر آ جائیے جناب ——— میں نے تمام چوکیداروں کو ایک جگہ اکٹھے کر کے بے ہوش کر دیا ہے" ——— ٹائیگر نے عمران کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے عمران نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا۔

اور پھر چند لمحوں بعد پیچھے گرا لیا۔

دوسرے لمحے مختلف جگہوں سے سیکرٹ سروس کے ممبران تیزی سے کوٹھی کے مین گیٹ کی طرف تیزی سے بڑھنے لگے ——— عمران ذیلی کھڑکی کے راستے اندر جا چکا تھا۔ پھر باری باری سیکرٹ سروس کے تمام ممبران اندر داخل ہو گئے۔ کوٹھی کے اندر جاتے ہی انہوں نے اپنے اپنے کوٹوں کے بٹن کھول لیے اور پھر اندر چھپی ہوئی سٹین گنیں نکال کر ہاتھوں میں پکڑ لیں۔ پورچ میں کئی کاریں موجود تھیں۔ ٹائیگر کی رہنمائی میں چلتا ہوا یہ قافلہ آگے بڑھتا چلا گیا۔

ٹائیگر بحیثیت زیبو دان چونکہ پہلے ہی تمام انتظامات کر چکا تھا اس لئے کسی قسم کی دشواری پیش نہیں آ رہی تھی۔

"کیا سب لوگ تہہ خانے میں ہیں" ——— عمران نے برآمدے میں پہنچ کر سوال کیا۔

"ہاں" ——— ٹائیگر نے مختصر سا جواب دیا اور پھر وہ اندر کمرے میں داخل ہو گیا۔ تمام کوٹھی پر پراسرار سی خاموشی طاری تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے چند لمحوں بعد کوئی طوفان پھٹ پڑنے والا ہو۔

کمرے میں داخل ہو کر ٹائیگر نے ایک دیوار میں لگی ہوئی تصویر کو مخصوص انداز میں ہینڈل کی طرح گھمایا اور دوسرے ہی لمحے کمرے کا فرش ایک طرف سمٹتا چلا گیا ——— اب وہاں نیچے جاتی ہوئی سیڑھیاں صاف نظر آ رہی تھیں۔

وہ سب لوگ آہستہ سے نیچے اترنے لگے۔ سامنے ایک دروازہ تھا جو کھلا ہوا تھا جس کے سامنے موجود ایک طویل گیلری صاف نظر آ رہی

بھی دروازے کے ساتھ ہی مزید سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔

ٹائیگر نے عمران سے سرگوشی کی اور پھر عمران نے صفدر کو بلا کر اس کے کان میں کچھ کہا۔ صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر اس کے کہنے پر ٹیم کے تمام ممبران آہستہ آہستہ اس گیلری میں چلنے لگے۔ —— گیلری کے فرش کے قریب ہی بڑے بڑے روشن دان بنے ہوئے صاف نظر آ رہے تھے جو آدھے کھلے ہوئے تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ اصل ہال نیچے تھا۔ اور یہ روشندان تازہ ہوا کے لئے بنائے گئے ہیں —— جب تمام ممبران سٹین گنیں سنبھال کر روشندان کے قریب احتیاط سے بیٹھ گئے۔

تو عمران اور ٹائیگر دوسری سیڑھیوں پر اترنے لگے کافی سے زیادہ سیڑھیاں اترنے کے بعد وہ ایک اور دروازے کے پاس پہنچ گئے ٹائیگر نے سائیڈ میں لگا ہوا ایک چھوٹا سا بٹن دبایا اور دروازہ آٹومیٹک طریقے سے کھلتا چلا گیا —— سامنے ایک اور گیلری تھی جو بالکل خالی پڑی ہوئی تھی درمیان میں صرف ایک دروازہ تھا جو بند تھا۔

ٹائیگر نے عمران کو مخصوص اشارہ کیا اور عمران اسی دروازے سے چند قدم ہٹ کر کھڑا ہو گیا ٹائیگر نے دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی —— دوسرے لمحے دروازہ کھل گیا اور ٹائیگر اندر داخل ہو گیا اس کے اندر جاتے ہی دروازہ دوبارہ بند ہو گیا۔ عمران قدم بہ قدم رکھتا ہوا بڑی احتیاط سے دروازے کی طرف بڑھا —— اس کے ایک ہاتھ میں اسٹین گن پکڑی ہوئی تھی۔

دروازے کے سامنے پہنچ کر وہ ایک لمحے کے لئے رکا اور پھر اس نے جھک کر کی ہول سے آنکھ لگا دی۔ اندر کافی بڑے ہال میں تقریباً سو کے

قریب غیر ملکی افراد موجود تھے۔ درمیان میں رکھی ہوئی میز پر ایک بڑا ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ اس نے دیکھا کہ ٹائیگر انتہائی سرے پر بیٹھے ہوئے ایک لمبے تڑنگے غیر ملکی کے قریب گیا اور اس نے جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کی اس غیر ملکی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ٹائیگر اس کی قریبی کرسی پر بیٹھ گیا۔

عمران کا دل اندر ہی اندر بیٹھا جا رہا تھا ایک عجیب سی کیفیت کافی دیر سے اس پر طاری تھی جیسے وہ لفظی معنی اب تک نہ پہنچا سکا تھا اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ کوئی غیر معمولی حادثہ پیش آنے والا ہے۔ مگر وہ اس حادثے کی نوعیت نہیں سمجھ سکا تھا اور جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا اس کا دل زیادہ پریشان ہوتا چلا جا رہا تھا۔

پھر اس نے اچانک ہال میں ایک تیز سیٹی کی آواز سنی۔ وہ چونک پڑا اس نے اپنا کان کی ہول کے ساتھ لگا دیا۔

اب ٹرانسمیٹر سے ایک انسانی آواز نکل رہی تھی کوئی بھاری بھر کم لہجے میں بول رہا تھا۔

"ہیلو ممبران —— گریٹ باس جارج شوالو سپیکنگ ٹو یو اوور" ٹائیگر کے قریب بیٹھے ہوئے چیف باس نے جواب دیا۔

"لیس باس چیف باس سپیکنگ —— آپ کے حکم کے مطابق تنظیم کے تمام ممبران ہال میں موجود ہیں اور آپ کی طرف سے اہم اعلان سننے کے مشتاق ہیں اوور" —— چیف باس نے جواب دیا۔

"چیف باس اور ممبران —— میں آپ کو خوش خبری سناتا ہوں سینڈیکیٹ پلان کا ایک حصہ ابھی ابھی مکمل ہو گیا ہے۔ صرف ابھی چند منٹ

پہلے پاکیشیا کے ایسٹ ونگ میں پاکیشیا کی فوجوں نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں اور پورے ایسٹ ونگ پر کافرستانی فوجوں کا قبضہ ہو چکا ہے ——— ایسٹ ونگ کا دارالحکومت "باگا" اب کافرستانی فوجوں کے قبضہ میں ہے اوور" ——— گریٹ باس نے کہا۔

اور ہال خوشی و مسرت کے بھرپور نعروں سے گونج اٹھا۔

اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے دل کی حرکت ایک دم رک گئی ہو جیسے اس کی ہی کیا تمام کائنات کی نبضیں ساکت ہو گئی ہوں۔ ہال کے اندر ہونے والا شور اسے کہیں دور سے آتا ہوا محسوس ہو رہا تھا ——— یہ اتنی اعصاب شکن اور غیر متوقع خبر تھی کہ زندگی میں پہلی بار اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے۔ غم اور بے بسی کے آنسو۔ وہ بت کی طرح ساکت تھا ——— پھر کسی نے ریڈیو گرام آن کر دیا تھا اور ریڈیو پاکیشیا کا اناؤنسر خبریں سنا رہا تھا۔ پہلی خبر ہی سقوط "باگا" کی تھی۔ اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے ذہن میں مسلسل دھماکے ہو رہے ہوں ——— پھر ایک دم اس کے ذہن کو ایک شاک سا لگا اور پھر اس کا جسم حرکت میں آ گیا۔ فوری صدمے نے اس کے اعصاب کو سن کر دیا تھا۔ اور اب وہ ہوش میں آ گیا دوسرے لمحے اس کا چہرہ انتہائی غصے سے سرخ ہوتا ہوا کالا پڑ گیا آنکھوں سے شعلے برسنے لگے۔

دوسرے لمحے اس نے سٹین گن کا دھانہ تالے کے سوراخ پر رکھا اور ٹریگر دبا دیا اور پھر اس کی بھرپور لات سے دروازہ کھلتا چلا گیا۔

اندر موجود تمام غیر ملکی جو بے پناہ مسرت اور خوشی سے بچوں کی طرح اچھل کود رہے تھے یک دم ساکت ہو گئے۔ اور پھر دوسرے لمحے ٹائیگر جو

چیف باس کے قریب خاموش کھڑا تھا تیزی سے جھکا اور بھاری بھرکم میز کی آڑ میں ہو گیا۔

اس کے نیچے جھکتے ہی عمران کی سٹین گن نے موت کا راگ الاپنا شروع کر دیا۔ اور پھر روشندانوں سے بھی گولیاں بے تحاشہ برسنے لگیں اور پورے ہال میں گولیوں کی تڑتڑاہٹ اور غیر ملکیوں کی چیخوں سے ایک کہرام سا مچ گیا ——— وہ لوگ جو چند لمحے پہلے سقوط "باگا" پر خوشیاں منا رہے تھے اب سٹین گنوں کی گولیوں پر موت کا رقص کرنے میں مصروف تھے۔

عمران اس وقت تک گولیاں برساتا رہا جب تک اس کا تمام میگزین ختم نہ ہو گیا۔ پورے ہال میں انسانی جسم کے ٹکڑے بکھر چکے تھے فرش پر خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا اس کی سٹین گن رکتے ہی روشندانوں سے آنے والی گولیاں بھی بند ہو گئیں۔

دوسرے ہی لمحے ٹائیگر جو میز کی آڑ میں فرش پر لیٹا ہوا تھا اٹھ کھڑا ہوا۔

"کوئی زندہ تو نہیں بچا" ——— عمران نے انتہائی بھیانک لہجے میں اس سے پوچھا۔

"نہیں جناب" ——— ٹائیگر نے جواب دیا۔ عمران کا چہرہ دیکھ کر اور اس کا لہجہ سن کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے اس وقت عمران اپنی زندگی کے سب سے بھیانک روپ میں تھا۔

"چلو باہر آؤ" ——— عمران نے کہا اور پھر واپس مڑ گیا۔

عمران اور ٹائیگر آگے پیچھے بھاگتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والی

گیلری میں پہنچے جہاں باقی تیم موجود تھی۔ ان سب کے چہرے لٹکے ہوئے تھے۔ ظاہر ہے یہ خبر سن کر کون ایسا محبّ الوطن ہوگا جس کا چہرہ غم و اندوہ کی تصویر بن کر نہ رہ گیا ہو۔

خَتمْ شُد

